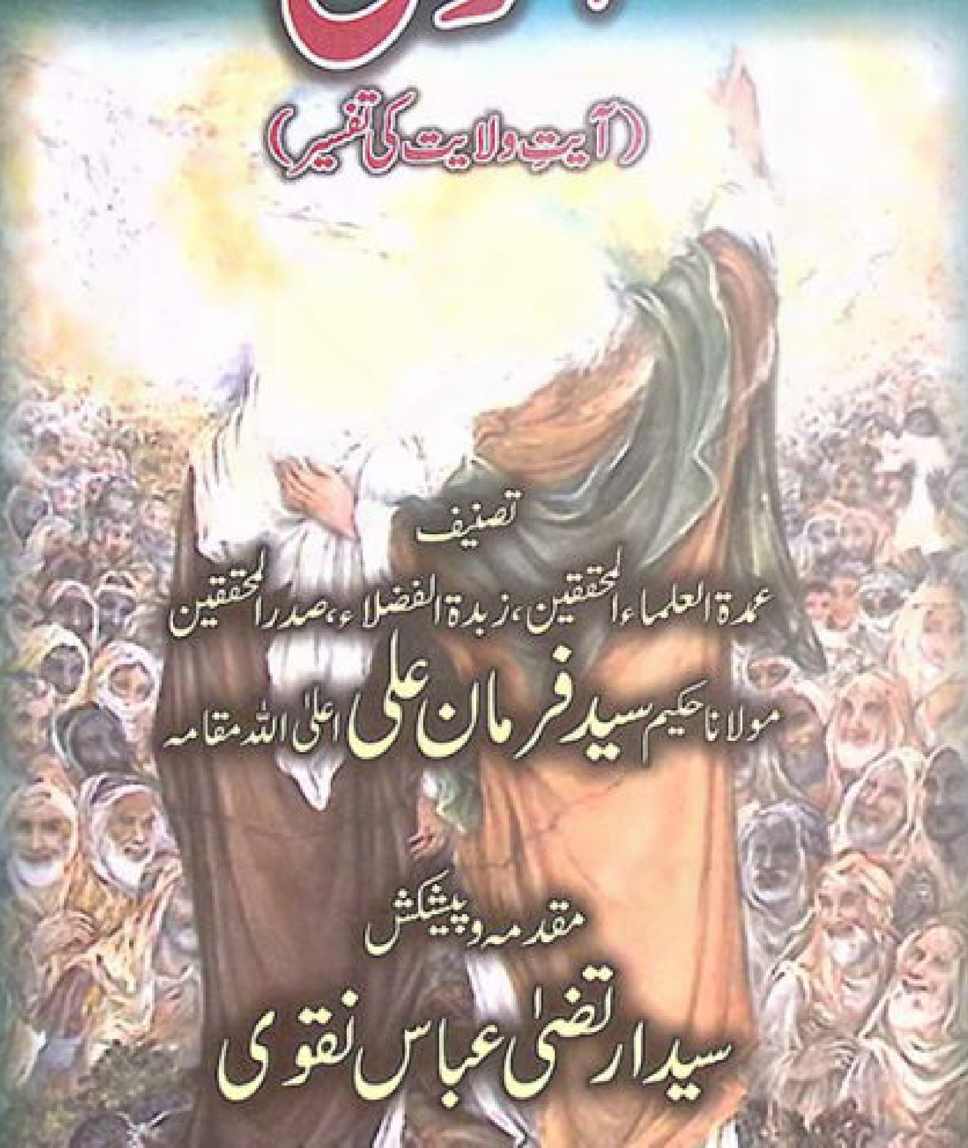
ادارے کی چودھویں پیشکش

اور چودہ سو سالہ یادگارِ شہادتِ امیر المومنینؑ کی پہلی پیشکش

الولی

(آیتِ ولایت کی تفسیر)



تصنیف

عمدۃ العلماء المحققین، زبدۃ الفضلاء، صدر المحققین

مولانا حکیم **سید فرمان علی** اعلی اللہ مقامہ

مقدمہ و پیشکش

سید ارتضیٰ عباس نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارے کی چودھویں پیشکش

اور چودہ سو سالہ یادگارِ شہادتِ امیر المومنینؑ کی پہلی پیشکش

الولی

(آیتِ ولایت کی تفسیر)

تصنیف

عمدۃ العلماء المحققین، زبدۃ الفضلاء، صدر المحققین

مولانا حکیم سید فرمان علی اعلی اللہ مقامہ

مقدمہ و پیشکش

سید ارتضٰی عباس نقوی

کتاب	:	الولی
تصنیف	:	مولانا حکیم سید فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ
پیشکش	:	سید ارتضیٰ عباس نقوی
اشاعت	:	فروری ۲۰۱۹ء
طابع	:	سید غلام اکبر
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۳۲۰ روپے

کتاب ملنے کا پتہ

جواہر فاؤنڈیشن

F-7 رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد نمبر ا، کراچی، پاکستان

0346-2781009

نشر دانش ریسرچ اکیڈمی

نیو جرسی۔ امریکہ

128 Oak Creek Road 126

East Windsor , NJ 08520...U.S.A

فہرست

- پیش لفظ ____________ ۹
- مولانا حکیم سید فرمان علی ۔۔ حالاتِ زندگی اور خدمات
  ____________ سید ارتضیٰ عباس نقوی ____ ۱۰
- مولوی ثناء اللہ صاحب کی راستبازی ____________ ۳۱
- آیت انما ولیکم اللہ سے جناب امیرؑ کی بلافصل خلافت کا ثبوت ____ ۴۷
- پہلا مقدمہ لفظِ انما کی تحقیق ____________ ۵۰
- دوسرا مقدمہ لفظِ ولی کی تحقیق ____________ ۶۱
- دوسرا فرق ____________ ۶۶
- امام صاحب کا پہلا اعتراض ____________ ۷۰
- اب امام صاحب کی ولی بمعنی دوست و مددگار ہونے کی
  دلیلیں ملاحظہ کیجیے ____________ ۷۲
- پہلی دلیل ____________ ۷۲
- پہلا جواب ____________ ۷۳
- دوسرا جواب ____________ ۷۴
- تیسرا جواب ____________ ۷۸
- چوتھا جواب ____________ ۷۹
- امام صاحب کی دوسری دلیل ____________ ۸۱
- جواب ____________ ۸۲

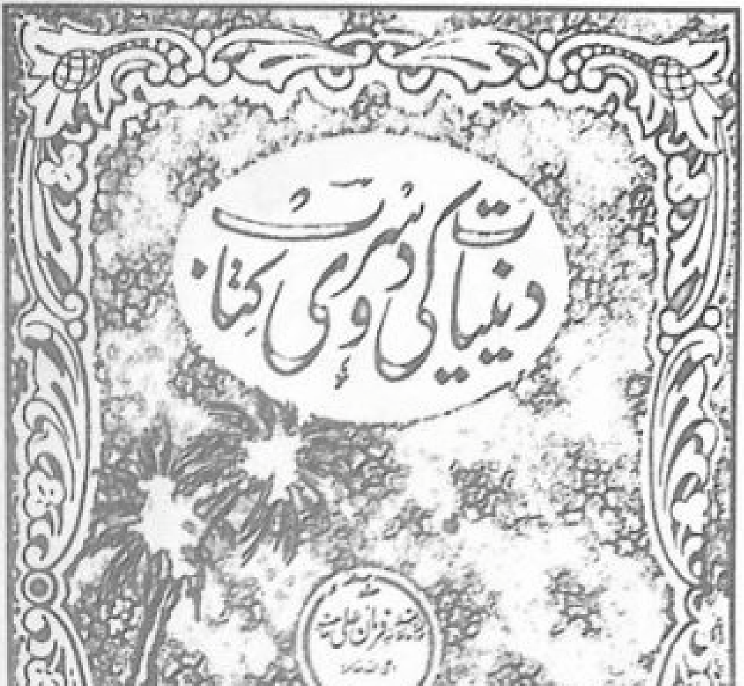
- امام صاحب کی تیسری دلیل ۸۴
- جواب ۸۵
- امام صاحب کی چوتھی دلیل ۸۶
- جواب ۸۶
- ضمیمۃ الکلام ۸۷
- اڈیٹر اہلحدیث کے نام کھلی چٹھی ۹۵
- آیہ انما ولیکم اللہ ۱۰۱
- تیسرا مقدمہ ضمیر ''کم'' کی تحقیق ۱۰۷
- چوتھا مقدمہ ''الذین'' کی تحقیق ۱۰۸
- پانچواں مقدمہ لفظ ''زکوۃ'' کی تحقیق ۱۰۹
- پہلا اعتراض ۱۰۹
- الجواب ۱۱۰
- دوسرا اعتراض ۱۱۱
- الجواب ۱۱۲
- تیسرا اعتراض ۱۱۴
- الجواب ۱۱۴
- چوتھا اعتراض ۱۱۵
- الجواب ۱۱۶
- پانچواں اعتراض ۱۱۷
- الجواب ۱۱۸
- پہلا اعتراض ۱۱۸

- الجواب ______ ۱۱۹
- دوسرا اعتراض ______ ۱۱۹
- الجواب ______ ۱۲۰
- تیسرا اعتراض ______ ۱۲۰
- الجواب ______ ۱۲۰
- چوتھا اعتراض ______ ۱۲۱
- الجواب ______ ۱۲۱
- پانچواں اعتراض ______ ۱۲۲
- الجواب ______ ۱۲۲
- چھٹا اعتراض ______ ۱۲۲
- الجواب ______ ۱۲۲
- اب ناظرین اصل جواب کی طرف توجہ فرمائیں جو ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۰ء اہلحدیث میں شائع ہوا ______ ۱۲۹
- خاتمہ بحث انما ولیکم اللہ ______ ۱۳۹
- الجواب ______ ۱۵۹
- چھٹا مقدمہ "وھم راکعون" کی تحقیق ______ ۱۶۳
- ساتواں مقدمہ لفظ "رکوع" کی تحقیق ______ ۱۶۶
- آٹھواں مقدمہ شانِ نزول کی تحقیق ______ ۱۶۷
- چوتھا قول ______ ۱۸۶
- تنبیہ ______ ۱۹۱
- پہلا اعتراض ______ ۱۹۹



عالمِ نبیل فاضلِ جلیل زبدۃ الفضلاء البارعین عمدۃ الاذکیاء الکاملین

جناب حکیم حافظ مولانا سید فرمان علی اعلی اللہ مقامہ



مولانا فرمان علی مرحوم نے مدرسۂ سلیمانیہ (پٹنہ) دینیات کے نصاب کے لیے ۴ حصوں میں کتاب لکھی تھی جس کے صرف ۳ حصے ہی شائع ہو سکے۔ اس کے دوسرے حصہ کا سرورق

پیش لفظ

کتاب سے محبت ایک ایسی دولت ہے جو کبھی بازار سے نہیں ملتی اور ملتی بھی ہے تو ہر کسی کو نہیں ملتی۔ ماضی میں علماء اپنے کتب خانوں سے پہچانے جاتے تھے اور اب یہ عالم ہے کہ کتب خانہ تو در کنار مدعیانِ علم کو کتاب تک سے سروکار نہیں ہے۔ ہمارے برصغیر کے علماء نے وہ وہ شاندار علمی کام کیے ہیں جن کی نظیر عرب و عجم کے یہاں بھی نہیں ملے گی۔ جن موضوعات پر آج اہلِ ایران کام کر کے فخر کر رہے ہیں اور اس کی اولیت کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ افکار ۱۰۰ برس پہلے علمائے ہندوستان پیش کر چکے تھے اور اس کا شائع شدہ مواد بھی موجود ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گم شدہ خزانے کو دیمک زدہ الماریوں اور خستہ صندوقوں سے نکال کر قوم کے سامنے لایا جائے شاید اسی سے کچھ حد تک قوم میں علماء کی قدیم کتابوں سے دلچسپی پیدا ہو اور وہ اس کی مزید طلب کریں۔

کچھ اور ادارے بھی کئی سالوں سے اسی خدمت کے لیے کوشاں ہیں اور ہم نے انھیں کافی مواد بھی فراہم کیا لیکن افسوس ہے کہ ان کا کام سنجیدہ نہیں ہے اور غیر معیاری ہے۔ امید ہے ہمارے ادارے کی کتابوں کی اشاعت سے ان کے ارادے اور مضبوط ہوں گے اور کام میں بہتری بھی آئے گی۔

موجودہ سال امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی یادگار اور مظلومانہ شہادت کو ۱۴۰۰ برس مکمل کر رہا ہے۔ ہم نے اسے ''چودہ سو سالہ یادگار شہادتِ مرتضویؑ'' کا نام دیا ہے۔ اس سلسلے میں سیمینار بھی ہوں گے اور مولاؑ کی لازوال شخصیت کے بارے میں کتابیں بھی شائع ہوں گی جس کی پہلی کڑی مولانا حکیم سید فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ کی یہ کتاب ''اولی'' ہے۔

باقی کتابیں زیر اشاعت ہیں۔ انشاء اللہ آپ پڑھیں گے۔

سید ارتضیٰ عباس نقوی

۲ر فروری ۲۰۱۹ء

سید ارتضیٰ عباس نقوی

مولانا حکیم سید فرمان علی اعلی اللہ مقامہ
حالاتِ زندگی اور خدمات

مولانا حکیم سید فرمان علی کی ذاتِ گرامی اربابِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کا ترجمہ کیا ہوا قرآن اس وقت ہر شیعہ گھر میں موجود ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں بار شائع ہو چکا ہے۔ ان کی اہلیت کو دیکھتے ہوئے اخبار شیعہ کالج نے ان کے لیے یہ القاب درج کیے:

عالمِ نبیل فاضل جلیل زبدۃ الفضلاء البارعین عمدۃ الاذکیاء الکاملین جناب حکیم حافظ مولوی سید فرمان علی صاحب۔ [1]

ولادت

مولانا فرمان علی کی عمر وفات کے وقت چالیس ۴۰ سال تھی اس اعتبار سے ان کی پیدائش ۱۸۷۶ء مطابق ۱۲۹۴ھ کے حدود میں قرار پاتی ہے۔

مولانا سعید اختر گوپالپوری نے ان کا سن ولادت ۱۲۲۳ھ لکھا ہے [2] جو شاید کتابت کی غلطی ہے ان کے اندازے کے مطابق ۱۲۹۳ھ ہوگا۔

وطن اور والدین

مولانا مرحوم کا وطن مالوف ریاست بہار کی معروف اور مردم خیز بستی چندن پٹی ضلع

---

(1) اخبار شیعہ کالج ۹ رجون ۱۹۱۶ء

(2) خورشید خاور، ص ۲۹۳

دربھنگہ سادات تھا، اسی بستی کے ایک غریب مگر باعزت زراعت پیشہ سید خاندان میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید لعل محمد ابن سید اصغر علی تھا۔ ①

ابتدائی تعلیم

گھر کا ماحول بالکل علمی تھا اس لیے ابتدائی تعلیم کے لیے کہیں اور جانے کی ضرورت نہ تھی۔ مولانا کے ابتدائی اساتذہ کون تھے اُن کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن ایک اندازہ ہے کہ اس وقت بھی ان کے وطن میں متعدد علماء موجود تھے ممکن ہے وہیں یہ مراحل طے پائے ہوں۔

مولانا سید علی حیدر کا بیان ہے کہ:

''ابتدائی کتابیں اپنے اطراف میں پڑھ کر لکھنؤ تشریف لے گئے۔ ②

لکھنؤ آمد

مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ کی بنیاد جمادی الاولی ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں رکھی گئی اس زمانے میں یہاں طلباء بہت کم تھے۔

مولانا سعید اختر گوپالپوری کا بیان ہے کہ:

''مولانا فرمان علی کے حقیقی چچازاد بھائی مولانا فخر الدین اس کے سب سے پہلے ممتاز الافاضل ہوئے تھے وہ اپنے کلاس میں تنہا تھے۔ ان کے بعد والے کلاس میں مولانا سید فرمان علی، مولانا سید محمد ہارون، مولانا سید سبط حسن جائسی اور مولانا سید محمد داؤد زنگی پوری تھے جو ۱۳۱۳ھ میں فارغ ہوئے۔ جن کے فقہ واصول کا پرچہ امتحان اس وقت کے مرجع اعلیٰ سید کاظم یزدی صاحب (عروۃ الوثقی) نے ترتیب دیا تھا اوران حضرات نے عربی میں ایسے جوابات لکھے کہ آیۃ اللہ یزدی نے بہت زیادہ تحسین وآفرین کی، قیام لکھنؤ میں آپ نے علم طب بھی حاصل کیا اور اس میں درجہ کمال تک پہونچ گئے افسوس یہ ہے کہ اس فن میں

---

① خورشید خاور، ص ۲۹۳

② رسالہ، الواعظ، ص ۷

آپ کے استاد کا نام نہیں معلوم ہو سکا"۔[1]

مولانا سید علی حیدر مرحوم نے مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ، مولانا سید ظہور حسین صاحب قبلہ اور مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ کو مولانا فرمان علی کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔اس کے بعد ان کے ذوقِ علم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ کو علم کی اشاعت کا اس قدر شوق اور تحصیل علم دین کرنے والوں کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اپنے زمانہ طالب علمی میں بمقام لکھنؤ بھی چھوٹے لڑکوں کی خدمت ان کی ماؤں کی طرح انجام دیتے اور پھر ان کو کمال توجہ سے پڑھایا کرتے۔"[2]

وطن واپسی اور مدرسۂ سلیمانیہ کے لیے خدمات

مولانا فرمان علی مدرسہ ناظمیہ کی آخری سند ممتاز الافاضل سے مشرف ہو کر اپنے وطن تشریف لائے۔[3]

مولانا سعید اختر لکھتے ہیں:

"۹ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۰۵ء کو پٹنہ سٹی میں جب مدرسہ سلیمانیہ کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے بانی نواب سید الطاف حسین رضوی صاحب کے التماس پر مولانا سید فرمان علی صاحب نے اس کی پرنسپل کا عہدہ قبول کر لیا اور انہوں نے مدرسہ کو اس درجہ ترقی دی کہ جب مدرسہ کا چوتھا سالانہ جلسہ ہوا جس میں انگریز کمشنر مہمان خصوصی تھے تو صاحب بہادر نے آپ کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ میں نے ایسی عمدہ تعلیم گاہ پہلی دفعہ دیکھی ہے۔ جو بغیر سرکاری امداد کے چل رہی ہے"۔[4]

یہ جلسہ ۱۱ راپریل ۱۹۰۹ء کو مدرسۂ سلیمانیہ میں ہوا تو اس میں کمشنر صاحب بھی تھے تو

---

① خورشید خاور، ص ۲۹۳

② رسالہ، الولی، ص ۷

③ رسالہ، الولی، ص ۷

④ خورشید خاور، ص ۲۹۴، ۲۹۵

صاحب بہادر نے آپ کی بے حد تعریف فرمائی اور کہا کہ میں نے ایسی تعلیم گاہ وبلا امداد گورنمنٹ پہلی دیکھی ہے جس کی خاص مسرت ہوئی اور نصاب مدرسہ کی تعریف فرمائی اور بار بار اپنی خوشی اور مدرسے کی تعریف فرماتے رہے۔ ①

آپ کے شاگرد

مولانا مرحوم کے تلامذہ پردۂ خفا میں ہیں، ان کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکی لیکن جن کے متعلق معلوم ہو سکا ان کی علمی صلاحیت اور زہد وتقوی کے پیش نظر ان کے استاد محترم کی شخصیت اور تبحر علمی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، یہاں بعض کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ استاد الواعظین مولانا سید عدیل اختر صاحب۔ سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

۲۔ مولوی سید محمد صاحب، آپ ہمیشہ مولانا مرحوم کی شاگردی پر فخر ومباہات کرتے اور بڑے عزت واحترام سے اپنے استاد کا نام لیتے تھے۔

۳۔ مولانا پروفیسر سید اعجاز حسین جعفری صاحب بھی آپ کے شاگرد رشید تھے، آپ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کی یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے صدر تھے انہوں نے اپنی ذہانت ،حاضر جوابی اور علمیت سے اپنے استاد محترم کا نام روشن کیا۔

۴۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب گوپال پوری، آپ اپنے استاد محترم کی تحریک پر پٹنہ آئے اور مدرسۂ سلیمانیہ کے مدرس مقرر ہوئے، پھر ترقی کر کے اسی مدرسہ کے پرنسپل ہوئے، آپ معقولات کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔

سادگی وخاکساری

مولانا مرحوم نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غریب پروری، خاکساری اور اقربا نوازی کے ساتھ ساتھ محنت کی عظمت کے دل سے قائل تھے۔ مظفر پور کی پریکٹس کے زمانہ

---

① ماہنامہ شیعہ، کھجوہ، مئی ۱۹۰۹ء

میں بھی اپنا کام خود کرتے تھے۔غریب رشتہ داروں اور طالب علموں کے ساتھ بے تکلف زمین پر بیٹھ جاتے اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔اس وقت مظفر پور اور دربھنگہ کے درمیان ریل نہیں تھی اور مولانا ستر کلومیٹر کا وہ سفر سائیکل سے کرتے تھے۔یہ اس علاقہ کی سب سے پہلی سائیکل تھی۔مومنین اور اہل بستی کی سفارش اہل ثروت سے کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔①

مولانا علی حیدر مرحوم کا بیان ہے کہ "طلبہ کو تو اپنی اولاد سمجھتے تھے اپنا مال کثیر ہر ماہ ان کی ذات میں صرف کر دیتے اور اپنی ظاہری عزت کی ذرہ برابر پروانہ کر کے بے تکلف خوشحال مومنین سے بھی ان کا انتظام کرا دیتے۔ایسے باعمل علماء سے زمانہ خالی ہوتا جاتا ہے"۔②

خودداری اور عزتِ نفس

اس کے باوجود، خودداری اور عزت نفس کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہوگا۔

ایک بار مولانا کی اکلوتی بیٹی کی بیماری کی خبر آئی۔آپ نے دربھنگہ جانے کے لئے چھٹی کی درخواست دی جسے سکریٹری مدرسہ نے منظور نہیں کیا۔آپ نے درخواست کی پشت پر اپنا استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا اور گھر چلے آئے۔یہ خبر مذہبی اور سماجی حلقوں میں پھیلی تو پورے عظیم آباد میں تہلکہ مچ گیا۔لوگ ان کو راضی کرنے کے لئے چندن پٹی تک آئے لیکن آپ نے چھوڑی ہوئی جگہ پر واپس جانا گوارہ نہیں کیا۔③

حق پسندی اور رعب ودبدبہ

مولانا مرحوم کی اقربا نوازی کے ساتھ ساتھ آپ کی حق پسندی اور انصاف پروری بھی

---

① خورشید خاور، ص ۲۹۵

② رسالہ، الولی، ص ۸

③ خورشید خاور، ص ۲۹۵

زباں زد خاص و عام تھی، ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

ایک بار ایک شکاری کی چڑیا چھین لینے کا واقعہ پیش آیا، فریادی نے ان کے ایک رشتہ دار کے بیٹے کا نام بتایا، آپ نے شکار کو اپنی جیب سے معاوضہ ادا کر کے رخصت کر دیا اور اس لڑکے کے ہاتھ پر آگ رکھوا دی۔ اتنے بڑے واقعہ پر کسی کو زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوئی، رعب کا یہ عالم تھا۔

مظفر پور کی مصروفیات

اس کے بعد آپ نے مظفر پور میں طبابت شروع کی۔ حکیم حاذق کی حیثیت سے ان کی شہرت پھیل گئی اور انگریز ڈاکٹروں کی پریکٹس ماند پڑ گئی۔ ①

حفظِ قرآن

مظفر پور میں مدرسہ جامع العلوم چھنڈواڑہ کے مدرس اعلیٰ، مولوی رحمۃ اللہ آپ کے پڑوسی تھے۔ دونوں میں بے تکلفی تھی ایک بار مولانا رحمہ اللہ نے مزاق میں کہا کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتے آپ نے اسی دن سے قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا اور پانچ ماہ کے مختصر عرصہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ اس کارنامہ کو دیکھنے کے لئے دور دور سے قاری اور حافظ جمع ہوئے اور سب نے آپ کی خداداد یادداشت کا لوہا مان لیا۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ جس طرح آپ سورہ الحمد سے سورہ ناس تک سنا سکتے تھے اسی طرح سورہ ناس سے سورہ الحمد تک سنا سکتے تھے۔ مولانا کو اپنے کمال علم کے ساتھ حفظ کے مقابلوں اور مناظروں میں دور دور تک جانا پڑتا تھا۔ اس سلسلے میں غالباً وہ پہلی مرتبہ پنجاب میں اس وقت گئے جب قادیانیوں سے قادر آباد گجرات میں مناظرہ تھا۔

ترجمہ قرآن کی خصوصیات

۱۳۲۶ھ میں آپ نے قرآن مجید کے اردو ترجمہ کا آغاز کیا اور دو سال کی مدت میں

---

① خورشید خاور، ص ۲۹۵، ۲۹۶

پایہ تکمیل تک پہونچا دیا۔ ①

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:

"آپ کے تالیفات میں ترجمۂ قرآن مشہور ترین علمی خدمت ہے جو معاصرین کے تمام تراجم میں ممتاز ہے اس کا تاریخی نام "کلام اللہ مترجمہ فرمان علی" ہے جو مؤلف کے اہتمام سے سب سے پہلے نور المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ ۱۳۳۰ھ میں چھپا اور قوم میں ہر طبقہ سے خراج تحسین و آفرین حاصل کیا لیکن یہ گراں قدر صحیفہ جس معمولی کاغذ اور رکی خط میں چھپا اُس کا مؤلف علام کو دلی صدمہ تھا اور دیباچہ میں اپنے رنج اور معذرت کا اظہار بھی فرمایا۔ افسوس ہے کہ مؤلف کے سامنے طبع دوم کی نوبت نہیں آئی۔ دوسرا ایڈیشن دواخانہ معدن الادویہ لکھنؤ نے ایک عرصہ کے بعد چھاپا وہ اغلاطِ کتابت کی کثرت سے نظر استحسان سے نہ دیکھا جا سکا۔ منشی مرزا محمد جواد صاحب مرحوم و مغفور کے حساس دماغ نے اس ضرورت کا احساس کیا اور تیسرا ایڈیشن ایسا شاندار طبع کیا جس نے یقیناً مترجمہ کی روح کو خوش کیا اور یہ رنگین قرآن اور حمائل شریف آج ہر شیعہ گھر میں موجود ہے"۔ ②

اس ترجمے کی متعدد خصوصیات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ سلاست اور روانی ہے کہ ایک طرف قاری آیت پڑھتا جائے اور دوسری طرف بین السطور اس کا سلیس ترجمہ۔ اس طرح مطلب آسانی سے سمجھ میں آتا چلا جائے گا۔

۲۔ قابل تشریح لفظ کے لیے قوسین میں متبادل لفظ یا جملہ استعمال کرنے سے ترجمہ میں مزید روانی پیدا ہو گئی ہے۔

۳۔ جو مطلب آیت کے ترجمہ میں واضح نہیں ہو پایا ہے اس کی وضاحت حاشیہ میں کر دی گئی ہے۔

۴۔ آیات کی شان نزول، مصادیق اور فضائل اہل بیت کا بیان نیز متعلقہ واقعات، شیعہ اور اہل سنت کی مستند اور معتبر کتابوں سے نقل کر کے قاری کے اطمینان کا مکمل سامان

---

① معجم مؤلفی الشیعہ ص ۳۰۱

② تذکرۃ الذاکرین، قلمی، اصل قلمی نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

فراہم کیا گیا ہے اس خصوصیت نے آپ کے ترجمہ قرآن کو مولانا مقبول احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن اور حواشی سے ممتاز کر دیا ہے۔

۵۔ ابتدا میں قرآن مجید کے مضامین کی مفصل فہرست ہے جس میں جداگانہ ابواب قرار دیئے گئے ہیں مثلاً باب التوحید، باب النبوۃ، باب القیامۃ، باب الفقہ والاحکام اور باب السیر والتاریخ۔

۶۔ ہر موضوع سے متعلق آیات کی نشان دہی کرتے ہوئے صفحہ نمبر بھی درج کر دیا گیا ہے تا کہ قاری کو آیت کی تلاش میں زحمت نہ ہو۔

۷۔ موضوع کے اعتبار سے آیات کا یہ انڈکس کمپیوٹر کے زمانے میں تو آسان ہے مگر اس زمانے میں ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔

۸۔ مضامین کا عنوان صفحات کے حاشیہ پر جلی حروف میں تحریر کیا گیا ہے۔

۹۔ ہر سورے کے آغاز میں حاشیہ پر اس سورے کے مضامین کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔

شیخ آقا بزرگ تہرانی کی نگاہ میں

شیخ آقا بزرگ تہرانی نے آپ کو سید فاضل کہہ کر یاد کیا ہے۔ (۱)

انھوں نے آپ کے ترجمہ قرآن کا تذکرہ اپنی مشہور کتاب الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ میں کیا ہے۔ (۲)

ترجمے پر علماء کی رائیں

اگر مولانا مرحوم کی زندگی کے تمام ترکاناموں کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس چیز نے آپ کو شہرۂ آفاق اور زندۂ جاوید بنایا وہ قرآن مجید کا ترجمہ، حواشی اور تفسیر ہے

---

(۱) نقباء البشر فی القرن الرابع عشر، ج ۵ ص ۳۰

(۲) الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ، ج ۴ ص ۱۲۷

، بلکہ اگر آپ کی علمی ، مذہبی ، معاشرتی اور تبلیغی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو وہ ترجمہ اور تفسیر قرآن میں سمٹ آئے گا، آپ نے بھی اس کا برملا اظہار فرمایا ہے، یہ عبارت ملاحظہ ہو:

"...اور خدا کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے عرض ہے کہ اس کو میری مغفرت کا ذریعہ قرار دے اور جس وقت اور جس روز ہر شخص کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال ہو میرے داہنے ہاتھ میں قرآن ہو"۔ [1]

حیرت ہوتی ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے کی زبان میں ایسی شستگی، سلاست اور معنی خیزی کہاں سے آ گئی اور ایسی کوثر کی دھلی ہوئی زبان ان کو کہاں سے مل گئی کہ مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی [2] جیسے استادِ فن نے ترجمۂ قرآن کو دیکھ کر کچھ اس طرح اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار کیا:

"میں اس ترجمہ کا بے حد مشتاق تھا، میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کتاب اللہ اردو میں نازل ہوتی تو آپ کے ترجمہ میں اور اس میں ایک نقطہ کا فرق نہ ہوتا یہ تو خود مسلسل ایک کتاب معلوم ہوتی ہے ترجمہ اور ترجمہ میں یہ سہولت و فصاحت ہم نے نہ سنی نہ دیکھی، خداوند عالم آپ کو زندہ رکھے اور ایسے ہی معجزات آپ سے ظہور میں آتے رہیں"۔

نجم العلماء نجم الملت والدین مولانا سید نجم الحسن [3] صاحب مرحوم نے اپنی رائے ان الفاظ میں دی:

---

[1] مقدمۂ قرآن

[2] صاحب نجوم السماء حکیم محمد علی کشمیری کے فرزند تھے۔ ۱۸۸۲ء میں لکھنؤ میں ولادت ہوئی اور ۱۹۳۵ء میں وفات ہوئی۔ اپنے عہد کے اساتذہ میں سے تھے۔ ہر صنف میں طبع آزمائی کی لیکن قصیدے کے میدان میں خوب نام پیدا کیا۔ شاعری کا مجموعہ "صحیفۂ ولائیہ" شائع ہو چکا ہے۔ "تجلیاتِ عباس" کے نام سے مفتی محمد عباس مرحوم کی بے مثال سوانح عمری لکھی تھی۔ ایک نسخہ میرے کتب خانے میں ہے۔

[3] تاریخ برصغیر کے عظیم عالم دین، ۱۸۶۳ء میں امروہہ میں ولادت ہوئی۔ مفتی محمد عباس لکھنوی کے شاگرد تھے، عربی میں بھی لاجواب شاعری فرماتے تھے، آپ کی قابلیت کو دیکھ کر آیت اللہ سید محمد کاظم طباطبائی، آیت اللہ سید اسماعیل صدر، آیت اللہ شیخ عباس آل کاشف الغطاء، آیت اللہ محمد حسین مامقانی، مولانا سید ابوالحسن لکھنوی نے ایسے اجازے دیے کہ آپ کی اہلیت مسلم ہو گئی۔ مدرسۃ الواعظین کی بنیاد آپ نے رکھی۔ ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ متعدد علمی آثار آپ سے یادگار ہیں۔

''ایسے کلامِ بلاغت نظام کا کسی دوسری زبان میں صحیح با محاورہ ترجمہ کرنا نہایت امر عظیم ہے یہی سبب ہے کہ بعض مترجم محاورے کی پابندی نہ کرسکے اور بعض اغلاط سے محفوظ نہ رہ سکے ایسے ترجمے کی بہت ضرورت تھی جو قابل اعتماد اور مطابق ارشادِ اہلبیت امجادؑ ہو۔ بحمد اللہ اس ضرورت کو ۔۔۔ جناب مولانا فرمان علی نے ۔۔۔ باحسن وجوہ پورا کردیا۔۔۔ اس ترجمے سے اردو سمجھنے والوں کو قرآنِ مجید کے عجائب واسرار پر اتنی اطلاع ہوسکے گی کہ دیدہ ودل ان کے روشن ومنور ہوجائیں گے اس کے علاوہ ضروری اور مفیدِ عام توضیح وتصریح خوش اسلوبی سے لکھی ہے۔ بالخصوص آیات فضائل اہلبیت کی جو روحِ قرآن ہے اچھے طریقے سے توضیح کردی ہے۔ لہٰذا اس ترجمہ کی اشاعت وترویج میں جس قدر کوشش کی جائے باعثِ اجرِ جزیل وثوابِ جمیل ہوگی''۔

جناب باقر العلوم مولانا سید محمد باقر[1] صاحب قبلہ کی رائے یہ تھی:

''اس ترجمۂ مبارکہ قرآن مجید جسے ۔۔۔ مولانا سید فرمان علی ۔۔۔ نے تحریر فرمایا ہے ۔۔۔ اس کے استماع سے نہایت مسرور ہوا اور محاسن کثیرہ اور فوائد عزیزہ پر مشتمل پایا خصوصاً ۔۔۔ فضائل اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے متعلق آیات کی تشریح وتوضیح نہایت حُسن وخوبی سے اس ترجمے میں کی گئی ہے لہٰذا امول اخوانِ مومنین سے یہ ہے کہ اس ترجمے کی نہایت قدر کریں گے اور اس کی طبع ونشر میں کوشش فرمائیں گے''۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ترجمے کی تعریف اس عہد کے علماء نے بہت واضح

---

[1] ۱۸۶۸ء میں لکھنؤ مین ولادت ہوئی۔ آپ کے والد مولانا سید ابوالحسن لکھنوی بھی خاندانِ اجتہاد کے عظیم علماء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم علمائے ہندوستان سے پائی اس کے بعد ۱۳۰۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ کربلا چلے گئے وہاں شیخ فتح اللہ اصفہانی، آیت اللہ سید محمد کاظم خراسانی، آیت اللہ سید محمد کاظم طباطبائی، الحاج میرزا خلیل طہرانی، علامہ نوری طبرسی اور آیت اللہ محمد حسین شہرستانی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد لکھنؤ آگئے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا سبط حسن صاحب نے خوب نام پیدا کیا۔ کربلا میں آپ کا مکان تھا وہیں ۱۶رشعبان ۱۳۴۸ھ میں وفات پائی اور حرم امام حسینؑ میں دفن ہوئے۔ آپ بے مثال عربی قصائد کہتے تھے۔ متعدد عربی کتابیں آپ سے یادگار ہیں۔

الفاظ میں فرمائی تھی۔ جناب ظہور الملت مولانا سید ظہور حسین [1] صاحب قبلہ کی رائے یہ تھی:

"۔۔۔قرآن مجید کے بہت سے ترجمے دیکھنے میں آئے لیکن کوئی ترجمہ ایسا نظرِ قاصر سے نہیں گزرا جس میں قرآن مجید کی عبارت شریفہ کا اصل مقصود محفوظ رہا ہو البتہ اگر کسی ترجمے میں اصل مقصود کی مطابقت اور مرادِ خدا کی موافقت کا دعویٰ ہوسکتا ہے تو وہ محض ایک ترجمہ معلوم ہوتا ہے جس کو جناب مولانا المولوی سید فرمان علی ۔۔۔ نے تحریر فرمایا ہے۔۔۔یہ ترجمہ اپنے اسلوب کی شائستگی اور روز مرہ کی خوبی اور تفاسیر حقہ کی مطابقت میں اپنا نظیر آپ ہے۔۔۔ حضرات مومنین اس کے فوائدِ بیش بہا سے فائدہ اٹھائیں۔۔"۔

صدر المحققین ناصر الملت والدین جناب مولانا السید ناصر حسین [2] صاحب قبلہ کی صائب ترین رائے یہ تھی:

"فاضل جلیل مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ہندوستان میں کسی خاص تعارف کے محتاج نہیں آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ اردو میں کیا ہے وہ اور قرآن مجید کے ترجموں سے بہتر وصحیح تر ہے حاشیہ پر تفسیر بھی ہے جو احادیثِ صحیحہ اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ غرض اس ترجمے کی اس وقت کوئی نظیر نہیں مل سکتی"۔

---

[1] اپنے وقت کے عظیم عالم دین جن کی دھوم پورے ہندوستان میں تھی۔ میران پور ضلع مظفر نگر سادات بارہا سے تعلق تھا۔ ۱۲۸۳ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ منطق وفلسفہ میں استاذ الکل سمجھے جاتے تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں نواب رامپور نے آپ کو طلب کرلیا اور ان کی خواہش پر جامع حامدی لکھنا شروع کی جس کی چار جلدیں کتاب التوحید، کتاب العدل، کتاب النبوۃ اور خصائص معاویہ میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تقریر الحاسم ورتق عروی حضرت قاسمؑ کے دو حصے، الشافی شرح اصول کافی کتاب الایمان والکفر اور مسائل جعفریہ بھی موجود ہیں۔

[2] سید ناصر حسین موسوی (۱۲۸۳ھ - ۱۳۶۱ھ) برصغیر پاک و ہند کی مشہور ترین شیعہ، صاحب فتویٰ اور مجتہد شخصیات میں سے ہیں۔ انہیں پاک وہند میں ناصر الملت کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ خاندان کنتوری کے چشم و چراغ اور صاحب عبقات الانوار میر سید حامد حسین موسوی کی یادگار تھے۔ ہندوستان کا معروف ترین کتابخانہ ناصریہ آپ ہی کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے ساری زندگی قومی، ملی اور مذہبی ترقی کیلئے کام کیا۔ اپنے زمانے میں شیعوں کا مرکز جانے جاتے تھے۔ عملی زندگی میں شاگرد پروری، قومی وملی خدمات کے ساتھ ساتھ تالیف وتحقیق میں ۱۳ کے قریب قابلِ ذکر آثار چھوڑے جن میں عبقات الانوار کی تکمیل کا کام بھی شامل ہے۔

مولانا کے رفیقِ خاص جناب شمس العلماء مولانا سبطِ حسن ① صاحب جائسی لکھتے ہیں:

"میرے عزیز دوست فاضل اجل نحریر اکمل عمدۃ العلمائے الاعلام مولانا المولوی سید فرمان علی صاحب ممتاز الافاضل دامت برکاتہ کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جناب ممدوح قرآن مجید کے مروج احکام بھی ہیں حافظ بھی ہیں اور اب مترجم بھی ہو گئے ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم"۔ ②

عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین ③ عرف کبن صاحب قبلہ نے تیسرے ایڈیشن پر اپنی یہ رائے دی تھی:

"اکثر حضرات نے اردو میں ترجمہ کیا مگر کوئی ترجمہ غلط کوئی محاورہ کی قید بند سے آزاد۔۔۔ اس لیے یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ دورِ حاضر مین جناب مولانا السید فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ترجمہ صحت مطابقت محاورات مطابقت تفاسیر صحیحہ کے اعتبار سے بے مثل و نظیر ہے"۔

مولانا ابن علی واعظ ④ صاحب کے یہ الفاظ یقیناً حقیقت پر مبنی ہیں:

---

① سید سبطِ حسن ابن سید وارث حسن نقوی جائسی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں جائس ضلع رائے بریلی میں ولادت ہوئی۔ مولانا فرمان علی مرحوم کے ہم جماعت تھے۔ جدید اردو ذاکری کے بانی ہوئے۔ آپ کی خطابت بے مثل تھی۔ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔ لوگ آپ کو آج بھی خطیب آلِ محمدؐ، بلبل بوستان خطابت اور عالم شیوا بیان جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔ شان سے جنازہ اٹھا اور امام باڑہ غفران مآب میں تدفین ہوئی۔

② ماہنامہ اصلاح، کھجوہ، ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

③ شامِ غریباں کے پہلے ذاکر اور بے مثل و بے نظیر خطیب، جن کی خطابت کو لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔ ان کے والد قدوۃ العلماء سید آقا حسن صاحب قبلہ تھے جو ہندوستان بھر میں جانے جاتے تھے۔ انہوں نے عماد الاسلام کی پہلی جلد کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا جو میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ کبن صاحب قبلہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء مین وفات پائی۔ امام باڑہ غفران مآب میں زیرِ منبر دفن ہوئے۔

④ مدرسۃ ناظمیہ کے افاضل اور حضرت نجم الملت کے شاگردوں میں تھے۔ ان کے فرزند مولانا سید محمد عادل رضوی صاحب مرحوم تھے جو پاکستان آ گئے اور رضویہ امام بارگاہ، کراچی، میں پیش نماز تھے۔ مولانا ابن علی کے انتقال پر نجم الملت نے کہا تھا کہ "بڑے عالم اور متقی و پرہیزگار سے دنیا خالی ہو گئی"۔ مطلع انوار ص ۵۲

"ضرورتیں بدلیں گی یا زمانے کے ساتھ بڑھیں گی اور ترجمہ اور تفسیر قرآن کی ضرورت پڑے گی مگر اردو ترجمہ قرآن مولانا فرمان علی کے رواں، سہل اور شیریں ترجمہ کی طرح اب نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ دعوی صحیح ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرثیہ انیس کی طرح ترجمۂ فرمان بھی اردو زبان کے ساتھ زندہ رہے گا یا یوں کہئے کہ مرثیہ انیس اور ترجمۂ فرمان علی کے سایہ میں اردو زبان زندہ رہے گی۔ اسے ختم کرنے کی بات سوچنا گونگے کے خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا"۔

دراصل اس ترجمہ میں آپ نے اپنے علم اور فہم وفراست کے ساتھ ساتھ اپنا دل اور خلوص بھی لگا دیا تھا، چنانچہ اسی خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج ہندو پاک، بنگلہ دیش، انگلینڈ، امریکہ، افریقہ غرض ساری دنیا کا ہر اردو داں مسلمان عموما اور شیعہ خصوصا ان کے کمال کا معترف ہے اور بارہا اس ترجمہ کی اشاعت ہو رہی ہے۔ خدایا! اس ترجمۂ قرآن سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق کرامت فرما۔

شادیاں اور اولادیں

آپ کی شادی آپ کے چچا سید ظہیر الدین ابن سید اصغر علی کی صاحبزادی "کنیز سیدہ" سے ہوئی تھی، جو مولانا سید فخر الدین کی بہن تھیں، کئی اولادوں میں صرف ایک بیٹی بی بی ہاجرہ زندہ رہیں۔ اولاد نرینہ کی تمنا میں مولانا مرحوم نے محلہ کمرہ مظفر پور میں ایک بیوہ مومنہ سے بھی شادی کی تھی مگر ان سے بھی صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی جو کمسنی میں انتقال کر گئی۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بی ہاجرہ کی شادی مولانا سید صغیر حسن صاحب ملک پوری سے ہوئی جو مدرسہ سلیمانیہ میں مدرس اعلی تھے۔

مولانا فرمان علی صاحب کی اولادوں میں صرف دو نواسے اور تین نواسیاں ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

ترجمۂ قرآن کے علاوہ مولانا مرحوم کے جن قلمی جواہر پاروں کا پتہ لگایا جاسکا ان کی

فہرست کچھ اس طرح ہے:

۱۔ کتاب النحو (مطبوعہ)

۲۔ کتاب الصرف (مطبوعہ)

۳۔ الولی (موجودہ کتاب)

اہل حدیث کے نامور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر اہل حدیث (امرتسر) سے آیہ ولایت کی تفسیر پر آپ سے تحریری مناظرہ ہوتا رہا جو اہل حدیث اور اصلاح میں چھپتا رہا۔ ادارہ اصلاح نے ان مضامین کا مجموعہ الولی کے نام سے شائع کیا۔

۴۔ کتاب دینیات (چار جلدیں)

مدرسۂ سلیمانیہ کے نصاب کی ترتیب کے سلسلہ میں آپ نے اردو دینیات کی چار کتابیں لکھیں جن میں تین طبع ہوئیں اور مقبولیت کے پیش نظر اب بھی اکثر شائع ہوتی رہتی ہے۔

۵۔ سوانح عمری جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا (ضائع ہوگئی)

۶۔ فدک (ضائع ہوگئی)

۷۔ علم فرائض پر ایک کتاب۔ بحوالہ تذکرۂ بے بہا

۸۔ ان کے علاوہ آپ کے بے شمار دندان شکن مضامین بھی آپ کے قلمی جواہر پاروں میں شامل ہیں۔

۹۔ جس چیز نے مولانا حافظ سید فرمان علی کو زندہ جاوید بنادیا وہ ان کا ترجمہ قرآن مجید ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ بہار کے ایک دیہات کے رہنے والے میں ایسی شستگی سلاست و معنی خیزی کہاں سے آگئی اور ایسی کوثر میں دھلی ہوئی زبان ان کو کہاں سے مل گئی۔ کہ عزیز لکھنوی جیسے استاد فن نے یہ لکھا کہ میرا عقیدہ ہے کہ گر یہ کتاب اللہ اردو زبان میں نازل ہوتی تو آپ کے ترجمہ میں اور اس میں ایک لفظ کا فرق نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے حواشی میں آپ نے فضائل اہل بیت علیہم السلام کی آیتوں کی تشریح از اول تا آخر اہل سنت کی معتبر کتابوں سے کی ہے۔ اور اس چیز نے آپ کے ترجمہ قرآن کو مولانا مقبول احمد

صاحب مرحوم کے ترجمہ اور حواشی سے ممتاز کردیا ہے۔

کراچی کے حاجی حسن علی، پی ابراہیم مرحوم بانی و متولی پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ نے اس ترجمہ کو چھپوانا چاہا تو مولانا نجم الحسن کراروی مرحوم (پشاوری) سے فرمائش کی کہ وہ ترجمہ و حواشی پر نظر ثانی کریں۔ مولانا نے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ انہوں نے ان تبدیلیوں کو مولانا محمد مصطفیٰ جوہر کو دکھالیا ہے۔

مولانا سعید اختر کا بیان ہے کہ:

"راقم الحروف نے جب استاذ محترم مولانا محمد مصطفیٰ جوہر سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مولانا نجم الحسن صاحب نے چند سطریں ادھر ادھر سے پڑھ کر سنائیں تھیں۔ میں نے بالاستیعاب ان کے ترمیمات کو نہیں دیکھا ہے"۔[1]

وفات اور مدفن

۱۹۱۶ء میں مظفر پور میں ہیضہ کی وبا آئی جس میں آٹھ دن دن مبتلا رہ کر مولانا فرمان علی نے ۴ر رجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷ رمئی ۱۹۱۶ء کو رحلت فرمائی۔ اور کمپنی باغ مظفر پور کربلا میں دفن ہوئے۔[2]

صفی لکھنوی نے اس مصرعے سے تاریخ نکالی:

فکر نے کوہ کنی کی تو یہ نکلی تاریخ	ایک الحمد کو ہے حافظِ قرآں محتاج
۳۱	۱۹۱۶ء = ۳۱ ـ ۱۹۴۷

دوسرے مصرع کے اعداد سے کوہ کے اعداد (۳۱) کا تخرجہ کیا گیا ہے۔

شیخ محمد جان عروج فیض آبادی کا درج ذیل قطعہ تاریخ مولانا کی سیرت و تاریخ پر روشنی ڈالتا ہے:

وادریغا، اٹھ گیا دنیا سے وہ یکتائے عصر جس کا اب ممکن نہیں اس دور میں ثانی کہیں

---

① خورشید خاور، ص ۲۹۷

② خورشید خاور، ص ۲۹۸

علمِ طب میں بے بدل، دستِ شفا حکمت مآب
تھے یہاں کی سرزمیں پر عیسیِٔ گردوں نشیں

واعظ و ذاکر، محدث، مادحِ آلِ عبا
کاملِ علمِ کلام و عالمِ دینِ مبیں

متقی، محتاط، زاہد، عابد و پرہیزگار
روزِ روشن تھا نشانِ سجدہ بالائے جبیں

تھے معاون جان و دل سے شیعیانِ ہند کے
رکنِ اعلیٰ تھے ز ارکانِ گروہِ مومنیں

سیدِ عالی نسب والا حسب ذی اختیار
یعنی فرمانِ علی، از آلِ فخر المرسلیںؐ

سخت اسہال وبا میں یک بیک ایسے پڑے
روزِ اول ہی ہلاکت کا ہوا خود کو یقیں

آٹھ دن نامی معالج کا ہوا کامل علاج
پر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوائیں جتنی کیں

ڈاکٹر، بید اور اطبائے زماں کیا کر سکیں
جب کہ فرمانِ قضا میں بس مسیحا کا نہیں

چوتھی کو ماہِ رجب کی روزِ یکشنبہ کی صبح
دارِ فانی سے ہوئے دارِ بقا رحلت گزیں

سالِ ہجری، عیسوی کی فکر ہی میں تھا عروجؔ
ناگہاں آئی صدائے خازنِ خلدِ بریں

جائے جنت میں فرمانِ علی حق پسند
پائی جب آواز طبتم فادخلوھا خالدین

۱۳۳۴ھ — ۱۹۱۶ء

ایصالِ ثواب کی مجلسیں

مولانا کی خبرِ ارتحال پر پورا ہندوستان سوگوار ہوگیا۔ شہر شہر مجلسیں ہوئیں۔ مدرسۂ ناظمیہ کی جانب سے ایک سالانہ مجلس منعقد ہوئی جس سے ملک الناطقین مولانا سبط حسن صاحب مرحوم نے خطاب کیا۔ اس بارے میں مولانا سید محمد حسین نوگانوی لکھتے ہیں:

"۱۶ ررجب ۱۳۳۴ھ [کو] ایک مجلسِ فاتحہ خوانی منجانب مدرسہ ناظمیہ منعقد کی گئی حضرات علمائے اعلام اور مومنین عالی مقام اور متعلمین ذوی الاحترام تشریف فرما ہوئے دیر تک قرآن خوانی ہوتی رہی جناب عمدۃ العلماء الکرام مولوی سید سبطِ حسن صاحب قبلہ ممتاز الافاضل نے منبر پر ایسا مضمونِ عبرتناک بیان فرمایا کہ جو بیان سے باہر ہے اور اس مجلس کا ثواب مولوی صاحب مرحوم کی روح کو ہدیہ کیا گیا۔ شیعہ کانفرنس اجلاس دہم منعقدہ اوائل

اپریل ۱۹۱۷ء بمقام لکھنؤ رزولیوشن نمبر ۱۹ کی جناب مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ نے ان الفاظ میں تحریک اور مرزا محمد ہادی صاحب [عزیز لکھنوی] نے تائید کی کہ یہ کانفرنس عالی جناب مولوی حکیم حافظ سید فرمان علی صاحب ممتاز الافاضل مرحوم اور جناب سید علی محمد صاحب عارف کی وفاتہائے حسرت آیات پر اظہار ملال کرتی ہے اور مرحومین کے اخلاف سے اظہار ہمدردی کرتی ہے"۔[1]

مولانا فرمان علی سے پہلے کے قرآنی ترجمے

عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ اردو میں شیعوں کا پہلا ترجمہ کون سا ہے اس سلسلے میں بعض لاعلمی کے سبب مولانا فرمان علی ہی کے ترجمے کو پہلا سمجھنے لگتے ہیں۔ یہاں ایک فہرست درج کی جارہی ہے جس کے ذریعے سے اس سوال کے جواب میں مدد ملے گی:

۱۔ اردو کا پہلا شیعہ ترجمہ تقریباً ۱۸۴۰ء میں مرزا امداد علی لکھنوی نے کیا تھا جو مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر نے اردو اخبار پریس دہلی سے چھپوایا تھا۔ اس کا ایک اعلان ۱۸۴۷ء کے "دہلی اردو اخبار" میں بھی چھپا تھا۔ لیکن اس کے مطبوعہ نسخے پر کہیں بھی نہ مترجم کا نام ہے اور نہ تاریخ اشاعت اور نہ ہی سرورق۔ حاشیے میں موجود تفسیر کے آخر میں ا۔ع سے اس کے مترجم کی تائید ہوجاتی ہے۔ میرے کتب خانے میں اس قرآن کے دو مختلف مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔

۲۔ مولوی سید عبداللہ، ۱۸۳۸ء/ ۱۲۵۴ھ کا ٹائپ شدہ ترجمہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن میں موجود ہے یہ ترجمہ آٹھ سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ کرامت علی جونپوری ۱۸۳۷ء/ ۱۲۵۳ھ کا یہ ترجمہ 'کوکب دری' کے سرکار عالی، حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔

۴۔ مولوی انور علی لکھنوی ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں قرآن کا ترجمہ کیا جو کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔

---

[1] تذکرہ بے بہا، ص ۲۸۲، ۲۸۳

۵۔ مولوی سید علی مجتہد ابن غفرانمآب، ۱۸۴۱ء / ۱۲۵۷ھ کا ترجمہ و تفسیر 'توضیح المجید' کے نام سے دو جلدوں میں حیدری پریس سے بمبئی سے شائع ہوا۔

۶۔ سید ظہیر الدین بگرامی کا ۱۸۷۳ء / ۱۲۹۰ھ کا ترجمہ قرآن مجید برٹش میوزیم لائبریری لندن میں موجود ہے۔ یہ ترجمہ چھ سو چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ مولانا محمد حسین نقوی کا ترجمہ مع تفسیر، ۱۸۷۶ء / ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا۔

یہ ترجمہ اور تفسیر مرتضوی پریس دہلی میں طبع ہوئی۔ اس کا مکمل نام معاملات الاسرار فی مکاشافات الاخبار معروف بتفسیر حضرت شاہی ہے۔

۸۔ سید زین العابدین نے قرآن کا ترجمہ ۱۸۸۶ء / ۱۳۰۴ھ میں کیا۔ یہ کاشف النعم کے نام سے کیا گیا ہے۔ الہ آباد میں ہندوستانی اکیڈمی کے تحت شائع ہوا۔

۹۔ سید محمد علی کا ترجمہ مع مبسوط حواشی کے ۱۸۸۶ء / ۱۳۰۳ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوا۔ یہ لکھنؤ کے حاجی محمد قلی خان کانپوری پریس میں طبع ہوا۔ متن کے بغیر پہلا ترجمہ پاک و ہند میں ہوا جو ایک شیعہ عالم نے کیا۔ العابدین کا ترجمہ ۱۸۸۷ء / ۱۳۰۴ھ میں شائع ہوا۔

۱۰۔ حکیم سید محمد حسن امروہوی کی ۱۸۸۷ء / ۱۳۰۵ھ میں ترجمہ و تفسیر 'غایۃ البرہان' کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلا ایڈیشن امروہہ کے مراد آباد میں اور دوسرا امروہہ مطبع ریاضی پریس سے طبع ہوا۔

۱۱۔ مولوی سید عمار علی نے ۱۸۹۰ء / ۱۳۰۷ھ میں ترجمہ اور تفسیر کیا۔ یہ تفسیر 'عمدۃ البیان' کے نام سے دہلی کے مطبع یوسفی سے شائع ہوا۔ یہ ایک ہزار چھ سو چوہتر ۱۶۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۲۔ مولوی محمد باقر کا ترجمہ ۱۸۹۳ء / ۱۳۱۰ھ میں مفید عام پریس سیالکوٹ سے شائع ہوا۔

۱۳۔ سید علی لکھنوی کا ترجمہ ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۳ھ میں 'تنویر البیان' کے نام سے مطبع

اعجاز محمدی آگرہ سے شائع ہوا۔

۱۴۔ مولانا فرمان علی مرحوم کا ترجمہ۔ اس کا تاریخی نام ''کلام اللہ مترجمہ فرمان علی'' ہے جو مؤلف کے اہتمام سے سب سے پہلے نور المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں چھپا۔ اس کے بعد متعدد بار چھپتا رہا اور آج تک چھپ رہا ہے۔

۱۵۔ مولانا شیخ محمد علی کا ترجمہ، ۱۳۳۰ھ میں مطبع اثنا عشری دہلی سے طبع ہوا۔ اس میں ۹۶۸ صفحات ہیں۔

۱۶۔ مولانا اولاد حیدر فوق بلگرامی کا ترجمہ، نظامی پریس لکھنؤ۔

۱۷۔ مولانا مقبول احمد دہلوی نے ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ میں ترجمہ کیا جو مقبول پریس دہلوی سے شائع ہوا۔ نو سو چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ترجمہ نواب حامد علی خان نواب رام پور کے ایما پر کیا گیا۔

اس کے بعد بھی شیعہ علماء کی طرف سے متعدد ترجمے شائع ہوتے رہے جن کے تذکرے کا اس وقت محل نہیں ہے۔ اس فہرست سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیعہ اردو ترجموں میں مولانا فرمان علی مرحوم کا ترجمہ ۱۴ ویں نمبر پر ہے۔ مولانا مقبول احمد صاحب کا ترجمہ ان کی وفات [۱۹۱۶ء] کے بعد ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب آیت ولایت کی تفسیر ہے جو خالصتاً امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ اس آیت پر معترضین کی جانب سے اعتراض ہوتے رہے ہیں اور ہر عہد میں شیعہ علماء نے اس کے وافی وشافی جوابات دیے ہیں۔

اردو میں اس بارے میں جو مواد ہے اس کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ اس کے لیے إنارة البصائر، قواضب الاسیاف اور تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں لکھی گئی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں لیکن یہ کتاب دراصل مولانا فرمان علی مرحوم کے مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ اصلاح (کھجوہ، بہار) میں جمادی الاول ۱۳۲۷ھ سے لے کر ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ تک قسط وار

شائع ہوئے تھے۔

اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری [1] مولانا فرمان علی سے مناظرہ کرنے کے لیے بہار آئے اور مدرسہ سلیمانیہ (پٹنہ) میں مناظرہ ہوا۔ اس کی روداد مولانا فرمان علی ہی کے قلم سے اس کتاب کے آغاز میں آپ ملاحظہ فرمالیں گے۔ اس میں مولانا سبط حسن صاحب قبلہ بھی شریک تھے۔ پھر دونوں میں تحریری مناظرہ ہونے لگا۔ مولوی ثناء اللہ اپنے رسالے ''اہلحدیث'' میں اعتراض کرتے تھے اور مولانا فرمان علیؒ ''اصلاح'' میں جواب دیتے تھے۔ اس کا بنیادی موضوع امیر المومنینؑ کی خلافتِ بلافصل ہے جس کو علمِ کلام اور علمِ تفسیر کے اصولوں کے تحت ثابت کیا گیا ہے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہو جائے گا یہ اہل علم کے لیے ایک نادر تحفہ ثابت ہوگی۔ یہ کتاب ادارہ اصلاح (کھجوہ) سے ایک ہی بار شائع ہوئی تھی اس کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی اب ہم اسے ۱۴۰۰ سالہ یادگار شہادتِ امیر المومنینؑ کے موقع پر شائع کر رہے ہیں۔ اصل کتاب پر سنِ طباعت درج نہیں ہے لیکن یہ طے ہے کہ ۱۹۱۶ء کے بعد چھپی ہے۔ کتابت دیدہ زیب تھی اس لیے اس کا عکسی ایڈیشن ہی شائع ہو رہا ہے امید ہے کہ شائقین قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

والسلام

سید ارتضیٰ عباس نقوی

۲ رفروری ۲۰۱۹ء

---

① مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (پیدائش: ۱۲رجون ۱۸۶۸ء، وفات: ۱۵رمارچ ۱۹۴۸ء) معروف عالم دین تھے جو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ مولانا غلام رسول قاسمی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا احمد حسن کانپوری، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے علوم دینیہ حاصل کیے۔ مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث تھے اور اپنے مسلک کی ترویج کے لیے تمام زندگی کوشاں رہے۔ اخبار اہل حدیث جاری کیا۔ اور بہت سی کتب لکھیں۔ مشہور تصنیف تفسیر القرآن بکلام الرحمن (عربی) ہے۔ دوسری تفسیر ''تفسیر ثنائی'' (اردو) ہے۔ ۱۹۴۷ء میں سرگودھا میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں بعارضہ فالج وفات پائی۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

تمہارا حاکم اور سرپرست بس یہی ہے اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں

الحمد للہ

کہ

رسالہ مبارکہ ذخیرہ تحقیقات عالیہ

الولی

مصنفہ

جناب عمدۃ العلماء المحققین زبدۃ الفضلاء المدققین مولانا الحکیم سید فرمان علی صاحب قبلہ ممتاز الافاضل مدرس اعلیٰ

مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ اعلی اللہ مقامہ

(جس میں اس مناظرہ کی مفصل کیفیت درج ہے جو خلافت بلا فصل حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق مشہور مناظر و عالم اہلسنت جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر

اور مولانا سے مرحوم میں مدت دراز تک ہوتا رہا)

باہتمام

دائرۂ تحقیق کھجوا ضلع سارن (صوبہ بہار)

مطبع اصلاح کھجوا میں چھپ کر شائع ہوا

کتاب ''الولی'' کی پہلی اشاعت کا سرورق

مولوی ثناء اللہ صاحب کی راستبازی

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمہیں منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا

صفر کی بائیسویں تاریخ ہے اور شام کا وقت ہے اور میں دریا کنارے گلزار باغ جہاز اسٹیشن پر اپنے ایک خاص عزیز کو (جو حج سے واپس آئے تھے) رخصت کرنے کی غرض سے گیا ہوں وہاں سے پلٹتا ہوں اور سات بجنے کے بعد مدرسہ کے احاطہ میں پہونچتا ہوں اور یہ خبر معلوم ہوتی ہے کہ نواب انصار صاحب رئیس گلزار باغ پٹنہ تشریف لائے ہیں اور ان کے علاوہ چند حضرات اور بھی آئے ہوئے ہیں یہ سنکر میں اپنے قیام گاہ پر آتا ہوں اور اپنے معزز دوست مولانا سید سبط حسن صاحب کو جو ایک روز قبل سے تشریف رکھتے ہیں اور نواب صاحب موصوف اور اپنے خاص دوست سید محمد اسحاق صاحب اور پانچ اجنبی آدمیوں کو اپنے کمرے میں موجود پاتا ہوں۔ میں بیٹھتا ہوں اور بیٹھتے ہی مذہبی چھیڑ چھاڑ شروع ہوجاتی ہے (جس کو میں آیندہ عرض کرونگا) مجھے اس تحریر سے نہ بحث کرنی منظور ہے نہ جھگڑا بلکہ صرف اتنا دکھلا دینا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث اس واقعہ کے بیان کرنے میں کتنا سچ بولے اور اسکی تصدیق ان کے ساتھی حضرات سے بھی چاہتا ہوں اور اسکے بعد پھر موقع موقع پر ایک آیت کی تلاوت کرتا جاؤں گا۔

یہ واقعہ جس دن کا ہے اسی دن میرے احباب نے مجھ سے اصرار کیا تھا کہ تم اس واقعہ کو من وعن لکھکر شایع کردو مگر میں نے عمداً اس سے پہلو تہی کی تھی اور اس کو معمولی بات ناقابل اعتنا سمجھکر ٹال دیا تھا مگر یہ نہ سمجھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب باستثناء اللہ حق سے کنارہ کشی میں مشتاق ہیں کہ دو روز کے واقعہ کو یوں بنا دینگے۔ جب مجھے اسکا بھی یقین ہوگیا کہ ان کے پیشواؤں نے اگر خم غدیر کے واقعہ کو دو ڈھائی مہینے کے اندر عمداً بھلا دیا اور اس کو جھٹلا کر دکھایا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ تو ان حضرات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

آج تیرہویں ربیع الاول روز دوشنبہ کو اہلحدیث کا پرچہ نظر پڑا جسمیں "میرا اصغر" کی سرخی سے عظیم آباد پٹنہ کی حالت لکھتے ہوئے اس واقعہ کو تحریر فرماتے ہیں۔ مجھے صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کی راستگوئی دکھانا ہے اور یہ بھی دکھلا دینا ہے کہ یہ لوگ خواہ مخواہ کی چھیڑ کیونکر نکالتے ہیں۔ میں اون حضرات اہل تشیع سے بھی انکے اقوال کا امادطلب ہوں جو بید حڑک فرمایا کرتے ہیں کہ اصلاح وغیرہ خواہ مخواہ کی چھیڑ نکالتے ہیں جس سے جھگڑوں کی ابتدا ہوتی ہے حالانکہ انکو خبر نہیں کہ شیعہ کبھی اپنی طرف سے ابتدا نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ ان حضرات اہلسنت کے اعتراضات اور زیادہ سرائیوں کا جواب دیتے ہیں شیعوں کی طرف سے نہ کبھی جھگڑے کی ابتدا ہوتی ہے نہ ہوگی مگر بات تو یہ ہے کہ شیر ہزار کج ادا ہو اگر دستے کو چھوڑ دیں سیدھے رستے ٹھنڈے ٹھنڈے چلے مگر خواہ مخواہ جیسے خطرے جانور بغیر چھیڑے نہیں مانتے اور پھر شیر ذکو کچھ نہ کچھ چشم نمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو شوق ہے تو بسم اللہ میدان میں آئیں تقریراً یا تحریراً جسطرح چاہیں مناظرہ کرلیں اور میں اسی آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ سے بلا فصل علی ابن ابیطالب کو ثابت کر دونگا اور اُس وقت میں یہ بتا دونگا کہ جس طرح اُس دن شب کو میدان ہمارے ہاتھ رہا اور مولوی صاحب وقت کی تنگی اور ازکی خستگی کا گرم پانی پینے پر بھی عذر کرکے بھاگتے نظر آئے اور ایسے محترم بزرگ (مولوی سبط حسن صاحب) جو اُن سے مولوی فاضل کے امتحان میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا نمبر چودہواں تھا اور انکا باوجود اپنے کھسیانے پن میں لو آموز "نہ لگے ع بایں عقل و دانش بباید گریست اور میں ہرچند روکتا رہا گر مولوی صاحب بھی تشریف رکھئیے ابھی تو آپسے باتیں ہی کیا ہوئیں مگر مولوی صاحب نے جو نکہ اتنے ہی دیر کی تقریر میں سمجھ لیا تھا کہ یہ زم چارہ نہیں ہے نہ مانا اور چلتے پھرتے نظر آئے اسکے بعد اپنی خجالت مٹانے کے واسطے آپ نے اپنے اخبار میں یوں گہر فشانی کی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد ع اب پچھتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

پہلے میں مولوی صاحب کے جملوں کو نقل کرکے اون کی راستبازی اور صدق بیانی کی
داد دیتا ہوں اوسکے بعد جو تقریریں فیمابین ہوئی تھیں من وعن عرض کرونگا مگر قبل اسکے
اتنا بیان کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب کو میرے پاس تشریف لانے کا آخر باعث کیا
ہوا۔ اوسکی وجہ بیان کردینے سے ناظرین کو اس تقریر کا زیادہ لطف آئیگا وہ یہ ہے کہ مولوی
عبد الہادی صاحب جو غالباً موتیہاری کے مدرسہ کے مدرس ہیں ایک مرتبہ اوس اسٹیمر پر جو پٹنہ
شہر سے سلیمپور گھاٹ جاتا ہے اور میں بقصد مظفرپور اتفاقاً اوس پر سوار تھا اور مجھ سے ایک دوسرے
شخص سے تبرا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ دخل در معقولات کرتے ہوئے دفعتہً بڑھے اور
مجھ سے باتیں ہونے لگیں اوس تقریر میں کچھ ایسے شرمندہ ہوگئے تھے کہ مجھ سے میرے قیام کا پتہ
وپتہ پوچھ لیا تھا اب اتنے عرصہ کے بعد جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنے خیال میں ایک
بڑا آدمی سمجھے تو اپنی خجالت مٹانے کے واسطے اپنا پشت وپناہ بنا کرلے گئے مگر افسوس یہ
پشت پناہ بھی کام نہ آئے اب اونکے جملوں کو اور اونکی صدق بیانی کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔
"طبیعت کو شوق ہوا کہ پٹنہ کے مشہور مدرسہ سلیمانیہ میں چلکر شیعہ علماء سے ملیں" شوق ذوقی
تو نہیں ہوا مولوی عبد الہادی صاحب آپکو ابھار کر اپنی خجالت مٹانے کے واسطے لائے تھے۔
مگر افسوس یہ تمنا بر نہ آئی۔
"چنانچہ ہمراہی مولوی عبد السلام صاحب و عبد الہادی صاحب بعد مغرب مدرسہ مذکور میں پہونچے"
سبحان اللہ جب کل کے واقعہ کی نسبت آپکے حافظہ کا یہ حال ہے تو تیرہ سو برس کے واقعات میں معلوم
نہیں آپ کیا کرتے ہونگے۔ ابی حضرت آپکے ساتھ چار بزرگ تھے اب یاد آیا؟ "جب
مدرسہ کے مدرس اعلیٰ مولوی فرمان علی صاحب (فرمان علی) کے پاس مولوی سبط حسن صاحب
موجود تھے" کیا کہنا ہے اس راست گوئی کے صدقے۔ اگر کہئے تو ایک آیت پڑھ دوں
جو آپ سمجھ گئے ہونگے میں اس وقت کہاں موجود تھا اس وقت تو صرف نواب لعل صاحب
اور مولوی سبط حسن صاحب اور سید محمد اسحاق صاحب وہاں موجود تھے۔
"معمولی مزاج پرسی کے بعد میں نے گفتگو شروع کردی" یہ بھی غلط مزاج پرسی

وغیرہ کیسی ۔ صاحب سلامت تو البتہ ضرور ہوئی تھی ۔ اور کچھ بھی نہیں ۔
شیعہ سنی میں مشترک ماہیت اور متفق علیہ کتاب قرآن مجید ہے“ ۔ ہاں جناب تو
سچ کہا آپ نے ۔ واقعی اپنی تقریر میں شیعہ سنی کی مشترک ماہیت قرآن مجید کو قرار دیا
تھا اور اب بھی آپ اسی پر اڑے ہوئے ہیں شیعہ سنی کے مصداق خواہ اشخاص ہوں یا مذہب
مگر قرآن مجید ان دونوں میں سے کسی کی ماہیت مشترکہ نہیں ہو سکتی یہ آپکی نئی منطق ہے جس پر
آپکے ساتھی مولوی صاحبان نے آپکی منطقیت پر کمال حیرانی اور سرور ظاہر کیا تھا ۔ اور
آپکو اہلحدیث کا یکتا معقولی مانا تھا ۔ اب ہم بھی آپکی منطقیت پر صاد کرتے ہیں آپنے اتنی
چالاکی تو ضرور کی ہے کہ اوس وقت شیعہ سنی کی مشترک ماہیت فرمایا تھا اور اب شیعہ
سنی میں مشترک ماہیت فرماتے ہیں مگر یہ چالاکی کچھ کام نہ آئیگی ۔

بروایں دام بر مرغ دگر نہ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

جب آپ یکتا معقولی ایسے ہیں تو معلوم نہیں دوسرے کیسے ہوں گے ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

آپ نے یہ ضرور کہا تھا اور مولوی سبط حسن صاحب نے اسپر تعرض بھی کیا تھا
اور میں نے اسکو سبقت لسانی پر محمول کر کے اس سے تعرض کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اور مولوی
صاحب کو باز رکھا تھا ۔

”مناسب ہے کہ شیعہ سنی کے مسائل اختلافیہ کا فیصلہ اسی کتاب (قرآن مجید) سے ہو جائے“
سبحان اللہ آپ بھی کس قدر سچ بولتے ہیں حضرت اتنا جلد بھولے یا عمداً آپنے اپنی عیب پوشی
کے واسطے باقی کو قلم انداز کر دیا ۔ جناب سنئے آپنے یہ فرمایا تھا کہ شیعہ سنی میں اختلاف
صرف مسئلہ خلافت میں ہے اور اسکو قرآن ہی سے فیصل ہونا چاہئے جس پر میں نے تعرض بھی کیا تھا
کہ مابہ الاختلاف صرف خلافت نہیں ہے بلکہ توحید سے لیکر قیامت تک بہت سے مسائل
میں اختلاف ہے مگر آپ تو اخفائے حق میں مشاق ہیں آخر یہاں بھی وہی کر گزرے کیا
کیجئے گا ۔ العادۃ کالطبیعۃ الثانیہ

مولوی فرمان علی صاحب نے جواب میں قرآن مجید کو مدارکار مانا اور آیہ انما ولیکم
الخ پڑھی۔ اسمیں بھی آپ کچھ نہ کچھ جھوٹ بول ہی گئے۔ میں نے ہرگز مدارکار نہیں مانا
تھا بلکہ اگر یہ کہئے تو صحیح ہے کہ میں نے آپکے قول کو تسلیم کر لیا تھا اور کوئی نقض اسپر وارد
نہیں کیا تھا اور آپ ہی کے قول کی بنا پر اثبات خلافت میں یہ آیت پیش کی تھی۔
اور آپ کی فرمائش سے وجہ استدلال اور شان نزول بھی بیان کر دیا تھا۔

فرمایا کہ اسمیں ذکر ہے کہ جو لوگ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں وہ تمہارے ولی ہیں۔ سبحان اللہ
میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔ میں نے جو وجہ استدلال اور شان نزول بیان کیا تھا اور
جس عنوان کا ترجمہ کیا تھا وہ سب کو آپ کھا بیٹھے اور صرف ایک جملہ اپنی طرف سے میرے نام
سے گڑھ کر لکھ مارا۔

شیعہ سنی دونوں کا اسپر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے انگوٹھی سائل کو دی تھی۔ میں نے
کہا سنیوں کا نام تو نہ لیجئے۔ وہ تو اس روایت کو موضوع (جھوٹی) بتلاتے ہیں۔ واہ جی
آپ بھی کس قدر سچے ہیں کوئی جملہ بھی پورا پورا سچ نہیں بولتے۔ آپنے تو صرف علامہ ابن تیمیہ
کا نام لیا تھا کہ وہ اس روایت کو موضوع بتلاتے ہیں اور آج آپ فرماتے ہیں کہ سنیوں کا تو
نام لیجئے جس طرح آپ اس نقل میں سچے ہیں اسی طرح آپ اپنے قول میں بھی سچے ہیں۔

اگر آپ میدان مناظرہ میں تشریف لائیے گا تو میں بتا دونگا کہ کتنے سنی اس کے قائل ہیں
ملاحظہ ہو منہاج السنۃ۔ یہ آپ اب فرما رہے ہیں جس کے جواب میں میں عرض کرونگا کہ بلکہ
خود بدولت اسوقت تو آپنے اس کا نام ایک حرف بھی اپنی زبان پر جاری نہ کیا تھا۔
اسپر بھی اگر نہ مانئے تو میں پھر وہی آیت پڑھوں گا۔

علاوہ اس کے آیت جملہ اسمیہ ہے جو وقت نزول سے انتہا مدت تک اپنا حکم دیتا
ہے۔ پس آیۃ کے معنی (حسب قول شیعہ) یہ ہوئے کہ وقت نزول آیت حضرت علیؓ خلیفہ تھے
حالانکہ اوس وقت جناب رسولؐ زندہ تھے اور خلافت کے مفہوم میں بعدیت ماخوذ ہے
جملہ اسمیہ والا جملہ تو آپنے بیشک فرمایا تھا اور شاید آپ عمر بھر میں یہی ایک سچ بولے۔

ہیں۔ مگر آپنے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ وقت نزول آیت کے حضرت علی خلیفہ تھے۔ آپنے کیا کیا تھا یہ میں بعد کو عرض کرتا ہوں۔

"اس تقریر کو ذرا منطقی طریقہ سے ادا کیا"۔ کیوں نہ ہو آپ بھی تو بڑے منطقی مولوی فاضل پاس کر چکے اور وہ بھی جید ہو یا نہ ہو پھر آپ کے منطقی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ جب ہی تو آپ نے مولوی صاحبان کے نزدیک کیا معقول قرار پائے اور شیعہ سنی کی مشترک ماہیت قرآن کو قرار دیا ہے۔

تو مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہاں اس وقت بھی علی واجب الاتباع تھے۔ بیشک میں نے یہ جملہ ضرور کہا تھا مگر اسکے ساتھ کچھ اور کہا تھا یا نہیں اسکو آپ نے اپنی نیک نیتی اور دیانت سے قلم انداز کر دیا۔ آپ تو ضرور فقط لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کرتے ہونگے اور انتم سکاریٰ کو غائب۔

میں نے کہا کیا بحیثیت خلافت کے واجب الاتباع تھے؟ کیا خلیفہ من حیث الخلیفہ ہونے کے قبل از نصب اور بعد از عزل بھی واجب الاتباع ہوتا ہے"۔ مولوی صاحب آپ نے جھوٹ بولنے میں ماشاء اللہ اچھا ملکہ پیدا کیا ہے۔ حیثیت کی قید تو مولوی سبط حسن صاحب کی سوجھائی ہوئی آپ کو سوجھی تھی۔ تقریر کے وقت تو ہرگز یہ الفاظ آپکی زبان سے نہ نکلے تھے اور اگر میرے کہنے میں کچھ شک ہو تو میں پھر وہی آیت پڑھونگا جسمیں کچھ جھوٹوں کی مدح خوانی ہے۔

مولوی صاحب نے کہا ہاں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ میں نے یہی کہا تھا افسوس کہ نہ تک وہ آیہ پڑھوں مگر فضل خدا سے آپ اپنی عادت سے باز نہ آئیں گے۔ ع میرے شیر شاباش رحمت خدا کی۔

"مگر جھوٹ سے دوسرے مولوی صاحب (سبط حسن) نے انکی تلقین یا تائید کی"۔ ماشاء اللہ آپکا قلم ہے یا کیا کہ کسی جگہ قرار ہی نہیں لیتا۔ جھوٹ کا طوفان ہے کہ امڈا آتا ہے مگر آپ ایسے غیرت دار ہیں کہ ڈوب بھی نہیں مرتے۔ مولوی صاحب نے نہ تلقین کی تھی نہ تائید۔ اور نہ جھوٹ سے بلکہ ہم لوگوں کی طولانی تقریر کے بعد یہ البتہ کہا تھا جس کو آپ خود آگے

نقل کرتے ہیں کہ "مان لیجئے" دروغ گو را حافظہ نباشد آپ ہی کے واسطے موضوع ہوا ہے۔

"کہ آپ (مولوی فرمان علی صاحب) مان لیجئے کہ بعد از عزل خلیفہ بحیثیت خلافت واجب الاتباع نہیں رہتا مگر بحیثیت ولایت رہ سکتا ہے"۔ اسمیں بھی آپ اپنی راست گفتاری سے باز نہ آئے۔ مولوی سبط حسن صاحب نے یہ البتہ ضرور کہا تھا ان عزل الخلیفۃ فاتباعہ لیس بواجب من ھذہ الجھۃ آپ نے اس جملہ شرطیہ کو سالبہ جملہ بنا دیا کیونکہ نہ ہو آپ منطق بھی تو نہ پڑھے ہیں پہلے اعلیٰ درجہ میں پھلا خلیفہ اور عزل کیونکر ممکن تھے میں نے کہا اس باب تو مطلع بالکل صاف ہے معلوم ہوا کہ ولایت وخلافت دو جدا جدا مفہوم ہیں۔ ہاں بے شک آپ نے یہ کہا تھا مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ سچ کیونکر بول بیٹھے۔ ہاں صحیح تو ہے النادر کالمعدوم

"مولوی سبط حسن صاحب نے تسلیم کیا کہ ہاں ولایت عام ہے"۔ یہاں بھی آپ وہی چال چلے لاتقربوا الصلوٰۃ کو پڑھا اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑا۔ مولوی سبط حسن صاحب نے یہ بھی کہا تھا۔ مگر مصداقاً دونوں ایک ہیں۔ اسکے بعد جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ محض آپکی لن ترانی ہے اُس وقت تو یہ سب آپ نے کچھ بھی نہیں کہا تھا اور اس کے جواب میں میں ہر کلمہ خود بلا نزد عرض کروں گا۔

"اُس پر دونوں صاحب کھسیانے ہوئے تو ہم نے سلام عرض کر کے رخصت حاصل کی"۔ یہ تو آپکا دل ہی جانتا ہوگا جیسے کھسیانے ہوئے اُٹھے تھے۔ آپ جو فرمایئے

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

"دوسرے روز دونوں صاحب اپنی اخلاقی جرأت سے ملاقات وبازدید کو جلسہ گاہ میں تشریف لائے"۔ بازدید کو تو خیر گیا ہی تھا مگر یہ بھی مقصود تھا کہ دروغ گو را تا بدر باید رسانید۔ مگر افسوس آپ جلسے میں تھے اور مجھے آپکی پہلے سے خبر نہ تھی۔

جسکے لیے ہم اونکے مشکور ہیں۔ ا ہا ہا ہا آپ نے مشکور کا لفظ کس موقع سے صرف کیا ہے یہ بھی آپ کی عربیت کی دلیل ہے۔

اب ناظرین سنیں کہ مجھ سے اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کیا باتیں ہوئیں آپ سنا تو آپ سن چکے کہ جب یہ حضرات آئے ہیں تو میں موجود نہ تھا جب میں آیا تو یوں سلسلہ کلام شروع ہوا۔

نواب بو صاحب (مجھے دیکھکر) لیجئے وہ خود آگئے سب حضرات نے میری عزت افزائی کی تعظیم کو اُٹھے میں بھی سلام کرکے بیٹھ گیا۔

مولوی عبد الہادی صاحب (جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی کفالت میں لیکے واسطے لائے تھے میری طرف مخاطب ہوکر) آپ مجھے تو پہچانتے ہونگے۔

میں۔ اچھی طرح تو نہیں پہچانتا۔

مولوی عبد الہادی صاحب۔ آپسے مجھ سے جہاز پر ملاقات ہوئی تھی۔

میں۔ ہاں ہاں یاد آیا۔ بیشک مینے پہچانا۔ اس کے بعد دو تین منٹ تک کچھ رسمی باتیں ہندوستان وغیرہ کے متعلق ہوئیں اوس کے بعد

مولوی ثناء اللہ صاحب (اور میں اس وقت تک ان سے واقف نہیں ہوں) میں نے آپکی تعریف بہت سُنی ہے اور آپکے علم و فضل کا بہت شہرہ ہے۔

میں۔ میں تو کسی قابل نہیں ایک طالب العلم ہوں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ خیر اس وقت اسلئے آیا ہوں کہ آپسے کچھ علمی باتیں کروں۔

میں۔ بسم اللہ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اسمیں شک نہیں کہ شیعہ سنی کا مابہ الاشتراک قرآن ہے۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ ایں یہ ماہیت مشترکہ کیسی۔

میں۔ خیر جانے دیجئے یہ کوئی بات نہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب جناب یہ داب مناظرہ کے خلاف ہے آپ ایک صاحب

گفتگو کریں ۔ میں آپ سے مخاطب ہوں آپ ہی جواب دیں۔

میں ۔ اچھا جناب آپ فرمایئے میں ہی جواب دونگا ۔ آپؑ بولیں گے ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ میں ثابت کر دوں گا کہ ماہیت مشترکہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

میں ۔ خیر آپ ثابت کیجئے گا ۔ یہ کوئی تعرض کی بات نہیں ہے ۔ آپ کو جو فرمانا ہے فرمایئے ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ تمام فرق اسلام قرآن کو اپنا مستمسک قرار دیتے ہیں اور اس میں تمام احکام موجود ہیں

میں ۔ مستمسک تو قرار دیتے ہیں اور تمام احکام بھی ہوں مگر سب صراحتاً نہیں ہیں ۔ بلکہ بہت سے اجمالاً اور بہت سے کنایۃً ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ اور شیعہ سُنی میں مابہ الاختلاف صرف مسئلہ امامت ہے ۔

میں ۔ صرف مسئلہ خلافت ہی مابہ الاختلاف نہیں ہے بلکہ من التوحید الی المعاد بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ۔

مولوی سبط حسن صاحب (مجھ سے) خیر اس وقت مان لیجئے کہ اسی میں اختلاف ہے ۔

میں ۔ اچھا جناب بہتر آگے فرمایئے ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی آیت ثبوت خلافت بلا فصل میں پیش کیجئے

میں ۔ اہل تشیع ثبوت خلافت بلا فصل علی بن ابیطالبؑ میں بہت سی آیتیں رکھتے ہیں ۔ منجملہ اُن کے ایک آیۃ یہ ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ اس آیۃ کا

ترجمہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ شانِ نزول میں بھی غالباً آپ کو اختلاف نہیں ہوگا
مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ آپ بیان فرمائیے۔
میں ۔ ترجمہ تو یہ ہے:۔ تمہارا حاکم اور سرپرست صرف خدا اور اسکا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور نماز کو برپا رکھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔
شانِ نزول میں اسکے قریب قریب کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ علی بن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ یہ تو غلط ہے۔ ہم اہلحدیث کے بڑے بزرگ علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کہ یہ آیۂ علی بن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ۔ جناب وجہ استدلال بیان کیجئے۔
میں ۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیہ میں حکومت کو اپنی ذات اور اپنے رسولؐ اور اُن ایمان داروں میں جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں منحصر فرمایا ہے اور اُن ایمان داروں سے مراد (بقول مفسرین) علی بن ابیطالبؑ ہیں۔ پس حاکم ہم لوگوں کے صرف یہی تین قرار پائے ۔ اول خدا ۔ دوسرے رسولؐ ۔ تیسرے علی بن ابیطالبؑ۔
مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔
میں ۔ ہاں ہے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ اور جملہ اسمیہ ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے۔
میں ۔ اچھا پھر (حالانکہ بجائے خود یہ بھی مسلم نہیں)
مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ تو ثابت ہوا کہ علی بن ابیطالبؑ وقت نزول سے الیٰ ابدالآباد واجب الاتباع تھے۔
میں ۔ ہاں ۔ یقیناً ۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس سے بھی قبل سے واجب الاتباع

تھے پھر اس میں خرابی کیا لازم آتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ پھر اس سے خلافت ثابت نہیں ہوئی جس کا آپ نے دعویٰ کیا تھا کیونکہ اس کے مفہوم میں بعدیت ماخوذ ہے۔

میں۔ ضرور خلافت ہی ثابت ہے مگر ہاں بات یہ ہے کہ میری اور آپکی اصطلاح میں فرق ہے۔ تو بہتر ہے کہ پہلے خلافت کے معنی طے ہو جائیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو بہتر بیان کیجئے۔

میں۔ آپ کے ہاں خلافت کے معنی یہ ہیں کہ رسولؐ کے بعد چند اشخاص کا اجماع کر کے کسی کو خلیفہ رسولؐ بنا لینا اور میرے خیال میں یہ صحیح نہیں بلکہ خلافت کے معنی یہ ہیں کہ وہ ریاست عامہ جو بندوں کے امور معاش و معاد کی اصلاح کے واسطے منجانب اللہ رسولؐ کی جانشینی سے حاصل ہو۔

اور اس کا نفاذ پورا پورا عام طور پر اگرچہ رسولؐ کے بعد ہوتا ہے مگر اسکے قبل بھی خلیفہ واجب الاتباع ہے مگر رسولؐ کی موجودگی کی وجہ سے اوسکو اپنے احکام جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اوسکی حالت بعینہ کسی بادشاہ کے ولیعہد کی ہوتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو ہم یہاں ایک جملہ شرطیہ بناتے ہیں ان عزل الخلیفۃ فاتباعہ لیس بواجب صحیح ہے یا نہیں (مگر ما شاء اللہ بولنے میں عَزَلَ برابر بصیغہ معروف ہی بولتے رہے)۔

میں۔ صحیح نہیں ہے۔ اسکا مقدم و تالی دونوں غلط ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ کیا شرطیہ کی صحت میں مقدم و تالی کے صحت کی ضرورت ہے تو پھر قضیہ لو کان للہ ولدٌ لکنا اول العابدین بھی غلط ہوگا۔

میں۔ نہیں۔ مقدم و تالی کے صحت کی ضرورت نہیں بلکہ بین المقدم والتالی ایک علاقہ خاص جو تلازم پر دلالت کرے ضرور ہونا چاہیے اور بغیر اسکے شرطیہ صحیح نہیں ہو سکتا اور یہاں نہ مقدم و تالی صحیح ہے نہ دونوں میں علاقہ صحیحہ ہے۔

میری اتنی تقریر کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے بات نہیں کیجاتی آواز نہیں نکلتی تھوڑا پانی پلائیے۔ جب پانی دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں گرم پانی پیونگا۔ غرض پانی گرم ہو کر آیا اور آپ نے نوش کیا اور اتنی دیر میں کچھ سوچ سا کچھ پھر تیار ہوئے اور فرمایا:-

مولوی ثناء اللہ صاحب تو کیا خلیفہ بعد العزل بھی واجب الاتباع ہوگا۔

میں - یقیناً۔ کیونکہ ہماری آپکی اصطلاح میں فرق ہے۔ پہلے ہی عرض کر چکا کہ خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے پھر آدمیوں سے کسی کو اوسکے عزل و نصب کا اختیار نہیں۔ اسی بنا پر خلیفہ کا معزول ہونا محال اور جب مقدم محال ہوا تو بنا بر قاعدہ کلیہ المحال یستلزم المحال دوسرے محال کو بھی مستلزم ہوگا۔

اس تقریر میں مجھ سے اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کچھ دیر تک گفتگو کا سلسلہ طویل اور آپ نے پھر آواز کی خستگی کا عذر بار دو پیش کیا۔

مولوی سبط حسن صاحب - (اجازت لیکر) میں دیکھتا ہوں کہ آپ دونوں حضرات ایک منطقی مسئلہ میں اونجھے ہوئے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ لہذا میں اس نزاع کو قطع کرنے کیواسطے عرض کرتا ہوں کہ آپ (میں) صحیح مان کر جواب دیجئے۔

میں - میں کیوں مانوں۔ اگر غلط کہہ رہا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب فرمادیں۔

مولوی سبط حسن صاحب - اچھا صاحب آپ نہ مانئے میں اسے مان کر آپکی طرف سے جواب دیتا ہوں۔ ہاں جناب سُنئے - اچھا میں مانتا ہوں کہ یہ قضیہ صحیح ہے ان عزل الخلیفہ فاتباعہ لیس بواجب من ھذہ الجھۃ واما من جھۃ الولایۃ فاتباعہ واجب (اور اس کو فی المجلس بسط دیکر ثابت کیا)

مولوی ثناء اللہ صاحب - تو اب میدان بالکل صاف ہے اور کل مقصود صاف نظر آتا ہے۔ جب یہ دونوں مفہوم جداگانہ ہیں تو ولایت کے ثبوت سے خلافت کیونکر ثابت ہوگی۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ آپ کا کُل مقصود صاف نہیں ہے۔ اوسمیں بہت سے کانٹے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں اور چُن چکا۔ ولایت خلافت دو جدا مفہوم ہیں دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مفہوماً جدا ہوں تو ہوں مگر مصداقاً دونوں ایک ہی ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب (سے اس کا جواب تو بن نہ پڑا اور کھسیانے ہو کر بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگے اور کھسیانے ہو کر بولے) آپ کے کُل مقدمات بعض نظری نہیں بلکہ صریحی البطلان ہیں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ علماے شیعہ کی یہ عادت ہے کہ علوم معانی و بیان وغیرہ پر نظر ڈال کر اوسکے قاعدہ سے گفتگو نہیں کرتے فقط ادھر اُدھر کی زبانی باتیں کرتے ہیں (اس قسم کے الفاظ اور بھی بولے یہ آپکی تہذیب تھی) ہیں۔ یہ داب مناظرہ کے بالکل خلاف ہے۔ تہذیب کے میدان سے باہر جائیے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ یہ کیا خلاف تہذیب بات کی یہ تو مناظرہ کی اصطلاح ہے ہیں۔ اصطلاح سہی۔ مگر انسانیت کوئی چیز ہے۔ زہر مار کرنے اور نوش فرمانے کے ایک معنی ہیں مگر پھر بھی کتنا فرق ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ پھر میں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ مجھ سے سیکھئے اور جیسے الفاظ میری زبان سے نکلتے ہیں اوسی طرح بولئے۔ اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں کہ:۔

مولوی سبط حسن صاحب نے فرمایا کہ شانِ نزول کے بارہ میں تو امام رازی نے بھی علی بن ابیطالب ہی کو لکھا ہے اور سب نے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ ہر گز نہیں امام ایسے نہیں ہیں اگر امام نے لکھا ہو تو میں شیعہ ہونے کو تیار رہوں مگر اس پر بھی قائم نہ رہے۔ کئی بات بدلتے رہے

نواب الو صاحب۔ میرے خیال میں یہ بحث فضول ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اہل علم کے پاس آ کر آخر علمی باتیں نہ ہوں تو کیا

پولٹیکل باتیں کروں - اچھا یہ ہے تو یہی سہی میں پولٹیکل باتیں کرنے کو بھی تیار رہوں۔
میں - نہیں جناب آپ علمی ہی باتیں کیجئے۔ ہاں مولوی صاحب کے مقدمات کا جواب دیجئے!
مولوی ثناء اللہ صاحب - میں ایسی باتوں کا کیا جواب دوں وقد بقی خبایا
وخبایا الکلام - میں اب جاتا ہوں وقت زیادہ آیا میری آواز بھی کام نہیں دیتی۔
میں - ہاں اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آپ نے بحمد اللہ پڑھی ہے۔ معاف کیجئے گا
یہ اُس کلمہ کا جواب ہے جو آپ نے علماء شیعہ کی نسبت فرمایا تھا۔ ابھی جایئے کیوں
ابھی تو آٹھ بجے ہیں شہر میں ہیں کچھ دیرانے میں نہیں۔ ابھی تو آپ سے باتیں ہی نہیں ہوئیں۔
مولوی عبدالہادی صاحب تو اب آپ دونوں صاحب (مولوی ثناء اللہ
صاحب اور میں) بدتہذیب ٹھہرے۔ اس کلمہ سے سب کو تنغص ہوا۔ اور نواب ابو
صاحب نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ آخر اس کا نتیجہ رنج ہے۔
اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں ہر چند روکتا رہا مگر نہ
مانے اور چلنے پر آمادہ ہو گئے۔
میں (بہت اصرار کے بعد) حضرت خیر آپ تو مانتے ہی نہیں۔ آپ تو جاتے ہیں
مگر اپنا اسم مبارک تو بتاتے جایئے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب (کھڑے کھڑے) مبارک و بارک تو ہی نہیں۔ نام
پوچھ کے کیا کیجئے گا۔
میں - جناب آخر آپ کا اس میں نقصان ہی کیا ہوتا ہے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب - مجھے ثناء اللہ کہتے ہیں میں امرتسر کا رہنے والا ہوں۔
میں - آپ کا قیام یہاں کہاں ہے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب - اگر آپ نے کا وعدہ فرمائیں تو میں اپنے قیام کی جگہ بتا دوں ورنہ بیکار ہے
میں - یہ تو اچھا انوکھا تلازم ہے۔ حضرت اس میں آپ کا حرج ہی کیا ہے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب (اپنے ساتھی سے) مجھے تو یاد ہی نہیں۔ بتا دو

پتھر کی مسجد۔ مدرسہ۔
اسکے بعد آپ نے کھڑے کھڑے مصافحہ کیا اور تشریف لے گئے اور کھیا بن میں مولوی سبط حسن صاحب کو نوآموز کہتے گئے۔
یہ ہے واقعہ جو ہمارے اونکے درمیان گزرا اور جسکے بیان میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی راست گفتاری اور دیانت کی داد دی ہے۔
مجھے حیرت تو یہ ہے کہ اس مذہب کے جب اہل علم کی یہ حالت ہے تو اور لوگوں کی کیا حالت ہوگی ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

والسلام علے من اتبع الہدیٰ (فرمان علے مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ)

اصلاح ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث کو کذب و دروغ گوئی سے دوسروں کے لئے اس قدر نفرت ہے کہ ہر جلسہ میں آپ اپنے بھائیوں سے اسکا عہد لیتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے جو اپنے وائسرائے ہونے کا پروگرام شایع کیا ہے اوس میں جھوٹ بولنے والے کو ۳۰ بیت (بید) تجویز کیا اور آخر میں جلاوطنی کی سزا۔
لیکن بذات خاص اس قدر جھوٹ بولنے میں مشتاق ہیں کہ اپنے جھوٹ کو جھوٹ ہی نہیں جانتے۔
مولوی صاحب نے یہ سب تقریر تو کی مگر اس کو نہ بتایا کہ آخر یہ آیہ قرآنی صحیح ہے یا غلط بامعنی ہے یا بے معنی ۔ کوئی مفہوم بھی ہے یا نہیں ۔ جو خداوند عالم حصر کرکے فرماتا ہے کہ ولی تمہارا خدا اور رسول اور وہ لوگ ہیں جو اقامۃ صلوۃ کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں ۔
اگر یہ قرآنی آیہ ہے اور وہ کوئی معنی رکھتا ہے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لائے اور قبول کرے کہ ہمارے ولی یہی تین ہیں خدا و رسول ؐ اور وہ شخص جو حالت

رکوع میں زکوۃ دیتا ہے جس کے بعد اوسکو یہ دریافت کرنا ہوگا کہ وہ کون شخص ہے جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی کہ دوسرا کوئی استحقاق ولایت نہیں رکھتا۔ پس اگر یہ حضرات اہلحدیث سے ہوتے جن کا مقولہ یہ ہے اصل دین آمد کلام اللہ مقدم داشتن تو پہلے اس آیہ پر ایمان لاتے اور اوسکے مفہوم و مصداق کی تحقیقات کرتے۔ مگر رسول اللہ کی حدیث کیونکر غلط ہوسکتی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے یہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اُتریگا جسکی تصدیق ایسے ہوگئی کہ آپ نے جملہ اسمیہ نکال کر کہ وہ دوام پر دلالت کرتا ہے۔ اس آیہ کو غیر واجب التسلیل قرار دیا۔ اس سے بڑھکر آپ کی ایمانداری کیا ہوسکتی ہے۔

اگر اس آیہ سے ولایت جناب امیرؑ بسبب جملہ اسمیہ ہونے کے نہیں ثابت ہوتی تو پھر ولایت رسول اللہؐ بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن آپکے ہاں قدیم ہے جس سے حضرت کی ولایت بھی قدیم ہوئی۔ اور ولایت جناب رسالت مآبؐ کا قبل از بعثت کوئی قائل نہیں۔ لہذا حسب تقریر آپ کے۔ اسی آیہ سے ولایت رسولؐ اور ولایت جناب امیرؑ دونوں ساقط ہوئی۔ فافہم۔

اور چونکہ اس آیہ کریمہ کی پوری تفصیلی بحث کتاب بطشۃ الٰہیہ معروف بہ مناظرہ کلیمیہ میں ہو چکی ہے جسمیں اُن مفسرین کے تمام اقوال درج ہیں جنہوں نے اس کا شان نزول بر شان جناب امیرؑ لکھا ہے۔ اور علمائے فرنگی محل نے جو جو تاویلیں عذر اختلاف اس کے کئیں وہ بھی جمع ہیں لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب زبان اردو میں چھپ چکی ہے اور اسکی روشنی نے ایک عالم کو منور کردیا ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کسی عالم سنی سے ہوسکے تو اوس پر تفصیلی بحث کرے جو محال ہے پھر قدرت خدا دیکھئے کہ اصلاح کس طرح اظہار حق میں سعی کرتا ہے۔

واللہ بالغ امرہٖ (اڈیٹر)

(منقول از رسالہ اصلاح نمبر ۵ جلد ۱۲ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ ہجری)

آیتِ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہ

سے

جنابِ امیرؑ کی بلافصل خلافت کا ثبوت

اخباری دنیا کی سیر کرنے والے۔ زمانہ کی کایا پلٹ دیکھنے والے۔ کھرے کھوٹے کے پرکھنے والے حق و باطل کی تمیز رکھنے والے اس سے خوب آگاہ ہیں کہ اہل حدیث اخبار کے اڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب چار پانچ ماہ قبل مجھ سے مباحثہ کے واسطے آرے تھے اور مجھ سے اُن سے جو باتیں ہوئی تھیں اُنھیں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

میری تحریر کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار میں میرے نام ایک کھلی چٹھی لکھی اور تحریری مناظرہ کے شوق و شغف کا اظہار کیا تھا۔ اُس میں اسکا وعدہ کیا تھا کہ "میں تمہارے مضمون کو مع جواب کے مذاکرہ علمیہ کے نام سے اپنے اخبار میں برابر شایع کر دیا کرونگا"

میں نے اس کھلی چٹھی کا جواب لکھا اور اخبارات میں اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس بھی بھیج دیا۔ اور چونکہ مکابرہ مقصود نہ تھا بلکہ اثبات حق و ابطال باطل مدنظر تھا اس لئے قصہ مختصر کرنے کی غرض سے اُس جواب میں چند امور جو میرے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے درمیان تنقیح طلب اور قبل سے طے ہو جانے ضروری تھے بغرض دریافت لکھے تھے مگر افسوس مولوی صاحب نے اپنے وعدہ کے خلاف پہلو تہی کی اور جواب دینا تو درکنار شایع تک نہ کیا اگرچہ اخبار اثنا عشری میں وہ مضمون

کچھ قطع و برید کے بعد شایع ہو گیا)

اور مجھے اس کے جواب میں ایک کارڈ مورخہ ۲۹ رمئی ۱۹۰۷ء لکھا کہ میں آپ کے خط کو پرائیوٹلی رکھتا ہوں آپ رسالہ بے تشک لکھیں مگر اخبار میں مضمون بھیجیں جو مع جواب شایع ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اس میں ایک گونہ جدت ہے۔

میں نے اسکے جواب میں اسی وقت ایک کارڈ مورخہ ۳۱ رمئی ۱۹۰۷ء لکھا کہ میں تو اب اپنا مضمون شایع کر چکا خیر آپ ان باتوں سے قطع نظر کرکے میرے تنقیح طلب امور کا جواب دیجئے۔ پھر میں اصل مضمون شروع کر دونگا۔

اس کا مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور میں برابر منتظر رہا۔ اور ایک مہینہ تک سکوت محض رہا۔

یکایک مولوی صاحب کا ایک کارڈ جو آپ نے اپنے اوپر سے الزام چھوڑانے اور اپنی سرخروئی کے واسطے اپنے دوست مولوی عبدالرحیم صاحب میر شکار ٹولی پٹنہ کے نام سے لکھا تھا نظر پڑا۔

جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی قربان علی صاحب نے مجھ سے بھی وعدہ کیا تھا مگر تاحال مضمون نہیں بھیجا ممکن ہو تو یاد کرا دیجئے۔"

میں نے اُسے دیکھکر فوراً مولوی صاحب کو مورخہ ۵ رجولائی ۱۹۰۷ء ایک کارڈ لکھا کہ "سبحان اللہ آپ اپنے ہم چشموں میں سرخروئی کے واسطے مجھ ہی پر الزام رکھتے ہیں اور اُلٹے مجھ ہی سے ایفاء وعدہ کے طالب ہیں خدا کے واسطے ان ترکیبوں کو چھوڑیئے یہ اہل علم کی شان کے خلاف ہے"

مولوی صاحب نے اس کے جواب میں ۱۰ رجولائی ۱۹۰۷ء کو مجھے لکھا کہ "میں تو آپ کے طولانی خط (کھلی چٹھی کا جواب) کے جواب میں لکھ چکا

ہوں کہ "آپ مجھ سے معنے ولایت وغیرہ کیوں متعین کراتے ہیں"۔
اور اپنی برّیت کی کچھ ایسی توجیہ کی جو مولوی صاحب کچھ خود ہی سمجھے ہوں تو سمجھے ہوں۔ عقلاء کے سمجھنے کے قابل تو ہرگز نہ تھی۔

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ "یہ آپ اب لکھ رہے ہیں آپ کے سابق دونوں خطوں میں اس کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو کہیئے تو دونوں خطوط کی نقل بھیجدوں۔ میرا مضمون اگرچہ تیار ہے مگر اب تا وقتیکہ میرے تنقیح طلب امور کا جواب آپ نہ دینگے میں شایع نہ کروں گا آپ کم از کم یہی شایع کر دیں کہ میں جواب نہ دوں گا"۔

اس پر مولوی صاحب کچھ شرمائے اور ۲۶ر جولائی ۱۹۰۷ء کو مجھے لکھا کہ "میں آپ کی نسبت غلط گوئی کا خیال نہیں کرتا (الحمد للہ والفضل ما شهدت به الاعداء) شاید میرا خط آپ کو نہ ملا ہوگا (حالانکہ ۲۹ مئی ۱۹۰۷ء کا بلکہ کل خطوط اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ یا للعجب) اسلئے میں حسب ایماء آپ کے انکار شائع کردوں گا"۔ اسکے بعد پھر سکوت کا عالم رہا بارے خدا خدا کر کے آج ۵ اگست ۱۹۰۷ء کو مولوی صاحب کی تحریر دیکھی کہ آپ نے اپنے اخبار میں (ایک شیعہ دوست کا جواب) کی سرخی سے ایک مختصر سا مضمون شایع کیا ہے جس میں بقول شخصے ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

میرے تنقیح طلب امور کے جواب سے انکار بھی نہیں کرتے پھر انکار کا بھی ایک نرالا انداز ہے مگر عاقلاں خوب می دانند ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم

میں اس کے جواب میں اپنے مخاطب دوست کو اور تو کیا کہوں مگر اتنا عرض کروں گا ع کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔

میری تمہید کو اگرچہ کچھ طول ہوا مگر ناظرین کی واقفیت کے لئے اتنا عرض کر دینا ضرور تھا اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے خواہ مخواہ قصہ کو بڑھایا۔ کاش وہ اُن امور کا جواب دیتے تو اصل مطلب بعض کے مسلمات سے بہت جلد آسانی سے ثابت کر دیتا۔ مگر اب قبل از مقصود اس آیۃ کے چند الفاظ کی تحقیق میں چند مقدمے عرض کرنے پڑے۔

مجھے اگرچہ اس کا افسوس ضرور ہے کہ باوجود میری پوری کوشش کے چونکہ علمی مضامین ہیں اور بہت سی اصطلاحات مذکور ہیں جن کا ترجمہ ہو نہیں سکتا۔ اس مضمون کے اکثر مباحث بالکل عام فہم نہ ہو سکیں گے پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی اسکی خوشی بھی ضرور ہے کہ بافہم حضرات ناظرین پسند کریں گے۔ اور بالخصوص متوسط طلبہ کے واسطے مفید اور بہت مفید ہوگا۔ انشاء اللہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ؕ

ترجمہ۔ تمہارا حاکم سرپرست صرف خدا ہے اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا اور نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

پہلا مقدمہ لفظ انما کی تحقیق | تمام نحویین کل اہل عربیت۔ سارے اہل لغۃ اور سب مفسرین اس پر متفق ہیں کہ لفظ انما عرب کی زبان اور محاورات میں انحصار و قصر کے معنی پیدا کرتا ہے اور اسی بنا پر ہم نے اس کا ترجمہ "صرف" کے ساتھ کیا ہے چنانچہ چند اقوال بطور نمونہ عرض کرتا ہوں۔ اور لطف یہ ہے کہ اگرچہ خود اس لفظ کے بیان معنی میں

مذہب سے کوئی سروکار اور لگاؤ نہیں ہے۔ مگر میں جن کتابوں کا حوالہ دیتا ہوں خدا کے فضل سے سب کی سب اہل سنت یا نصرانی کی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی شیعہ کی نہیں ہے۔ جس کو ذرا بھی تشکک ہو اصل کتاب کو دیکھ لے۔

۱ قاموس:۔ اِنّمَا یفید الحصر کانّمَا و اجتمعتا فی قوله تعالیٰ قل انما اوحی الیّ انما الٰهکم اله واحد فالاولی لقصر الصفة علی الموصوف والثانیة لعکسه۔ ترجمہ۔ انما کی طرح انّما بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں ایک ہی آیت میں مجتمع ہو گئے ہیں۔ جیسے قول خدا۔ انما الخ (اے رسول ربوبیت کے بارے میں) کہہ دو کہ میری طرف صرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ پس پہلا (انما) صفت کا موصوف میں منحصر ہونا ثابت کرتا ہے۔ دوسرا (انما) موصوف کا صفت میں منحصر ہونا۔

نمبر۲۔ منتہی الارب۔ اَنّمَا بالفتح مفید حصر باشد چنانچہ انّما بکسرہ ہر دو دریں آیت اِنّمَا اُوحیَ الخ مجتمع شدہ پس اول برائے قصر صفت است بر موصوف و ثانی برائے قصر موصوف بر صفت"۔

نمبر۳۔ صحاح جوہری۔ وَ ان زدت علی انّ ما صار للتعیین کقوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء وتوجب اثبات الحکم للمذکور و نفیه عما عداہ۔ ترجمہ اور اگر تم انّ پر ما بڑھا دو تو تعیین حصر کے واسطے ہو جاتا ہے۔ جس طرح قول خدا انما الصدقات الخ یعنی صدقے صرف فقیروں کے واسطے ہیں۔ کیونکہ انما نے مذکور کے واسطے ثبوت حکم اور اس کے ماسوا سے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر۹ ۔ محیط المحیط ۔ وقد تدخل علیھا ما الزائدۃ فتکفھا عن العمل و تفید الحصر نحو انما زید قائم ۔ ترجمہ کبھی انّ پر ما زائدہ بھی داخل ہوتا ہے ۔ پس انّ کو عمل کرنے سے باز رکھتا ہے اور حصر کا فائدہ دیتا ہے ۔ جیسے انما زید قائم زید صرف قائم ہے

نمبر۱۰ ۔ صراح ۔ "وقد تزاد علی المکسورۃ المشددۃ ما فصار للتعیین کقولہ تعالیٰ ۔ انما الصدقات للفقراء وتوجب اثبات الحکم للمذکور ونفیہ عما عداہ" کبھی انّ پر ما بڑھا دیا جاتا ہے تو یقین و حصر کے واسطے ہو جاتا ہے جیسے قول خدا انما الصدقات الخ یعنی صدقات صرف فقراء کے لئے ہیں ۔ اور شے مذکور کے لئے ثبوت حکم اور ما سوا کے لئے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے ۔

نمبر۱۱ ۔ شرح مغنی ۔ اَنّما بالفتح تفید الحصر کانما بالکسر ۔ ترجمہ ۔ جس طرح انما حصر کا فائدہ دیتا ہے اُسی طرح اَنّما بھی ہے ۔

نمبر۱۲ ۔ تفسیر کشاف (خاص اسی آیت کے تحت میں) ومعنی انما وجوب اختصاصھم بالموالات ۔ ترجمہ ۔ ان لوگوں کا موالات کے ساتھ ضروری طور پر مخصوص ہونا انما کے معنی ہیں ۔

نمبر۱۳ ۔ تفسیر بیضاوی ص۱۸ جلد اول "لان انما تفید قصر ما دخلت علیہ علی ما بعدہ مثل انما زید منطلق و انما ینطلق زید" انما جس لفظ پر داخل ہوتا ہے اُس کو مابعد کے لئے منحصر کر دیتا ہے ۔ جیسے زید صرف چلنے والا ہے

اور صرف زید ہی چلتا ہے۔
نمبر ۹۔ تفسیر حسینی۔ اسی آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "بجز این نسبت الخ" غرض ساری دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس نے انما کے بمعنی حصر ہونے سے انکار کیا ہو بلکہ ہر شخص اس پر متفق ہے۔ اور بہتیروں نے اس کو تصریحاً بیان بھی کر دیا ہے۔ مگر زمانہ بھر کے خلاف امام فخر الدین رازی صاحب محض اس سبب سے کہ کہیں خلافت بلا فصل علی ابن ابیطالبؑ ثابت نہ ہو جائے۔ مخصوصاً اس آیت میں انما کے بمعنی حصر ہونے سے صاف انکار کر گئے۔ چنانچہ اپنی تفسیر جلد سیوم ص۴۳۳ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "لا نسلم ان کلمۃ انما للحصر و الدلیل علیہ قولہ تعالیٰ انما مثل الحیوٰۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء ولا شک ان الحیوٰۃ الدنیا لھا امثال اخریٰ۔ سوی ھذا المثل وقال انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو ولا شک ان اللعب واللھو قد یحصل فی غیرھا۔" ترجمہ ہم نہیں مانتے کہ لفظ انما حصر کے لئے ہے اور اسکی دلیل قول خدا ہے۔ انما مثل الخ یعنی زندگانی دنیا کی مثل صرف اس پانی کی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ کیونکہ اس میں شک ہی نہیں کہ اس مثل کے علاوہ زندگانی دنیا کی بہت سی مثلیں ہیں اور پھر خدا نے کہا انما الحیوٰۃ الخ یعنی زندگانی دنیا صرف کھیل تماشہ ہے۔ کیونکہ اس میں شک ہی نہیں کہ کھیل تماشہ زندگانی دنیا کے علاوہ میں بھی حاصل ہوتا ہے۔"
یہ ہے امام صاحب کا قول اور یہ ہے انکی دلیل مگر مجھے حیرت ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کلام پاک میں قریب ایک سو پچیس ۱۲۵

جگہ لفظ انما کو استعمال فرمایا ہے۔ اور امام صاحب نے ماشاء اللہ پورے قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے مگر امام صاحب کو بہت تردد و تلاش سے بخیال خود اپنے دعوے کی دلیل میں صرف دو آیتیں ملی ہیں اور وہ بھی ایسی کہ جس پر لڑکے بھی ہنس پڑیں۔

اب ناظرین امام صاحب کی دونوں دلیلوں کو ملاحظہ فرماویں اور اس ایجاد بندہ کی تحقیق کی داد دیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ تو یہ ہے کہ خدا نے زندگانی دنیا کی مثل پانی سے انما کے ساتھ بیان کی ہے مگر انما کے معنی حصر کے نہیں ہیں۔ کیونکہ زندگانی دنیا کی اسکے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

لیکن مزا تو یہ ہے کہ امام صاحب کے خیال میں اس کی مثلیں بہتیری ہیں مگر افسوس معاذ اللہ خدا ایسا کند ذہن تھا کہ پانی کے سوا اس کو زندگانی دنیا کی کوئی دوسری مثال سوجھی ہی نہیں۔ کیونکہ زندگانی دنیا کی مثال خدا نے قرآن میں تین جگہ بیان کی ہے اور تینوں جگہ پانی ہی سے مثال دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سورۃ یونس رکوع ۷۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۤءِ فَاخْتَلَطَ الخ

سورۃ حدید رکوع ۳۔ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ الخ۔

تعجب ہے کہ اہلسنت کے امام صاحب حافظ تو ضرور ہونگے۔ کیونکہ اُن کے ہاں تو پانچ پانچ سات سات برس کے لڑکے چاہے کیسے ہی ہوں (بقول اہلسنت) حافظ ہونے ضرور ہیں۔ لیکن

امام صاحب کو اُن کے حافظہ نے سخت دھوکہ دیا کہ اُنکو یہ بھی یاد نہ رہا کہ خدا نے قرآن میں زندگانی دنیا کی کے جگہ اور کیا کیا مثال بیان کی ہے۔ اگر یاد ہوتا تو کبھی ایسی جسارت نہ کرتے۔

مگر ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے ذ بیان کی ہو نہ کرے مگر امام صاحب کے خیال میں تو ایک وہ کیا چیز ہے بہتیری مثالیں موجود ہیں۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ خدا نے جب مثال بیان کی تو ہر پھر کے پانی ہی کی اور وہ بھی ہر جگہ انما ہی کے ساتھ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی کوئی دوسری مثال ایسی جامع و مانع ہی نہیں۔ مگر یہ کہا جائے کہ امام صاحب نے قرآن میں اصلاح دی ہے تو البتہ میں کچھ نہیں بول سکتا اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خدا کو نہ سوجھے مگر امام صاحب کو تو سوجھے پھر تو معلم الملکوت سے بالاتر امام صاحب کو معلم اللہ کا خطاب مل جائے گا۔ حالانکہ اگر امام صاحب انصاف کو کام میں لاتے اور تعصب سے علحدہ ہو کر سچے اسلام کو اختیار کرتے تو اقرار کرتے کہ ایسی عجیب و غریب مثال جو تمام پہلو و جوانب کو حاوی اور ممثل لہ سے پوری مطابق ہو دوسری ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ خود اس آیت کی تفسیر کے تحت میں اقرار فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ "انبعہ بھذا المثل العجیب الذی الخ" یہاں تو اس مثال کو عجیب فرماتے ہیں اور دوسری جگہ اپنی غرض حاصل نہ ہوتے دیکھکر فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں بہتیری اور بھی ہیں۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ تو پہلی دلیل کا حشر ہوا اب دوسری دلیل کو دیکھئے۔

امام صاحب فرماتے ہیں "خدا نے زندگانی دنیا کو لعب و لہو انما کے ساتھ فرمایا ہے مگر انما کے معنی حصر کے نہیں ہو سکتے کیونکہ لہو و لعب دنیاوی زندگی کے علاوہ بھی ہوتا ہے"۔

اہاہاسے پڑھا ہے ہم نے بھی قرآں قسم ہے قرآں کی
جواب ہی نہیں رکھتی ہے گفتگو تیری

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا دنیا میں کھیل تماشے سے جی نہیں بھرا ہے جب ہی تو آخرت میں کھیلنے کی امید رکھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا اور آخرت کے علاوہ کوئی تیسری شق نہیں۔ مگر کوئی عالم در عالم رحم عالم برزخ وغیرہ کو بھی ایک قسم کی زندگی قرار دے مگر یہ بھی معلوم نہیں بہشت میں کھیلیں گے یا کہیں اور شاید اسی وجہ سے سید نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی بہشت سے ہمارے خرافات ہی اچھے ہیں۔ جب ہی تو ایک منچلا شاعر اپنی عالم مستی میں یوں بول اٹھا ہے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن حیرت تو یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں تو فرمایا کہ انما حصر کے واسطے نہیں ہے مگر خدا نے اس مطلب کو دوسری جگہ یوں ادا فرمایا ہے ما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو (نہیں ہے دنیاوی زندگی مگر کھیل تماشا) معلوم نہیں امام صاحب اسکی کیا تاویل کریں گے کیا یہاں بھی حصر کے قائل نہ ہونگے۔ اور انکے طرفدار تو عجب نہیں کہ یہاں بھی بول اٹھیں کہ حصر مقصود نہیں ہے۔ مگر بمصداق ... حافظ نباشد امام صاحب اس آیت کی تفسیر میں بڑے زوروں میں بہت سی دلیلوں سے امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ دنیاوی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ ما الحیوۃ الخ کی تفسیر کے تحت میں ان دلیلوں کو لکھتے لکھتے ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۴ صـ۳۳ مطبوعہ مصر فثبت بمجموع ھذہ الوجوہ ان اللذات والاحوال الدنیویۃ لعب ولھو لیس لھا حقیقۃ معتبرۃ۔ ترجمہ ان تمام دلیلوں سے ثابت ہوا

کہ دنیاوی حالات و لذات یقیناً کھیل تماشا ہیں اور انکی کوئی قابل اعتبار حقیقت ہی نہیں ہے"۔ واقعی یہ ایسی نادر اور متناقض تحقیق ہے کہ جسے سُنکر انسان تو انسان پرند بھی عالم وجد میں آکر یہ شعر پڑھنے لگیں ؎

اب ہم ہی تیرے چال پیتے نہیں صنم   پامال کبک بھی تو ہوئے کوہسار ہیں

اس سے لطیف تر سُنئے کہ خداوند عالم تو یہ فرما رہا ہے کہ دنیاوی زندگی صرف لہو ولعب ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ لہو ولعب صرف دنیا میں ہوتا ہے آخرت میں نہیں ہوتا۔ مگر امام صاحب معلوم نہیں کس عالم میں تھے کہ آپ نے اس آیت کا دوسرا مطلب سمجھا اور یہ کہہ گزرے کہ کھیل تماشا کچھ دنیا ہی میں منحصر نہیں بلکہ اُس کے غیر میں بھی ہوتا ہے خدا تعصب کا بُرا کرے کہ اُس نے امام صاحب سے قواعد معانی وبیان کو بھی کوسوں دور پھینک دیا اور کچھ کا کچھ کہنے لگے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا   نہ سمجھنے کچھ خدا کرے کوئی

اس سے اور مزیدار اور پھڑکتا ہوا جملہ سُنئے جو شاید کبھی سُنا ہو اور یہ ایسا عجیب غریب معما ہے جسے کوئی عقل تو شاید ہی حل کر سکے ملاحظہ ہو۔ آپ اسی تفسیر کبیر کی جلد ۲ صلاہ مطبوعہ مصر آیۃ اِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں دلت الاٰیۃ علے ان الشیطان لا یامر الا بالقبائح لانہ تعالیٰ ذکرہ بکلمۃ انما وھی للحصر ترجمہ:۔ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان سوائے برائیوں کے دوسرے کام کا حکم دیتا ہی نہیں کیونکہ خدا نے اُسے اِنما کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اِنما حصر کے واسطے

ہے۔
اب کوئی شخص امام صاحب کے ان دونوں فقروں کو ملا کر دیکھے
لانسلم ان کلمۃ انما للحصر (ہم نہیں مانتے کہ انما حصر کے واسطے
ہے) اور ھی للحصر (انما حصر کے واسطے ہے)
اب حضرات ناظرین امام صاحب کی حق گوئی کی داد دیں اور تعصب پر
مرحبا کہیں۔ اس وقت تو امام صاحب کی حالت بعینہ شتر مرغ کی سی ہے
گر بگویم بر بگوید اشترم ۔ ور بگویم بر بگوید طائرم

باقی آئندہ ۔ فرمان علی

اصلاح:۔ اس تحریر کو اڈیٹر صاحب اہلحدیث نے اپنی عادت قدیمہ کے خلاف درج اخبار کیا ہے جسکے ابتدائے تقریب میں اڈیٹر اصلاح کو مخاطب کیا ہے جس پر ہم آپکا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں کیونکہ آج تک تو آپنے اپنے خصم کی پوری عبارت کبھی نہ نقل کی۔ مگر جناب مولوی فرمان علی صاحب دام مجدہٗ نے کچھ ایسی تکذیب آپکی ثابت کی کہ آپ اس تحریر کی اشاعت پر مجبور ہوئے۔ کیونکہ جلسۂ ملاقات میں بہت سے شیعہ اور وہابی بھی تھے جس سے آپکو اپنی دروغ بیانی پر شرمانا پڑا اور اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس تحریر کو بلا تحریف شایع کیا مگر افسوس یہ عزت اصلاح کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے کہ کبھی پوری عبارۃ اصلاح شایع کریں۔ بہر حال اس تحریر پر آپکا نوٹ حسب ذیل ہے۔

اہلحدیث "شتر مرغ" دشنام دہی کی عادت نہ گئی کیا اسی شیریں کلامی کی آپ داد چاہتے تھے کہ ہمارے بلکہ کل اسلامی دنیا کے (ہیرو) بزرگ کے حق میں بدگوئی کریں۔ پھر ہم ہی سے اوسکی اشاعت کرائیں۔ مولوی صاحب! آپ تو مدرس ہیں ماشاء اللہ

کتب معقول و فلسفہ بھی پڑھاتے ہونگے کیا احمد السدوس آپ نے نہیں دیکھا کہ صاحب حمد اللہ باوجود سُنی ہونے کے علامہ میر باقر (شیعہ) کا نام کس ادب اور لیاقت سے لیتا ہے۔ یاد نہ ہو تو سُنئے۔ خیر اللحقة بالمہرة یعنی افضل المتاخرین۔ نہایت افسوس ہے کہ خلافیات میں تنگ ظرفی جو عام علماء کی عادت ہے اُس سے بھی آپ ایک وجہ آگے بڑھ گئے اسی لئے میں آپ کو بار بار لکھتا رہا کہ آپ اہل معقول کی طرح بُرہان سے کام لیں جدل سے کیا مطلب۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ خفگی میں اصل مضمون نہ چھوڑ دیں اس لئے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر آپ اجازت دیں تو اتنا عرض کرتا ہوں کہ دنیا بھر کے شیعہ مجتہد اور غیر بلکہ جن بھی خلافۃ علیؑ بلا فصل قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہیں تو لا یتبتونھا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (ہرگز نہ کر سکیں گے) آپ کی تمہید ختم ہے مطلب پر آئیے۔ ہم مانتے ہیں کہ انما حصر کے لئے ہے آگے چلئے (ایڈیٹر)

اصلاح یہ نوٹ آپ کا جس عنوان سے لکھا گیا ہے اُس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آئندہ آپ اس مضمون کی اشاعت کو روکنا چاہتے ہیں جس کی تمہید آپ نے ابھی سے شروع کر دی۔ "دشنام دہی کی عادت نہ گئی۔ ہمارے بلکہ کل اسلامی دنیا کے ہیرو (بزرگ) کے حق میں بدگوئی کریں پھر ہم سے اسکی اشاعت کرائیں" صاف کہہ رہا ہے کہ آپ اپنے عوام کو بھڑکا رہے ہیں کہ دو چار خط آجائیں تبرا ہو رہا ہے اور آپ اس مفید سلسلہ کو ترک کر دیں ورنہ کون شخص کہہ سکتا ہے کہ فخر رازی آپ کے یا کل اسلامی دنیا کے ہیرو ہیں حالانکہ آپکے امام اعظم علماء مذہبی انکی شان میں لکھتے ہیں الفخر بن الخطیب صاحب التصانیف راس فی الذکاء والعقلیات لکنه عری من الآثار وله تشکیکات علی مسائل من دعائم الدین تورث حیرة نسأل الله

ان یبثت الایمان فی قلوبنا ولہ کتاب السر المکتوم فی مخاطبۃ النجوم سحر صریح فلعلہ تاب من تالیفہ انشاء اللہ ص ۲۹۲

جس سے ظاہر ہے کہ ذہبی انکو فخر الدین کہنا بھی نہیں جائز جانتے بلکہ صرف فخر لکھتے ہیں۔ ذہن وذکا کا اقرار کرکے لکھتے ہیں۔ علم اخبار وآثار سے عاری ہیں۔ مسائل اصول دین پر ایسے تشکوک وارد کرتے ہیں جن سے حیرت ہو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ایمان کو ثابت رکھے۔ ان کی کتاب سر مکتوم علم نجوم میں سحر صریح ہے۔ شاید اس سے توبہ کیا ہو۔" پھر افسوس ہے کہ محض شیعوں کی ضد میں آج آپ اُن کو اپنا بلکہ کل اہل اسلام کا ہیرو اور بزرگ بناتے ہیں۔ حالانکہ وہابیوں کو جو عداوت ان لوگوں سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

فخر رازی کی نسبت تمثیل شتر مرغ سے تو آپ کو یہ غصہ آیا مگر افسوس ائمہ و اہلبیت اطہار ؑ کی عظمت آپ کے ذہن میں فخر رازی کے برابر بھی نہیں جو آپکا اخبار مورخہ ۷ ارشعبان لکھتا ہے" لیکن وہ فرقہ جس کے ائمہ آم کو اصلی اور دن کو رات کہتے ہوئے تامل نہیں کرتے اور آیہ کریمہ:۔ فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون جس میں حضرت موسیٰ کے وقت کے بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ ظلموا کے معنی ظلموا آل محمد حقھم کے لیتے ہیں تو ان سے کون سی بات بعید ہے۔" مگر افسوس اس جملہ پر آپکو اسلامی غیرت نہ آئی کہ اس شخص نے صرف شیعوں پر نہیں اتہام کیا بلکہ خاکش بدہن ائمہ اطہار کو آم کا املی اور دن کا رات بتانے والا کہا۔

مگر ہم کو اسکی کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلعم آپ کے نزدیک ایک چمار سے زیادہ عزت نہیں رکھتے۔ ملاحظہ کیجیے اپنا اخبار مورخہ

۲۰؍ اگست ۳۵ء تو پھر ائمہ اطہار کی عظمت آپ کے دل میں کیا ہو سکتی ہے۔
بہر حال اہلحدیث کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا
شرک ہے کیونکہ قرآن میں اس طور[1] سے مجموعاً نہیں مذکور ہے تو پھر آپ
خلافت بلا فصل جناب امیرؑ کو قرآن سے کب مانیں گے۔ اسی لئے تو میں
نے بارہا عرض کیا کہ آپ ایک مسئلہ بھی قرآن سے ثابت کر دیں تو اوسی استقلال
سے میں خلافت جناب امیرؑ کو ثابت کروں مگر آپ نہیں مانے اور ہمیشہ اس سے
گریز ہی کرتے رہے۔

مگر آپ اگر مسلمان ہوں گے تو قرآنی فیصلہ سے کسی طرح عدول نہ کریں گے
لیکن آپکو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ آپ اہل قرآن سے ہیں یا اہل حدیث سے
تاکہ بحث مکمل طریقہ پر ہو سکے۔ کیونکہ اب تو آپ کے فرقے کے لوگ عام طور
سے اہل قرآن بن رہے ہیں اور آپ اس کا پیش خیمہ ڈال رہے ہیں ورنہ آپ
لوگوں کی حالت تو قدیم شتر مرغ کی چال سے بھی بدتر ہے۔ (اڈیٹر)
(از اصلاح ماہ رمضان ۱۳۴۷ھ)

دوسرا مقصد لفظ ولی کی تحقیق | عرب کے محاورہ میں ولی جو اسم فاعل یا صفت مشبہ کا صیغہ ہے مختلف موقعوں پر مختلف
معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ دوست مددگار۔ نگہبان۔ کسی پر حکومت کرنے والا
نزدیک۔ مالک۔ بلا فصل کسی چیز کے بعد ہونے والا۔ بارش کے بعد بارش
اور کبھی حافظ النسب۔ آزاد کنندہ۔ غلام چچا زاد بھائی کے معنی میں بھی بولا جاتا
ہے اور حسب تصریح اہل لغت اس کا مصدر تین طرح آیا ہے ولی۔ وِلایہ۔ وَلایۃ

---

[1] ملاحظہ ہو اخبار اہل فقہ امرتسر جو خاص فرقہ حنفیہ کا ارگن ہے اور جس نے
اپنی پر زور تحریروں سے وہابیوں کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا۔ مگر افسوس کہ قوم کی ناقدری
سے کافی ترقی نہیں کرتا۔ پتہ:۔ منیجر اہل فقہ امرتسر کافی ہے

اور ولا و ولایتا ان شہروں کو بھی کہتے ہیں جن پر والی مسلط ہوتا ہے اور یہ دونوں امارت۔ بادشاہی۔ قدرت۔ ملک پر قبضہ و تصرف کرنے کے معنی میں بھی آتے ہیں اور ولایۃ ملک کے کسی خاص حصہ کے معنی میں بھی آتا ہے لہ

لہ فائدہ۔ پہلا حصہ اس مضمون کا مذاکرۂ علمیہ متعلقہ خلافت کی سرخی سے اہلحدیث مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا ہے جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے مضمون کو بلا تغیر شائع فرما دیا اور اس کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس خاص بحث میں خواہ مخواہ کی ہٹ دھرمی نہیں کی۔ اور اس کو مان لیا کہ انما حصر ہی کے واسطے ہے۔ اور اپنے امام فخر الدین رازی صاحب کی جنبہ داری سے علحدہ رہے۔ خدا کرے مولوی صاحب آیندہ بھی اسی طرح راہ راست کو اختیار کریں اور تعصب و جنبہ داری سے برطرف رہیں۔ اگرچہ انکی امید نہیں مگر دعا ضرور ہے۔

مگر ساتھ ہی انکے تعجب بھی ہے کہ میں نے امام فخر الدین رازی صاحب کے تناقض کو دکھلا کر امام صاحب کو شتر مرغ سے تشبیہ دی تھی۔ اس پر مولوی صاحب بہت تلملائے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب کو اسکی خبر نہیں کہ ع آ

بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔ یہ تو آپ ہی کے عطار خانہ کا معجون ہے۔ میں نے محض آپ کی تقلید کر لی تھی اور وہ بھی تخفیف کے ساتھ۔ اس پر آپ مجھے فرماتے ہیں کہ "دشنام دہی کی عادت نہ گئی"۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔

آپ کو حیرت ہوگی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اچھا تو لیجئے اپنے قلم سے لکھے ہوئے مضمون کو اسی اہلحدیث مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۵ کالم ۲ کو ملاحظہ فرمائیے۔

"میں کہتا ہوں کہ یوں تو مذہب شیعہ تمام کا تمام شتر مرغ کی مثل ہے جیسی شان

یہ امور تمام اہل لغتہ کی تصریحات ومسلمات سے ہیں۔ اور ہر شخص ان کا متفق اللفظ گویا ہے۔ اور چونکہ ان میں کسی ایک بات سے بھی۔ اہل لغتہ۔ شعرائے عرب اہل زبان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے اور نقل اقوال میں بہت طول ہوجانیکا خوف ہے۔ اس وجہ سے میں حوالہ کتب کو ترک کرتا ہوں۔ مگر ایک انوکھی جو نہ کسی نے دیکھی نہ سُنی بلکہ بالکل اچھوتی تحقیق سُنئے اور سُنکر وجد کیجئے۔ حضرات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲)

ہے۔ گربہ پر گوشت گوید اشترم + ور نہی بارش بگوید طارم۔ مگر تقیہ کے مسئلہ سے اس مشابہت میں جیسی انھوں نے ترقی کی ہے۔ دنیا بھر میں نہ ملے گی۔ تقیہ کیا ہے اچھی خاصی ٹٹی کی آڑ"۔ الخ

کہئے مولوی صاحب اب بھی آپ شرمائے یا نہیں؟ اسی شیریں کلامی پر آپ دوسروں کو سمجھانے بیٹھے ہیں؟ اے سبحان اللہ۔ مولوی صاحب! آپکا اخیر فقرہ (ٹٹی کی آڑ) اہل علم کی زبان ہے؟ میں نے تو صرف ایک عالم کو شتر مرغ سے تشبیہ دی اس پر آپ اس قدر چراغ پا ہو گئے اور دشنام کہنے لگے۔ اور آپ جو تمام مذہب شیعہ کو کہ گزرے جس میں ائمہ معصومین علما رسب داخل ہیں اس پر آپ کو کیا انعام دیا جائے؟ آپ جو قرآن اور شیعہ تفسیر تحریر فرماتے ہیں اس میں جیسے مہذب الفاظ آپ کے قلم سے نکلتے ہیں اگر اس کا عشر عشیر بھی آپکی شان میں کوئی کہے تو معلوم نہیں کہ آپکی کیا حالت ہوجائے۔ بہر حال خدا آپ کو توفیق دے آپ خوب دل کھول کے ائمہ معصومین کو گالیاں دیجئے مبارک ولکن سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ بہر کیف اگر میں نے گالی دی تو مذمت کے مستحق بھی آپ ہی ہیں اور اگر میں نے اچھا کیا تو تعریف کے مستحق بھی آپ ہی ہیں۔ مجھے اس سے کچھ بحث نہیں۔

اسی تحریر میں آپ مجھے تو سمجھانے بیٹھے ہیں۔ اور خود مجھے کیا کچھ کہ گزرے

اہلحدیث کے مایۂ فخر و ناز حضرت علامہ ابن تیمیہ صاحب اپنی کتاب منہاج السنۃ کے جزو رابع صہ میں تحریر فرماتے ہیں الوجہ السّادس ان الفرق بین الوَلایۃ بالفتح والولایۃ بالکسر معروف والولایۃ ضد العداوۃ وھی المذکورۃ فی ھذہ النصوص لیست ھی الولایۃ بالکسر التی ھی الامارۃ وھولاء الجہال یجعلون الولی ھو الامیر ولم یفرقوا بین الولایۃ والولایۃ والامیر یسمی الوالی الخ۔ ترجمہ وَلایۃ و وِلایۃ میں فرق مشہور ہے۔ پس ولایت جو عداوت کے خلاف ہے وہی ان آیات میں مذکور ہے۔ اور جو ولایت بمعنی امارت ہے اوس کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ جہال (یہ خطاب شیعوں کو علامہ کے دربار سے عطا ہوا ہے) ولی کو بمعنی امیر قرار دیتے ہیں اور وَلایۃ و وِلایۃ میں فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ امیر کو والی

(بقیہ حاشیہ صہ ۶۳)

اسکی خبر نہ ہوئی۔ دشنام دہ مجھے بنایا۔ بدگو مجھے فرمایا۔ تنگ ظرف کا مجھے خطاب ملا۔ اوڈیٹر اصلاح رافضی الگ بنائے گئے۔ دوست مستور ایک طرف سے او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ کا موقع ہے یا نہیں۔ میں اس بارہ میں ابھی اور بھی کچھ لکھتا مگر مجھے خطرہ ہے کہ آپ خفا ہو کر کہیں میرے مضامین کا شایع کرنا نہ چھوڑ دیں۔

ہاں یہ تو فرمایئے کہ مولوی ... صاحب کو آپ نے سنی کہاں سے فرما دیا۔ شاید وہ بچپن میں سنی ہوں تو ہوں مگر آخر میں تو یقینی شیعہ تھے کیا آپ نے اونکی شرح زبدۃ الاصول ملاحظہ نہیں فرمائی اگر نہ دیکھی ہو تو اب دیکھیے۔ نہیں تو تھوڑی سی تکلیف اٹھا کے سندیلہ میں جایئے ابھی اونکی اولاد و احفاد زندہ ہیں ان سے تحقیق کر لیجئے خیر یہ تو معمولی باتیں ہیں۔ اب اصل مضمون کو ملاحظہ کیجئے۔ راقم

کہتے ہیں۔ اسکے دو تین سطر کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فبین ان الآیۃ دلت علی الموالاۃ المخالفۃ للمعاداۃ الثابتۃ لجمیع المومنین بعضہم علی بعض وھذا مما یشترک فیہ الخلفاء الاربعۃ وسائر اھل بدر و اھل بیعۃ الرضوان فکلھم بعض اولیاء بعض ولم تدل الآیۃ علی احد منھم یکون امیرا علی غیرہ بل ھذا باطل من وجوہ کثیرۃ اذ لفظ الولی والولایۃ غیر لفظ الوالی الخ۔ ترجمہ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آیت دوستی پر دلالت کرتی ہے جو دشمنی کے خلاف ہے۔ اور تمام مومنین کے واسطے ایک دوسرے پر ثابت ہے۔ اور اس معنی میں چاروں خلفاء اور کل اہل بدر اور اہل بیعۃ رضوان مشترک ہیں۔ پس یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں اور آیت نے اس پر دلالت نہیں کی کہ ان میں سے کوئی اپنے غیر پر امیر ہو بلکہ یہ تو بہتیری دلیلوں سے باطل ہے کیونکہ لفظ ولی اور ولایۃ اور ہے اور لفظ والی اور"۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں تو عنوان عبارت صاف صاف بتارہا ہے کہ علامہ کے ذہن شریف میں وَلایۃ و وِلایۃ میں دو فرق ہیں۔ ایک تحقیق یہ کہ وَلایۃ کے معنی دوستی کے ہیں اور وِلایۃ کے معنی امارت وحکومت کے ہیں۔ اگرچہ علامہ کی یہ تحقیق انیق میرے مخالف نہیں مگر مجھے صرف یہ دکھلا دینا ہے کہ علامہ کس درجہ تعصب کے گہرے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اسکی بدولت کیا سے کیا کہہ جاتے تھے۔ کیا علامہ کو اسکی خبر نہ تھی کہ ان دونوں لفظوں میں یہ فرق بالکل غلط ہے۔ بلکہ ہر ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو منتہی الارب صفحہ ۲۸۹۶ چھاپ کلکتہ۔ وِلایۃ بالفتح والکسر دوست یا فتن بر آں۔ و تصرف کردن دراں و نیز وَلایۃ بالفتح بادشاہی راندن و یاری دادن۔ اور افسوس پر مزا تو یہ ہے کہ آپ اس تفرقہ نہ ماننے والے کو جاہل کا خطاب بھی دیتے ہیں۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔

مگر ہاں شاید علامہ نے صحاح جوہری جس کا رتبہ کتب لغات میں مثل صحیح بخاری کے ہے) کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہو (قال سیبویه الولایة بالفتح المصدر والولایة بالکسر الاسم مثل الامارة و النقابة الخ ترجمہ سیبویہ نے کہا ہے کہ وَلایة مصدر ہے اور وِلایت اسم ہے۔ مثل امارت ونقابت کے) اور یہ جملہ دھر گھسیٹا ہو۔ مگر اس پر تو بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا — الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

یہ فرماتے ہیں کہ ولایت کا اسم فاعل تو ولی ہے اور ولایۃ کا والی

دوسرا فرق اور اس تفرقہ پر اونکی پوری عبارت خصوصاً آخر فقرہ واضح طور پر دلالت کرتا ہے۔ اہا ہا ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی — پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

ملاحظہ ہو کیا نرالی تحقیق ہے کہ کسی محقق کو تو کیا حضرت امام رازی کو بھی نہ سوجھی۔ افسوس علامہ ابن تیمیہ کو باوجودیکہ دمشق کے رہنے والے تھے جو عرب کا ایک حصہ ہے۔ اسکی بھی خبر نہ تھی کہ والی کا مصدر ولا ہے۔ ملاحظہ ہو محیط المحیط جلد ثانی ص ۲۲۸۸ والولاء مصدر والی مگر ہاں شاید علامہ نے صحاح جوہری کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہو الولی ضد العدو مگر تعجب تو یہ ہے کہ علامہ نے ایک ہی سطر کے بعد یہ نہ ملاحظہ فرمایا کل من ولی امر واحد فہو ولیہ جو شخص کسی دوسرے کے کام کا پورا اختیار رکھتا ہو وہ اس کا ولی کہلاتا ہے چنانچہ جسکے اختیار میں کسی عورت کا نکاح ہو اوسکو ولی المرأة جسکے ہاتھ میں دیت اور خونبہا کا مطالبہ ہو اوسکو ولی الدم جانشین کو ولی عہد بادشاہ کو ولی امر الرعیة کہتے ہیں اور اسی معنی میں عرب کے ایک نامی شاعر نے جناب امیر کی مدح میں یوں کہا ہے ؎

وَنِعْمَ وَلِیُّ الْاَمْرِ بَعْدَ وَلِیِّہٖ — وَمُنْتَجِعُ التَّقْوٰی وَنِعْمَ الْمُؤَدِّبُ

اب ناظرین غور فرمائیں کہ اس اچھوتی تحقیق کے بعد آپ کے اسم مبارک کے ساتھ علامہ کا لقب کس قدر موزوں ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمۂ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اس پر بھی تمام اہل لغت متفق ہیں کہ وَلایۃ و وِلایۃ مفعول کی طرف کبھی تو خود متعدی ہوتا ہے اور کبھی علیٰ وغیرہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جاتا ہے ولی الشئ وعلیہ ولایۃ و وِلایۃ ملک امرہ وقام بہ یعنی جب کوئی شخص کسی کام کا مالک و مختار و مدبر ہے تو ولی الشی اور ولی علی الشئ دونوں بولتے ہیں۔

مگر ساری خدائی کے خلاف علامہ ابن تیمیہ صاحب کی ایک بالکل نرالی تحقیق سنئے اور حضرت علامہ کے تعصب پر مرحبا اور احسنت کے نعرے بلند کیجئے آپ اسی منہاج السنۃ کے جزء رابع کے ص۴ میں تحریر فرماتے ہیں الوجہ السابع عشر انہ لو اراد الولایۃ ھی الامارۃ لقال انما یتولی علیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا ولم یقل من یتولی اللہ ورسولہ فانہ لا یقال لمن ولا علیہم ولا انہم یقولون تولاہ بل یقال تولی علیہم۔ ترجمہ اگر خدا کو یہ منظور ہوتا کہ وہ امارت کو بیان فرمائے تو یوں کہتا انما یتولی علیکم الخ اور من یتولی الخ نہ فرماتا کیونکہ جو شخص لوگوں پر حاکم ہو اوسکے بارے میں نہ یہ کہا جاتا ہے اور نہ تولاہ کہتے ہیں بلکہ تولی علیہم کہتے ہیں۔

آفتاب پر خاک ڈالنا اسی کو کہتے ہیں۔ معاذ اللہ حق پوشی کی بھی حد ہوگئی۔ خدا جانے حضرت علامہ تحریر کے وقت کس عالم میں تھے اور انصاف کی آنکھوں پر کیسا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا۔ غضب خدا کا یہ بالکل معمولی باتیں ہیں جنکو مبتدی طلبہ بھی جانتے ہیں اور تمام اہل لغت کی تصریح بھی ہے کہ ولایت کے معنی حکومت و امارت تصرف کے بھی ہیں۔ اور ولی اسی سے مشتق ہے اور بغیر علی کے بھی متعدی ہوتا ہے۔ مگر علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیۃ انما ولیکم اللہ میں اگر

امارت کے معنی مقصود ہوتے تو ولایۃ کی لفظ مجرد نہ لاتا بلکہ اوسکو مزید فیہ بناتا اور پھر اوسکو علی کے ساتھ متعدی کرتا اور یتولی علیکم کہتا - یتولےٰ کہنا بھی کافی نہیں ہے -

سنا آپ نے اس کو تحقیق کہتے ہیں - کس شنود یا نشنود من گفتگوے می کنم اسی کا نام ہے - علامہ صاحب نے تمام اہل لغۃ کی تصنیف و تالیف پر پانی پھیر دیا - اب کوئی با انصاف - علامہ صاحب کی اس نادر تحقیق اور اہل لغۃ کے اس قول کو ملا کر دیکھے اور علامہ صاحب کے حق گوئی کی داد دے - ملاحظہ ہو منتہی الارب تولی - ولی ساختن و بجو گرفتن کارے را و بکار کسے قیام نمودن و ولایت دادن الخ -

یہ تو ظاہر ہے کہ ولی کے جتنے معانی بیان کیے گئے وہ سب اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے - کیونکہ اس بات سے قطع نظر کر کے کہ بہت سے اصولیین ایک لفظ کو بول کر چند معانی مراد لینے کو نا جائز سمجھتے ہیں خصوصاً جس وقت باہم معانی میں منافات ہو - خود عقل سلیم بھی بہت اچھی طرح اس کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ خدا کا مقصود ان مذکورہ معانی سے ضرور ایک ہی ہو گا - اس کے علاوہ "قرابت دار - چچا زاد بھائی - غلام - حافظ النسب وغیرہ" سے اس مقام پر کوئی تعلق و سروکار بھی نہیں ہے - اسی وجہ سے ان تمام معانی سے قطع نظر کر کے صرف اختلاف اس میں ہے کہ آیا لفظ ولی سے دوست و مددگار مراد ہے یا امیر و متصرف و مدبر و کارساز - پس چونکہ کلام خدا کا مقصود ان ہی دونوں معنی میں منحصر ہے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قرینہ حالیہ و مقالیہ سیاق و سباق - عنوان و طرز ادا - قواعد معانی و بیان صرف و نحو و لغت عرب غرض ہر پہلو پر نظر ڈال کر نہایت دیانت و انصاف سے - تعصب و عناد کو چھوڑ کر فیصلہ کرے کہ آخر دونوں معنوں سے خدا کا واقعی مقصود کیا ہے -

پس جب ناظرین لفظ انما کی تحقیق میں ملاحظہ فرما چکے (اور الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب دوست نے بھی مان لیا کہ انما حصر کے واسطے ہے۔ اور جس لفظ پر داخل ہوتا ہے اوسکے ثبوت اور اوسکے ماسوا سے حکم کی نفی کرتا ہے) تو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت میں ولی کے معنی دوست و مددگار کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ضمیر کُم خدا کا خطاب خاص مومنین کی طرف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جتنے مومنین ہیں سب آپس میں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم دوسرے مقام پر اس مطلب کو یوں ادا فرماتا ہے المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔ ترجمہ۔ ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں سب باہم ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ پس اگر یہاں بھی دوست و مددگار کے معنی لئے جائیں تو کلام خدا میں صریحی تناقض لازم آئیگا۔ اور یہ باطل و محال ہے۔ کیونکہ ایک جگہ تو یہ فرمائے کہ مومنین سب کے سب باہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور دوسری جگہ فرمائے کہ مومنو تمہارا دوست و مددگار صرف خدا ہے اور اُس کا رسولؐ اور خاص مومنین جن کے یہ صفات ہیں۔ اور عام مومنین نہیں۔

حاشا وکلا ایسا صریحی تناقض خدا تو خدا کسی معمولی سمجھ دار آدمی کے کلام میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اور خدا تو خود اسکی نفی کر رہا ہے (ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا) (اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی غیر کا کلام ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) اور نہ کوئی مسلمان جو اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو ایسے لغو خیال کو خدا کے بارے میں پسند کر سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں ولی کے معنی سوائے امیر یا متصرف و کارساز کے دوسرا نہیں ہو سکتا کیونکہ دو ہی معنوں میں انحصار تھا اور جب ایک باطل ہوا تو دوسرا یقینی ثابت ہوا۔ وہو المطلوب۔

اور اس میں ایک میں ہی یا علماء شیعہ ہی متفرد نہیں ہیں بلکہ بہت سے
علماء اہلسنت (کی سفینہ) اسکے قائل ہیں کہ اس آیت میں ولی سے مراد متصرف
وامیر ہے۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہو۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب
محدث دہلوی ازالۃ الخفا مطبوعہ مطبع صدیقی کے صفحہ ۲۹ سطر ۵۔ اسی آیت
کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ غیر ازیں نیست کہ کارساز شما درحقیقت خدا است
کہ الہام وتدبیر امور بآن الہام می فرماید الخ

مگر اہلسنت کے امام فخر الدین رازی صاحب اس پر بہت تلملائے ہیں اور
غصہ سے آنکھیں نیلی پیلی کئے ہوئے خدا جانے کیا کیا فرما رہے ہیں
اس آیت کی تفسیر کے تحت میں آپ نے پہلے شیعوں کی طرف سے استدلال
بھی فرمایا ہے۔ اوسکے بعد پہلے ولایت کے بمعنی نصرت ومحبت ہونے کی دلیلیں
بیان کی ہیں۔ اوسکے بعد اپنے خیال میں شیعوں کے دلائل پر مضبوط ومستحکم
اعتراضات کئے ہیں۔

امام صاحب کا پہلا اعتراض

اسی ضمن میں آپ نے پہلے طبع زاد یا کسی کا قول
نقل کیا ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۱ میں
تحریر فرماتے ہیں الاول ان لفظ الولی جاء بھذین المعنیین ولم
یعین اللہ مرادہ ولا منافاۃ بین المعنیین فوجب حملہ علیھما فوجب
دلالۃ الآیۃ علی ان المومنین المذکورین فی الآیۃ متصرفون فی الامۃ
ترجمہ۔ لفظ ولی دونوں معنی (محب ومتصرف) کے لئے آیا ہے اور خدا نے اپنا
مقصود معین نہیں کیا ہے۔ اور دونوں معنی میں کوئی منافات بھی نہیں ہے پس
لفظ ولی کا حمل دونوں معنی پر ضروری ہوا۔ اور جب یہ ضروری ہوا تو آیت کی دلالت
اس پر بھی ضروری ہوئی کہ جن مومنین کا ذکر اس آیت میں ہے وہ تمام امت پر متصرف
ہوں۔ اس پر امام صاحب اعتراض فرماتے ہیں اما حمل لفظ الولی علی الناصر

والمتصرف معا فغیر جائز لما ثبت فی اصول الفقه انه لایجوز حمل اللفظ المشترک علے مفہومیہ۔ ترجمہ لفظ ولی کا ناصر و متصرف دونوں معنی پر حمل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ مشترک کا حمل دو معنی پر نا جائز ہے۔

اب ذرا ناظرین اس استدلال اور اس اعتراض کو غور سے ملاحظہ کریں وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ چونکہ دونوں معنی میں منافات نہیں ہے اس وجہ سے دونوں معنی مراد لینے چاہئے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ لفظ مشترک کا استعمال دو معنی میں جائز نہیں ہے اور اس نے عدم منافات کی جو شرط لگی تھی اوس کو بالکل کھا بدے۔ یہ ہے تحقیق اور اس پر دعوائے امامت۔ اے سبحان اللہ! نازم بایں امامت۔ امام صاحب کا مقصود تو یہ ہے کہ ٹک ہو یا نہ ہو کچھ کہنا چاہئے۔ ان نہ مان میں تیرا مہمان۔

میں یہ نہیں کہتا کہ استعمال مشترک کا دو معنی میں بیک وقت جائز ہے یا کیا (من شاء فلیرجع الی محلہ) مگر مجھے صرف یہ دکھلا دینا ہے کہ امام صاحب شیعوں پر اعتراض کرتے بھی ہیں تو کس خوبصورتی سے۔ سچ ہے عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔

اصول فقہ کا یہ مسئلہ جو امام صاحب نے پیش کیا ہے۔ ہرگز ہر شخص کے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں اختلاف اور شدید اختلاف ہے۔ اگر وہ مستدل امام صاحب سے پوچھے کہ کیوں جناب جب منافات نہیں ہے تو دونوں معنی مراد لینے میں کیا نقصان ہے۔ آپکا فقط ناجائز کہہ دینا تو کافی نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی شخص ایک وقت میں کسی کا سرپرست و متصرف و مدبر بھی ہو اور دوست و مددگار بھی ہو۔ اور وہ کہے ھذا اولیی (یہ میرا ولی ہے) اور وہ دونوں مراد لے؟ ضرور کہہ سکتا ہے

اور کہنا صحیح ہوگا۔ جس طرح عربی میں قرء کے معنی ایام حیض اور باکی دونوں
کے ہیں۔ یا جون کے معنی سفیدی سیاہی دونوں کے ہیں تو کیا کوئی شخص
یہ نہیں کہہ سکتا القرء من صفات النساء والجون من صفات الحیوان۔
قرء عورتوں کی صفت ہے اور جون حیوان کی صفت ہے۔ اور کیا یہ بول کر
دونوں معنی مراد نہیں لے سکتا؟ ضرور لے سکتا ہے۔ اور ہرگز کوئی عاقل
اس کو ناپسند نہ کرے گا۔ بلکہ اس میں ایک خاص لطف ہے جو اہل فوق سے
پوشیدہ نہیں ہے

اب امام صاحب کے ولی بمعنی دوست و مددگار ہونے کی دلیلیں ملاحظہ کیجئے

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں ان اللائق الخ۔
پہلی دلیل جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس آیت کے ماقبل و مابعد والی آیتوں
میں دونوں جگہ۔ دوست و ناصر ہی کے معنی مناسب ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم اس
آیت کے قبل فرماتا ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ
اولیاء۔ ترجمہ۔ اے ایماندارو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست یا سرپرست
نہ بناؤ اور اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا پیشوا اور اپنی
جان و مال کا متصرف نہ بناؤ۔ کیونکہ یہ تو بداہتہً باطل ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے
کہ انکو اپنا احباب انصار نہ بناؤ۔ نہ ان سے میل جول رکھو۔ نہ انکی مدد کرو۔
پھر جب اچھی طرح اسکی ممانعت کرچکا تو فرمایا کہ تمہارا دوست و مددگار صرف
خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جن کے صفات بیان کئے گئے۔
اور یہ ظاہر ہے کہ جس ولایت کا یہاں حکم دیا گیا ہے اوسی ولایت کی ماقبل میں
ممانعت کی گئی ہے۔ اور چونکہ ولایت ممنوعہ بمعنی نصرت ہے تو جس ولایت کا حکم
دیا گیا ہے اس کا بھی اوسی معنی میں ہونا ضروری ہے اور پھر اسی آیت کے بعد

فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ ترجمہ اے ایماندار و اگر تم سچے مومن ہو تو اپنے قبل کے اہل کتاب اور کفار میں سے جو لوگ تمہارے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اون کو اپنا دوست یا سرپرست نہ بناؤ۔ غرض خدا نے یہود و نصاریٰ کے دوست و مددگار بنانے کی دوبارہ ممانعت کی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ولایت ممنوعہ بمعنی نصرت ہے تو آیہ انما ولیکم اللہ میں بھی ولایت بمعنی نصرت ہونا ضروری ہے (اسکے بعد آپ بڑی دیانت کو صرف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں) جو شخص انصاف کو کام میں لائے اور تعصب کو چھوڑ دے اور آیت کے مقدم و موخر پر غور کرے تو اُسے یقین ہو جائیگا (ضرور) کہ انما ولیکم اللہ میں ولی ناصر و محب ہی کے معنے میں ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ امام کے معنی میں ہو کیونکہ اس صورت میں ایسے دو کلاموں کے درمیان جو ایک غرض کے لئے بنائے گئے ہوں ایک اجنبی کلام کا لے آنا لازم آتا ہے۔ اور یہ بہت ہی رکیک بات ہے۔ جس سے خداوند عالم کا کلام پاک صاف ہونا چاہیئے۔

پہلا جواب گو یہ بہت واضح ہے کہ یہ استدلال اُس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب پہلے امام صاحب اس کو ثابت کر لیں کہ یہ تمام آیات یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ سے ان کنتم مومنین۔ تک سب کی سب بیک وقت نازل ہوئی تھیں اور اسی ترتیب سے نازل ہوئی تھیں (وھو بعد فی حیز الخفاء ودونہ خرط القتاد) اور اس کو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ایک امام صاحب تو کیا ساری دنیا کے ائمہ اہلسنت اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ثابت کرنا چاہیں تو

لا یثبتونها ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تمام اہل اسلام کے مسلمات سے ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب حضرت رسول کی حیات میں نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ یہ ترتیب قرآن مجید کی نزول کے موافق نہیں ہے۔ پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ جو معنی ولایت کے قبل وبعد کی آیت میں لئے گئے ہیں وہی اس آیت میں بھی مراد ہونا چاہیے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب اسکے علاوہ افسوس تو یہ ہے کہ امام صاحب کو بہت ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد بھی مابعد وماقبل کی آیتوں میں ولایت کے بمعنی نصرت ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ آخر حیران وششدر ہو کر بیچارے کو بداہتہ کا دعوے کرنا پڑا۔ حالانکہ یہ بداہتہ عقل نہیں ہے بلکہ بداہتہ وہم ہے۔ میں خود کیوں کچھ کہوں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اقرار العقلاء علے انفسهم مقبول تو ایک مشہور جملہ ہے۔ ذرا ناظرین بافہم وانصاف ماقبل والی آیت کی شان نزول کو خود امام صاحب کی تحریر سے ملاحظہ کریں اور امام صاحب کے اضطراب وپریشانی کا تماشا دیکھیں آپ تفسیر کبیر ص ۴۲۵ آیہ یا ایها الذین آمنوا الخ کی تفسیر کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں روی ان عبادة ابن صامت جاء الی رسول الله فتبرء عنده من موالاة الیهود فقال عبد الله بن ابی لکنی لا اتبرء منهم لانی اخاف الدوائر فنزلت هذه الآیة۔ روایت میں ہے کہ عبادہ بن صامت حضرت رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہود کی موالاۃ سے علیحدگی ظاہر کی۔ تب عبداللہ ابن ابی بول اٹھا کہ میں ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں زمانہ کی گردشوں سے ڈرتا ہوں۔

ناظرین گھبرائیں نہیں۔ ابھی راز سربستہ کھلتا ہے اور عجیب طلسم ٹوٹتا ہے۔ اس عبارت کے آٹھ سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں اعلم ان المراد بقوله الذین فی قلوبهم مرض المنافقون مثل عبد الله ابن ابی واصحابه وقوله یسارعون فیهم فی مودة الیهود ونصاری نجران لانهم کانوا اهل ثروة وکانوا یعینونهم علی مهماتهم ویقرضون ویقول المنافقون انما نخالطهم لانا نخشی ان تصیبنا دائرة (ثم قال بعد نقل قول الواحدی) قال الزجاج ای نخشی ان لا یتم الامر لمحمد فیدور الامر کما کان قبل ذلک

ترجمہ۔ جانو کہ الذین فی قلوبهم مرض سے مراد منافقین ہیں مثل عبد اللہ ابن ابی اور اوسکے اصحاب کے۔ اور قول خدا یسارعون فیهم سے مقصود یہ ہے کہ لوگ یہود اور نجران کے نصاریٰ کی محبت کی طرف دوڑتے تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ صاحبان دولت تھے۔ اور ان منافقین کے بڑے بڑے ضروری اور مشکل کام میں کام آتے تھے اور ان کو قرض دیتے تھے۔ اور منافقین کہتے تھے کہ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں زمانہ کی گردش میں ہم مبتلا نہ ہوجائیں۔ زجاج نے کہا ہے یعنی ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں محمدؐ کے حوصلے پورے نہ ہوں اور حکومت قائم نہ ہو اور زمانہ پلٹا کھا کے پھر جیسا تھا ویسا ہی ہوجائے۔

اب ناظرین عبارت مذکورہ بالا کو ایک معمولی سی توجہ سے دیکھیں کہ آیا یہ منافقین یہود و نصاریٰ کو اپنا سرپرست و کارساز سمجھتے تھے یا فقط دوست خصوصاً اخیر کا فقرہ کہ کہیں ایسا نہ ہو محمدؐ کی حکومت قائم نہ ہو۔ اور زمانہ پلٹا کھا کے جیسا پہلے تھا پھر ویسا ہی ہوجائے۔ ذرا غور سے ملاحظہ کریں کہ انکا مقصود کیا تھا۔ اور خدا نے کس ولایت کی ممانعت کی تھی۔ فقط دوستی یا انکو سرپرست و مدبر و کارساز سمجھنے کی۔ حاشا و کلا ہرگز دوستی اور میل جول کی

ممانعت نہ تھی بلکہ یہود و نصاریٰ کو اپنا مدد گار و کارساز سمجھنے کی۔ کیونکہ باہم معاملات کرتے (دیکھو پارہ ۶ - ع ۵) طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور تمہارا طعام اون کے واسطے حلال ہے (طعام سے جو کچھ مراد ہو یہاں اوسکو طے کرنا منظور نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ باہمی معاملات کرنے کا حکم ہے یا نہیں اور کیا اس کا نفاذ بغیر معاملات ہو سکتا ہے) میل جول رکھنے دوستی وارتباط قائم کرنے کی یہاں تو کیا تمام قرآن میں کسی جگہ ممانعت نہیں ہے۔ ہاں جو کفار یہود ہوں یا نصاریٰ یا غیر، ہم سے ظاہر بظاہر دشمنی کریں یا ہم سے دینی امور میں لڑائی کریں، ہمیں ستائیں ان سے البتہ دوستی اور ارتباط کی ممانعت ہے۔ بلکہ دشمنی کرنے کا حکم ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے جو کفار ہم سے دینی امور میں لڑائی جھگڑے جدال و قتال نہ کریں اونکے ساتھ ہرگز دوستی و محبت کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ یک گونہ دوستی و ارتباط اور اونکے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ (دیکھو پ ۲۸ ع ۸) لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین

ترجمہ۔ جن کفار نے تم سے تمہارے دینی امور میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں شہر بدر نہیں کیا اون کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے اور انصاف سے پیش آنے کو خدا تمہیں منع نہیں کرتا۔ خدا تو یقیناً انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اگر یہاں ولایت سے دوستی مراد لیتے ہیں تو کلام خدا میں صریحی تناقض لازم آتا ہے کہ ایک جگہ دوستی اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور ایک جگہ منع کرتا ہے۔ بلکہ تاریخی

صفحات اس سے مملو ہیں کہ تمام صحابہ بلکہ خود حضرت رسولؐ کفار سے ہمیشہ اس قسم کے ارتباط رکھتے تھے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا رسول اللہ مولفۃ القلوب کفار سے میل جول نہ رکھتے تھے کیا اس زمانہ کے ہندوستان کے مسلمان کفار اور یہود و نصاریٰ سے دوستی وارتباط میل جول نہیں رکھتے؟ اور کیا یہ سب کے سب خلاف حکم خدا کرتے ہیں اور کیا اسکی وجہ سے یہ مسلمان بمصداق و من یتولھم منکم فانہ منھم کافر و یہودی و نصرانی ہو گئے؟ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب تمام ہندوستان میں کسی ایک مسلمان یا خود اپنے کو فرما سکتے ہیں کہ وہ کفار یا یہود و نصاریٰ سے میل جول دوستی نہیں رکھتے کیا ان انگریزوں سے اعانت کے طالب نہیں اور کیا اسکی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور زمرہ منافقین میں داخل ہو گئے؟

حاشا و کلا ہرگز نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ منافقین یہود و نصاریٰ کی دولت و ثروت کی وجہ سے انکو اپنا سرپرست و کارساز سمجھتے تھے کیونکہ یہ کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو حضرت رسولؐ کے واسطے حکومت قائم نہ ہو اور یہ فقیر کے فقیر ہی رہیں اور یہود و نصاریٰ سے صاف صاف الگ بھی ہو جائیں اور رسولؐ سے سرپرستی و کارسازی بھی نہ ہو سکے تو پھر ازیں سو راندہ ازاں سو درماندہ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے ہوئے۔ کہیں کے نہ رہے ان بیہودہ خیالات کا لحاظ کر کے خدا نے مومنین سے فرما دیا کہ یہود و نصاریٰ کیا چیز ہیں اور انکی دولت و ثروت کی کیا حقیقت ہے تم اپنا اصلی کارساز خدا اور رسولؐ و مومنین موصوفین کو سمجھو اور دل سے مانو۔ بس یہی کافی ہے ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ کفار سے میل جول اور ارتباط و مخالطت سے نہ کسی مومن کا ایمان خراب ہوتا ہے اور نہ کسی کے اسلام میں بٹہ لگتا ہے۔ نہ کافر

ہو جاتا ہے۔ نہ منافق۔
یہ تو ماقبل والی آیت کی حالت وکیفیت ہوئی۔ اب رہی مابعد والی آیت تو قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اب میں امام صاحب اور ان کے طرفداروں کے سامنے ان ہی کی دلیل کو یوں پیش کرتا ہوں کہ ماقبل ومابعد والی آیتوں میں بداہتہً وبرہاناً ولایت سے مراد تصرف و امامت ہے تو اس درمیان والی آیت میں بھی وہی مراد ہونا چاہیئے تاکہ جس ولایت کی تمامیت کی گئی ہے اسی کا حکم بھی ہو جائے کیونکہ خداوند عالم کا کلام اس سے منزہ ہے کہ ایک قسم کے دو کلاموں کے درمیان ایک اجنبی کلام خواہ مخواہ گھسیٹ دیا جائے

اب تو امام صاحب کے واسطے یہ شعر یہاں موزوں نظر آتا ہے ؎
الٹی ہو گئی سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

تیسرا جواب اور بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لئے تمام آیات کا بیک وقت نزول ہونا۔ اور پھر موافق نزول ترتیب پانا اور پھر ماقبل و مابعد والی آیتوں میں ولایت بمعنی نصرت ہونا مان بھی لوں تو بھی امام صاحب کی تمنا بر نہیں آتی۔ کیونکہ امام صاحب کا یہ فرمانا (کہ ماقبل ومابعد والی آیتوں میں ولایت بمعنی نصرت لینے کے بعد اس آیت میں ولایت بمعنی تصرف نہیں لے سکتے کیونکہ اس صورت میں دو کلاموں کے درمیان ایک اجنبی کلام کا گھسیٹ دینا لازم آتا ہے اور یہ بہت رکیک ہے جس سے کلام خدا کو پاک و منزہ ہونا چاہیئے) بالکل غلط ہے۔ کیونکہ افسوس امام صاحب استدلال کے وقت قواعد معانی و بیان کو آنکھ بند کرکے پس پشت ڈال دیتے ہیں

اب میں عرض کرتا ہوں کہ امام صاحب! اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور نہ کوئی عیب کی بات ہے۔ اس قسم کی ترکیب یعنی کلام اجنبی کا درمیان میں آجانا تو کلام الله میں ایک دو جگہ نہیں بیسوں جگہ ہے کیا آپ نے فن معانی کی بحث

اطناب کو ملاحظہ نہیں فرمایا ہے ۔ اچھا سُنئے زیادہ کیوں تکلیف اٹھائیے
شرح تلخیص المفتاح ملاحظہ کیجئے ۔ اطناب کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ انکے
ایک قسم اعتراض بھی ہے جسکی تعریف میں صاحب تلخیص لکھتے ہیں وھو
ان یوتی فی اثناء کلام او بین کلامین متصلین معنیً بجملۃ او اکثر الخ
ترجمہ ۔ اعتراض کے معنی یہ ہیں کہ ایک کلام کے بیچ میں یا ایسے دو کلاموں
کے درمیان جو باہم معنی میں متصل ہوں ۔ ایک جملہ یا چند جملوں کا لے آنا ۔ اب
مثال سُنئے فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین
ویحب المتطہرین نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اب میری
نہیں اپنے علامہ تفتازانی کی تحقیق سُنئے فقولہ ان اللہ یحب التوابین ویحب
المتطہرین ایک جملہ سے زیادہ معترضہ ہے ۔ دو متصل کلاموں کے درمیان ۔ اب دوسری مثال سُنئے
ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی
عامین ان اشکرلی ولوالدیک الخ اب پھر علامہ تفتازانی کی تحقیق سُنئے کہ
فرماتے ہیں کہ ان اشکرلی تفسیر ہے وصینا الانسان کی اور حملتہ سے
عامین تک ایک کلام اجنبی ہے ۔ دونوں کلام کے درمیان ۔ اب ان
دونوں مثالوں اور علامہ کی تحقیق کو ملاحظہ فرمائیے ۔ اور نیز امام صاحب کی
جدید تحقیق کو غور سے دیکھیے اور دیانت وانصاف کی داد دیجئے ۔ کیا یہ
غیر ممکن ہے کہ مابعد وماقبل کی آیتوں میں ولایت بمعنی نصرت ہو اور دونوں کلام
متصل ہوں اور آیہ انما ولیکم اللہ جملہ معترضہ ہو کون سی رکاکت اور خرابی ہوگی ۔

چوتھا جواب | خداوند عالم نے جہاں جہاں لفظ ولی کو قرآن میں استعمال
فرمایا ہے ہر جگہ سرپرست ۔ مدبر متصرف ۔ کارساز کے معنی
لئے ہیں ۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ تمام قرآن کے خلاف ایک جگہ تو کھا معنے
(دوست کے) اس مقام پر لئے جائیں ۔ ملاحظہ ہو پ۳ ۔ ع۴ ۔ اللہ ولی الذین

آمنوا

پ۳ - ع ۷ (قرض کے لین دین کے بارے میں) اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل۔

پ۴ - ع ۴ (جنگ احد کا قصہ) اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما۔

پ۵ - ع ۴ - وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا

پ۵ - ع ۷ (مسلمانان مکہ کی دعا) واجعل لنا من لدنک ولیا

پ۵ - ع ۹ (خدا کا حکم) ولا تتخذوا منھم ولیا۔

پ۵ - ع ۱۵ (خدا کا حکم) ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیراً

پ۶ - ع ۴ - ولا یجدون من دون اللہ ولیا ولا نصیرا

پ۶ - ع ۱۲ (محل نزاع) انما ولیکم اللہ

پ۷ - ع ۸ (حضرت رسولؐ سے فرمائش) قل اغیر اللہ اتخذ ولیًا

پ۹ - ع ۹ (حضرت موسیٰؑ کی زبانی) انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین

پ۹ - ع ۱۴ (حضرت رسولؐ کی دعا کی فرمائش) ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین

پ۱۳ ع ۵ (حضرت یوسفؑ کی دعا) انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ

پ۱۵ - ع ۵ (مقتول کے بارے میں)، ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔

پ۱۵ - ع ۴ - ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا

پ۱۶ - ع ۴ (حضرت زکریا کی دعا) فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب

پ۱۶ - ع ۶ (حضرت ابراہیمؑ کا آذر بت تراش سے کہنا) فتکون شیطانا ولیا

پ ۱۹ - ع ۱۹ (قوم صالح کی زبانی) ثم لنقولن لولیہ ما شھدنا مھلک اھلہ ۔ پ ۲ - ع ۱۸ - ولا یجدون من دون اللہ ولیا ولا نصیرا
پ ۲۲ - ع ۱۱ (فرشتوں کی زبانی) قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم
پ ۲۶ - ع ۱۱ - ثم لا یجدون ولیا ولا نصیراً

ان تمام آیات میں صاف اور بیّن طور پر ہر ناظر تفسیر کو معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے معنی دوست کے نہیں ہیں بلکہ وہی حاکم - سرپرست - مدبر متصرف کارساز کے ہیں - جن کو دوسرے لفظوں میں امام کہیئے - ہاں زبردستی کا اور خواہ مخواہ کی تاویل کا کوئی جواب نہیں - بقول شخصے ضد کی دوا لقمان کے پاس نہ تھی - تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر خدا کا کلام سمجھ کر انصاف و دیانت کو ہاتھ میں لیکر خدا کو حاضر و ناظر جانکر تو کوئی شخص ان تمام آیات مذکورہ میں کبھی بھی دوست کے معنی نہیں کر سکتا - اور کسی ایک آدھ آیت میں زبردستی کھینچ تان کر دوست کے معنی لئے بھی جائیں تو اللفظ یحتمل ۴۴

امام صاحب کی دوسری دلیل

تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۴۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "آیت مذکورہ یہ چاہتی ہے کہ جن مومنین کی ولایت کے ساتھ صفت بیان کی گئی ہے وہ نزول آیت کے وقت صفت ولایت سے متصف ہوں (کیونکہ جملہ اسمیہ ہے اور جملۂ اسمیہ ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے - اسی کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے زبانی بھی فرمایا تھا) پس اگر ولایت کے معنی تصرف و امامت کے لئے جائیں تو لازم آتا ہے کہ مومنین معصومین وقت نزول آیت صفت ولایت سے متصف نہ ہوں - کیونکہ علی بن ابیطالبؑ وقت نزول آیت رسول اللہ کی زندگی میں نافذ التصرف نہ تھے - اور اگر ولایت کو محبت و نصرت کے معنی میں لیتے ہیں تو ولایت وقت نزول آیت ہی سے حاصل ہو جاتی ہے - اسکے علاوہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ جس ولایت کی یہود و نصاریٰ سے ممانعت کی گئی ہے وہ بالفعل حاصل ہے - تو جس ولایت کا حکم دیا گیا ہے اسکو بھی حاصل ہونا چاہیے تاکہ نفی و اثبات ایک ہی چیز

پر وارد ہو۔ غرض جب ولایت بمعنی تصرف کا وقت نزول آیت حاصل ہونا محال ہوا تو یہاں مراد ہونا بھی محال ہے۔ وہو المطلوب

جواب - یہ بھی ایک نئی اور بالکل انوکھی منطق ہے۔ اگرچہ یہ بات کہ جملۂ اسمیہ ثبوت ودوام پر دلالت کرتا ہے۔ کم علموں کی گویا زبان زد ہے مگر امام صاحب کا ایسا بال کی کھال نکالنے والا ایسی بے اصل بات پر بھروسا کرکے اپنی مشہور تصنیف میں دھبا لگائے تعجب ہوتا ہے۔

معلوم نہیں امام صاحب یہ مطلب کہ صفت ولایت سے وقت نزول آیت متصف ہونا ضروری ہے کہاں سے لائے۔ فن معانی وبیان کی کتابیں تو صاف صاف امام صاحبؒ کے خلاف گواہی دے رہی ہیں ملاحظہ ہو مطول شرح تلخیص المفتاح علامہ تفتازانی اما کون المسند فعلا فللتقييد باحد الازمنة الثلثة على اخصر وجه مع افادة التجدد الذى هو من لوازم الزمان الذى هو جزء الفعل اما كونه اسما فلافادة عدمهما اى عدم التقييد المذكور و افادة التجدد بل لافادة الثبوت والدوام لاغراض بذلك كما فى مقام المدح والذم و ما اشبه ذلك مما يناسبه الدوام والثبوت كقوله لا يالف الدرهم المضروب صرتنا وهو ما يجمع فيه الدراهم۔ لكن يمر عليها وهو منطلق يعنى ان الانطلاق ثابت له دائم من غير اعتبار التجدد قال الشيخ عبد القاهر المقصود من الاخبار ان كان هو الاثبات المطلق فينبغى ان يكون بالاسم وان كان الغرض لا يتم الا بالاشعار بزمان ذلك الثبوت فينبغى ان يكون بالفعل وقال ايضا موضوع الاسم على ان يثبت به الشئ للشئ من غير اقتضاء انه يتجدد و يحدث شيئا فشيئا فلا تعرض

فی زید منطلق لا تلزم من اثبات الانطلاق فعلا له۔ کما فی زید طویل وعمرو قصیر واما الفعل فانه یقصد فیه التجدد والحدوث ومعنی زید ینطلق ان الانطلاق یحصل فیه جزء فجزء وھو یزاوله ویزجیه۔ ترجمہ۔ مسند کا فعل ہونا دو فائدوں کے واسطے ہے ایک تو تینوں زمانوں میں سے ایک کے ساتھ مقید ہونا۔ دوسرے تجدد و حدوث مگر جب مسند اسم ہو تو یہ دونوں فائدے حاصل نہیں ہوتے بلکہ جہاں ثبوت و دوام مناسب ہو وہاں ثبوت و دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے مقام مدح یا ذم یا اوسکے مثل جیسے کسی شاعر کا قول لا یالف الخ یعنی ہماری تھیلی سے سکہ دار درہم کو الفت نہیں ہے مگر ہاں اس پر سے گزر ہوتا ہے اور برابر چلتا رہتا ہے۔ شیخ عبد القاہر جنہیں عربیت میں تمام نحویین کا قبلہ گاہ کہنا چاہیئے فرماتے ہیں "خبر سے اگر صرف کسی چیز کا ثابت کرنا منظور ہو تو اسم کے ساتھ لانا چاہیئے اور اگر بغیر زمانہ کے ظاہر کیئے ہوئے غرض پوری نہ ہوتی ہو تو فعل کے ساتھ لانا چاہیئے" اور یہ بھی کہا ہے کہ اسم اس لئے بنایا گیا ہے کہ اوس سے ایک چیز کے واسطے ایک چیز ثابت ہو وہ تجدد و حدوث کو نہیں مقتضی ہے۔ غرض زید منطلق میں اس کے سوا کہ چلنا زید کا فعل ہے اور کسی چیز کا تعرض نہیں ہے۔ جیسے زید طویل (زید لمبا ہے) عمرو قصیر (عمرو پست قامت ہے) مگر فعل میں تجدد و حدوث مقصود ہوتا ہے اور زید ینطلق کے معنی یہ ہیں کہ زید سے چلنا ایک ایک جزو کرکے تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے اور وہ چلنے کی مزاولت کرتا ہے اور اُسے آہستہ آہستہ کرتا جاتا ہے۔ انتہی

یہ عبارت بہت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ جملہ اسمیہ میں دوام وثبوت صرف اوسی مقام پر ہوتا ہے جہاں موقع ہو ورنہ جملہ اسمیہ میں محض الحکم

کا ایک چیز کے لئے ثابت ہونا ملحوظ ہوتا ہے اور اسکے سوا کوئی معنے ہی نہیں ہیں غرض آمیں دوام و ثبوت سوائے خاص مقامات کے ہوتا ہی نہیں اور یہ تو ہماری زبان میں بھی بہت واضح ہے کہ "زید قائم ہے" کہنے کا ہرگز کوئی شخص یہ مطلب نہیں سمجھتا کہ زید اس وقت سے لے کر قیامت تک کھڑا ہی رہے گا نہ کبھی بیٹھے گا نہ چلے گا۔

اور نہ اسمیں زمانہ کا اشعار ہوتا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ امام صاحب نے کہاں سے فرما دیا ہے کہ "آیت کا مطلب یہ ہے کہ فوراً صفت ولایت سے متصف ہونا چاہیے"۔

امام صاحب کی تیسری دلیل تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ ۔ یہ دلیل امام صاحب نے اپنے خیال میں ساتویں شمار کی ہے مگر صاحبان بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ امام صاحب کی تیسری چوتھی پانچویں چھٹی دلیل کو دعوے سے کوئی سروکار نہیں ہے کیونکہ شروع بحث میں فرماتے ہیں الذی یدل علے ان حملہ علے الناصر اولی وجوہ (ولی کے بہ معنی مددگار ہونے کی چند دلیلیں ہیں) مگر ان مذکورہ دلیلوں میں امام صاحب نے اپنے خیال میں یہ ثابت کرنے کا قصد کیا ہے کہ آیۂ مذکورہ میں الذین آمنوا سے مراد حضرت علی ابن ابیطالب نہیں ہو سکتے (دالی لہ خلاف) سوال از آسمان جواب از ریسماں۔ اسی کا نام ہے (دھو کما تری) اسی وجہ سے میں نے اس مقام پر اُن دلائل سے تعرض نہیں کیا۔ اپنے موقع پر ناظرین اکی رد انشاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ کرینگے۔

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب تمامی امت سے ہے اور امت کو تو اس کا یقین تھا ہی کہ اُن کے متصرف و مدبر اللہ و رسولؐ ہیں پھر اس کلام کو محض مومنین کے دل خوش کرنے کے واسطے ذکر کیا ہے اور انکی تعریف

کی ہے کہ انہیں کفار کو دوست و مددگار بنانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس کے دوست و مددگار خدا اور رسول ہوں گے اُسے یہود و نصاریٰ کے دوست و مددگار بنانے کی کیا حاجت باقی رہیگی۔

جواب - دیکھا آپ نے یہ بھی ایک انوکھی منطق ہے۔ اس کے کل مقدمات محض نظری ہی نہیں بلکہ شعری سفسطی اور بدیہی البطلان ہیں۔ نہ تو آپ نے کسی مقدمہ پر کوئی دلیل بیان کی ہے نہ کوئی برہان۔ امام صاحب! آپکا ایسا کلام جس میں محض دعویٰ ہی دعویٰ ہو وہی شخص مان سکتا ہے جو آپکی تقلید کی رسی اپنے گلے کا ہار بنا چکا ہو اور آپ کے قول کو وحی منزل سمجھتا ہو ہر شخص کیوں ماننے لگا۔

میں پوچھتا ہوں کہ امت کو اس کا یقین کہ اُس کے متصرف خدا اور رسولؐ ہی ہیں کہاں سے حاصل ہوا۔ قرآن ہی سے یا کہیں اور سے۔ اگر قرآن ہی سے حاصل ہوا تو یہ آیت اوسکی مؤکد ہوگی۔ اور اگر کہیں اور سے تو اُسے بیان کرنا تھا (ودونہ خرط القتاد)

اب رہی یہ بات کہ یہ کلام محض دل خوش کن جملہ ہے۔ یہ تو آپ فرمایئے میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ تمام امور حکمیہ دنیویہ۔ دینیہ سے قرآن مجید کا ہر ہر جملہ مملو ہے۔ آپ مانیئے اور اُسکو محض دل خوش کن فرمایئے آپ کو اختیار ہے۔

میں اپنے بیان سابق میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ جملۂ انشائیہ ہے اور خود امام صاحب بھی اس کا اقرار فرماتے ہیں کہ لاشک انہ خطاب مع الامۃ (بیشک یہ امت کو حکم دیا گیا ہے) اور پھر فرماتے ہیں کہ دل خوش کن جملہ ہے (وبینہما بون بعید، العجب ثم العجب)

اب رہی یہ بات کہ جس کا دوست خدا ہوگا اسکو دوسرے کی دوستی کی کیا ضرورت بالکل صحیح ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ آپکو اس سے کیا فائدہ پہونچا! یعنی اس سے ثابت

ہو گیا کر ولی کے معنی دوست کے ہیں؟ سبحان اللہ۔ اگر اسی کا نام دلیل و حجت ہے تو پھر کیا کہنا۔ کیوں جناب میں کہتا ہوں کہ "جس کا خدا سرپرست ہو اسکو دوسرے کی سرپرستی کی کیا ضرورت ہے"۔ اب فرمایئے کیا ہوا؟ ولی کے معنی سرپرست کے ثابت ہو گئے نا؟ واقعی یہ استدلال اور پھر اس کا نام حجت، جل جلالہ ؎

یہ ترا بیان غالب یہ طریقۂ تصوف تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

امام رضا کی چوتھی دلیل تفسیر کبیر جلد ۳ صد ۴۳۳ ۔ ماقبل والی آیت یحبہم ویحبونہ میں خدا نے مومنین کی مدح کی ہے۔ پس اگر آیۂ انما ولیکم اللہ میں بھی ولی بمعنی دوست لئے جائیں تو انما ولیکم اللہ ورسولہ اور یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین دونوں کا ایک مطلب ہوگا۔ اور یجاھدون فی سبیل اللہ اور یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون کا ایک مطلب ہوگا اور آیت ماقبل والی آیت سے بالکل مطابق اور موکد ہو جائے گی اور یہی اولیٰ ہے۔

جواب ۔ یہ بھی عجیب غریب استدلال ہے۔ ماقبل والی آیت جملہ خبریہ ہے اور یہ آیت جملہ انشائیہ اور حکم۔ امام صاحب نے دونوں کو ایک کر دیا۔ ٹکے سیر کھاجا اور ٹکے سیر بھاجی اسی کا نام ہے۔ اسکے علاوہ امام صاحب کے قول کے موافق تو لازم آتا ہے کہ تمام قرآن کی کل آیات کا ایک ہی مطلب ہے اقیموا الصلوۃ اور کتب علیکم الصیام کا ایک ہی مطلب۔ جاھدوا اور کلوا واشربوا کا ایک ہی مطلب ۔ امنوا اکفروا کا ایک ہی مطلب وغیرہ وغیرہ ۔ مگر اس صورت میں بہتر یہ تھا کہ امام صاحب صرف ایک آیت الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر بیان فرما دیتے اور کہہ دیتے کہ سارے قرآن

کا بس یہی مطلب ہے۔ امام صاحب نے بیکار اتنی زحمت کی اور اتنی بڑی تفسیر لکھی

شانا توڑا تار گیسوئے معنبر توڑ کر
پھل نہیں پاتا کوئی شاخ صنوبر توڑ کر

اور سنئے! ابھی دو ورق قبل امام صاحب اسی آیت یحبہم ویحبونہ کی تفسیر میں دعویٰ فرما چکے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت کو عام مومنین کے واسطے فرما چکے ہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ "دونوں کا ایک مطلب ہے"۔ میں متحیر ہوں کہ امام صاحب کی کس بات کو صحیح مانوں اور کس کو غلط۔

نمازی کو شراب اُس نے پلائی جا کے مسجد میں
کلیسا میں گیا تو بت کو دے ٹیکا برہمن پر

اور سنئے! یہ ماقبل والی آیت خود زیر بحث ہے اور اس آیت کا تمام مومنین یا حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہونا بالکل غلط ہے (اور میں انشاء اللہ اس کو آئندہ بحث میں ثابت کر دوں گا) پھر بغیر بنیاد کی دیوار کھڑی کرنا اسی کا نام ہے۔ ماقبل والی آیت خاص جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے (کما سنبینہ) پھر امام صاحب کے قول کے موافق تو اس آیت کو پہلی آیت کے مطابق کرنا اولیٰ ہے۔ وہو المطلوب۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

ضمیمۃ الکلام ناظرین آپ نے میری تحریر متعلق تحقیق "ولی" ملاحظہ فرمائی جو اصلاح نمبر ۱ میں پوری شایع ہوئی اور اخبار اہلحدیث نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شایع کیا۔ تاہم میں اپنے معزز مخاطب مولوی ثناء اللہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ جس طرح آپ نے "انما" کا معنی حصر ہونا مان لیا تھا اسی طرح اس کو بھی مان لیا کہ آیہ انما ولیکم اللہ میں ولی بمعنی متصرف و کارساز ہے۔ اگرچہ مولوی صاحب نے اثنائے کلام میں کہیں کہیں طبع آزمائی کی ہے اور علوم آلیہ میں کچھ جولانی قلم دکھلائی ہے اور اس پر ناز بھی کیا ہے جو ایک حد تک بیجا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کو تو بقول خود (دیکھو اہلحدیث

مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ) آپ کے اہل مذہب یکتا معقولی مان چکے ہیں۔
ولو کان من قبیل فرض المحال پھر تو مولوی صاحب اپنے اوپر جہاں تک فخر کریں کم ہے۔ مگر حیرت تو یہ ہے کہ آپ نے باوجود دیکھ میرے مبرہن دعوے کو مان لیا ہے۔ پھر بھی آپ ابتدا ہی میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ "بس یہی زور تھا یا کچھ اور باقی ہے"۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ جس پر میرا اپنے معزز مخاطب کو اور تو کیا کہوں مگر اتنا ضرور عرض کرونگا ؎

ایک ہی جلوہ میں بیخود ہوئے غش میں آئے   تم نے اے حضرت ناصح ابھی دیکھا کیا ہے

دوسرا التعجب ہے کہ مولوی صاحب باین دعوائے منطقیت ابھی تک عموم وخصوص اور تناقض میں بھی فرق نہیں سمجھے ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

ذرا سننے لگا آپ آیہ انما ولیکم اللہ میں جب ولی بمعنی دوست لیا جائے تو اس میں اور آیہ المومنون بعضہم اولیاء بعض میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت فرماتے ہیں۔ اے سبحان اللہ اور اپنے خیال میں تناقض کو مٹانا چاہا ہے۔ حالانکہ اسکی خبر نہیں ؎

چھڑکنے سے چھوٹے گا اے قاتل نہ رنگ   وفا داروں کے خوں کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا

مولانا آپ اتنا جلد بھول گئے گا تو بس کام چل چکا۔ ابھی تو آپ لفظ انما کی تحقیق سن چکے اور مان بھی چکے کیا آپ کو یاد نہیں رہا انہ یوجب اثبات الحکم للمذکور ونفیہ عما عداہ انما شئے مذکور کے واسطے ثبوت حکم اور ما سوا سے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے۔ پھر تو تقدیر آیت کی یوں ہوئی لیس ولیکم الا اللہ ورسولہ والمومنون الموصوفون کہیے اب بھی تناقض دونوں آیتوں میں آپکے معنی کی بنا پر ہوا یا نہیں۔
اچھا اگر اب بھی نہ سمجھے ہوں تو یوں سمجھیے آیہ مبحوث عنہا کی تقدیر یوں ہوئی

اللہ ورسولہ والمومنون الموصوفون اولیاءکم لا غیرھم من المؤمنین وغیرھم اور دوسری آیت کی تقدیر یوں ہوئی المومنون کلھم اولیاءکم اب بھی نہ سمجھے ہوں تو اور واضح سنئے۔ مگر پہلے کتب اصول کو ملاحظہ کیجئے کہ مومنوں جمع مذکر سالم ہے اور محلی باللام ہے اور یہ مفید استغراق ہوا کرتا ہے۔ اب پہلی آیت کا قضیہ یوں بنائیے لیس المومنون کلھم اولیاءکم (بل اللہ ورسولہ والمومنون الموصوفون) اور دوسری آیۃ کا قضیہ یوں ہوگا المومنون کلھم اولیاءکم۔ کہئے مولانا تناقض ہے یا نہیں اب تو میرا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مولانا علوم آلیہ سے کام لینا اس کا نام ہے اور میں اسکی طرف خطاب کرکے کہہ سکتا ہوں ؎

شامت آئینہ او بے مروت دیکھنے والے ۔ لے کیا حق ہی ہم ہیں تری صورت دیکھنے والے

کچھ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ (دونوں آیتوں میں) "تناقض جب ہوتا کہ جن صفات کو آیت اولیٰ میں لیا ہے ثانیہ میں اس کا عدم ماخوذ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ لا بشرط شے کے درجہ پر ہے"۔

مولانا لفظ انما کو یاد کیجئے۔ انما کو اور اُسکے معنی پر پھر غور کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ عدم ثانیہ اولیٰ میں ماخوذ ہے یا نہیں۔ آپ نے تو ابتداءً انما کا معنی حصر ہونا مان لینا آسان سمجھا تھا۔ مگر یہ نہ سمجھے تھے کہ ایک دن اسی کی بدولت کیا مصیبت نازل ہوگی ؎

مفت کی پیتے تھے مے پر یہ سمجھے تھے کہاں ۔ رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یہ تو آپ کے نقض بر تناقض کی رد ہوئی۔ اب آگے چلئے آپ کی دوسری راہ بھی کانٹوں سے بھری ہوئی ہے سُنئے:۔

مولانا آیت انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ الخ جملہ خبریہ ہے دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۵۹ قال الفقہاء التقدیر اخبرکم بذلک حقا

ای اخبار احقا اور آیہ انما ولیکم اللہ حقیقت جملہ انشائیہ ہے ۔ دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۳ ص۴۲۳ ان قولہ ولیکم اللہ لاشک انہ خطاب مع الامۃ ۔

یہ تو اجمال ہے اب تفصیل سنئے ۔ آپ کی پیش کردہ تیسری آیۃ انما المؤمنون الخ جو آپ دونوں آیۃ مبحوثہ کی تفسیر میں لائے ہیں وہ کسی طرح تفسیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس تیسری آیۃ میں خداوند عالم خبر دیتا ہے کہ مومنین ایسے ہوتے ہیں اور میری پیش کردہ پہلی آیت انما ولیکم اللہ الخ میں خدا حکم دیتا ہے کہ تمہارے حاکم فلاں فلاں ہیں ۔ اور یہ تمام صفات جو آپکی دوسری اور تیسری آیت میں کامل مومنین کے مذکور ہیں وہ کلاً انما ولیکم اللہ الخ کے الذین امنوا میں منطوی ہیں اسکے بعد خدا فرماتا ہے کہ محض کامل مومن ہونا امارت کے واسطے کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر بھی ہے جو کامل الایمان ہونے کے علاوہ اس خاص حالت سے متصف ہو۔ اب آپکی سمجھ میں آیا ہو تفسیر القرآن بالقرآن کی جاتی ہے ۔ اب تو میرا متناقضہ اپنی جگہ پر اور مستحکم ہو گیا ! لیجئے اسی تقریر سے آپکی تیسری راہ بھی بند ہوگئی ۔ خبر لیجئے۔

اب آپ اپنی چوتھی راہ کی فکر کیجئے ۔ مولانا میں تو آپ کے علامہ صاحب کے جواب میں عرض کر چکا اور منتہی الارب کی عبارت بھی نقل کردی اور صفحہ و سطر بھی لکھدیا اور آپ ہی پرچہ کے ملتا کالم امیں شائع بھی کر چکے اور پھر آپ اس قدر جلد بھول گئے تو اس کا کیا علاج ہے ۔ ذرا اعتراض کرتے وقت آگے پیچھے کی عبارت تو دیکھ لیا کیجئے ۔ اچھا لیجئے پھر سنئے ۔ تولی وکی ساختن الخ پھر معلوم نہیں آپ نے کس برتے پر مجھے یتولہم کو یاد دلایا ہے اور یتولہم کے معنی دوستی کے کس بھروسے پر فرمائے ہیں ۔ آپ نے بیکار اتنی سطریں لکھنے کی زحمت گوارا کی ۔ اور پھر مزا یہ ہے کہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کوئی دلیل نہیں ۔

اب رہا سیاق سباق ۔ یہ تو آپ کے امام صاحب کی تقریر سے قبول کرا چکا ہوں کہ تولی سے مراد دوستی نہیں ہے ۔ سرپرستی ہے ۔ اب اسکے مطابق ترجمہ

وہی ہوا جو میں شروع بحث میں عرض کر چکا ہوں۔ ایمان سے فرمائیے گا ہمارے ترجمہ سے آیت کا سیاق سباق رہتا ہے یا آپ کے ترجمہ سے۔

مولوی صاحب اس کے بعد کچھ دم لے کر استعمال مشترک پر اعتراض کرتے ہیں ذرا سنئے گا۔ منافات کی صورت میں تو آپ بھی منع جانتے ہیں۔ اے سبحان اللہ شتر فہمی عالم بالا معلوم شد۔ ذرا تکلیف کر کے زیادہ نہیں ایک ہی سطر اوپر ملاحظہ کیجئے (اگر وہ مستدل امام صاحب سے پوچھے) کیوں جناب یہ میرا قول ہے کہئے توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ اسی کا نام ہے یا نہیں۔

مولانا منافات کے معنی تو آپ نے قریب قریب صحیح لکھے۔ پھر آگے چل کر بھٹک کیوں گئے اور کہنے لگے کہ حیض و طہر اور سیاہی و سفیدی میں منافات نہ کہنا تحکم ہے۔ مولوی صاحب خالی اعتراض ہی کی فکر میں نہ رہا کیجئے۔ یہ بھی تو سوچ لیا کیجئے کہ تحکم بھی ہے یا نہیں۔ کیا اس میں نزاع تھی کہ یہ چیزیں باہم منافی ہیں یا نہیں۔ حاشا وکلا۔ ذرا پھر مثال کو دیکھئے القرء من صفات النساء والالوان من صفات الحیوان بس عدم منافات سیاہی اور سفیدی کے صفۃ الحیوان ہونے میں ہے نہ نفس سیاہی و سفیدی میں اسی طرح حیض و طہر میں تو منافات ظاہر ہے مگر فی کونہما صفۃ النساء ہرگز منافیات نہیں۔ اب بھی آپ سمجھے لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ آپ تو اہلحدیث کے یکتا معقولی ہیں۔ پھر بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا تعجب ہے۔

مولوی صاحب نے پھر کچھ دم لیا۔ اور میرا مضمون ۱۲ نومبر کے اہل حدیث میں نقل کر کے اپنے امام صاحب کی تائید میں فرماتے ہیں "کہ نزول کے مطابق سورتوں کی ترتیب نہیں ورنہ سورتوں کے اجزاء کی ترتیب تو منصوص ہے اہلسنت کی حدیث میں ہے الخ" ناظرین انصاف سے ملاحظہ کریں کہ اول تو آپ سند بھی پیش کرتے ہیں تو اہلسنت کی حدیث سے چہ خوش۔ مولوی صاحب

اسکو دوسرا کوئی کیوں ماننے لگا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ آپ کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیتے گویا اپنے منہ آپ خود سند ہیں۔

مولوی صاحب! غنچہ بھی کہیں کہتا ہے رنگیں ہوں میں۔

ثانیاً۔ اگر بالفرض میں مان بھی لوں کہ سورتوں کے اجزاء کی ترتیب یوں ہی ہے تو بھی آپ کا یا آپ کے امام صاحب کا مطلب کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ آپ یہ نہ ثابت کریں کہ یہ تمام آیات بیک وقت نازل ہوئی تھیں ورنہ سیاق و سباق سے بحث کرنا محض لغو ہو گا۔ کہیئے مولوی صاحب اب آپ کے امام صاحب کا وہم ہوا یا میرا اور حقیقت میری طرف ہے یا آپ کے امام صاحب کی طرف۔ ذرا خدا لگتی کہیئے گا۔

اسکے بعد آپ میری طرف واقعات تصنیف کرنے کا اتہام لگاتے ہیں

سبحانک ان ھو الا افتراء مبین۔

مولانا یہ میں نے کہاں لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے یہودیوں کی حکومت تھی۔ میں نے یہ بیشک لکھا ہے اور وہ بھی اپنے جی سے نہیں بلکہ آپکے امام واجب الاتباع کا قول نقل کر دیا ہے کہ چونکہ یہود و نصاریٰ صاحبان دولت تھے اور ان منافقین کے بڑے بڑے ضروری اور مشکل کاموں میں کام آتے تھے۔ اس وجہ سے انھیں خوف تھا کہ ایسا نہ ہو محمدؐ کی حکومت بھی قائم نہ ہو اور یہ بھی ہماری سرپرستی نہ کر سکیں (اور یہود و نصاریٰ کی سرپرستی بھی ہوا کے ہاتھ سے جاتی رہے) بس اس کو آپ سلطنت سمجھے۔ نازم بایں اعلیٰ فہمی۔ کہیئے اب بھی سمجھ میں آیا یا نہیں۔ اور اب تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگائیے گا۔

چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست　　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں ست

آگے چل کر آپ مجھ پر خفا ہو کر فرماتے ہیں کہ "میں کہاں تک آپکی قرآن دانی کی نہیں انصاف کی داد دوں"۔ ناظرین کچھ سمجھے یہ غصہ کاہے کا ہے۔

میں نے جو سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم الخ اس بات کے ثبوت میں پیش کی تھی کہ جو کفار ہم سے دینی امور میں نہیں لڑتے اور نہ ہمیں شہر بدر کیا ہے اُن کے ساتھ دوستی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ایک گونہ دوستی و ارتباط و احسان کا حکم ہے۔ اسی پر مولوی صاحب اپنے آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسکے بعد فرماتے ہیں۔ آیت میں بِر یعنی نیکی اور سلوک کرنے کی ترغیب ہے۔ نیکی اور چیز ہے اور دوستی و مودت اور چیز۔

مولوی صاحب افسوس اب آپ سے کچھ نہیں بن پڑتا تو نزاع لفظی کا اندازہ ڈالنے لگے۔ تعصب نے میرے الفاظ و معنی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ مولوی صاحب آپ پھر دیکھئے اور غور کیجئے میں نے یہ نہیں لکھا ہے کہ "بر" کے معنی دوستی کے ہیں اور اگر دوبارہ غور کرنا آپ کی شان کے خلاف ہے تو لیجئے اُسی آیت کے بعد کی آیت پڑھئے انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم (ایماندارو) خدا تم کو صرف اُن (کفار) سے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارہ میں لڑائی کی اور تم کو شہر بدر کیا اور تمہارے نکالنے میں مدد دی۔

یہ تو آپ مان ہی چکے ہیں کہ انما حصر واسطے اور ماسواے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے کہیں اب کہئے گا کہ عام کفار سے دوستی کی ممانعت ہے یہاں اور یہاں آپکا بر والا حیلہ بھی نہیں چل سکتا۔ کیونکہ یہاں تولوھم موجود ہے۔

آگے چل کر آپ ۲ ذیقعدہ کے پرچے میں مجھ پر اعتراض کرتے ہوئے ایک نرالی اور ایجاد بندہ تحقیق ارشاد فرماتے ہیں کہ "جملہ معترضہ دونوں طرف کے جملوں سے

صورت و اعراب میں بے تعلق ہوتا ہے لیکن معنی میں بے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اُن میں سے ایک کے ساتھ معنوی تعلق ضرور ہوتا ہے" مولوی صاحب اسکو کسی نے لکھا بھی ہے یا کس شنود یا نشنود من گفتگوے می کنم۔ یوں ہی اپنے جی سے لکھ رہے ہیں۔ اور لنلتہ سے یہ مطلب نکالنا آپ کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔ مولانا آپنے مجھ پر تو الزام لگایا کہ پوری عبارت نقل نہیں کی مگر آپ نے پوری عبارت مطول کی خوب پڑھی مولانا لنلتہ کا لفظ تو خود بتا رہا ہے کہ جملہ معترضہ کو ماقبل و مابعد سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ مگر چونکہ کلام بلغا میں واقع ہوا ہے اسوجہ سے بالکل لاطائل ولغو بھی نہیں ہوسکتا ہے بلکہ کوئی نہ کوئی فائدہ یا لطف اُس کے لانے کا ضرور ہوتا ہے۔ اسی کو صاحب تلخیص نے لکھا ہے کالتنزیہ والدعاء والنسبۃ الخ

آگے چل کر جہاں میں نے ولی کے بمعنی متصرف وکارساز ہونے پر آیتیں پیش کی ہیں آپ نے یحمل علی الاعم الاغلب کے معنی بیان کرکے فرمایا ہے" یہاں تو معاملہ بالعکس ہے ولی بمعنی دوست اس کثرت سے آیا ہے کہ قرینہ کی حاجت نہیں۔ بلکہ متبادر یہی ہے۔ اس لئے یہی معنی صحیح ہوں گے۔"

مولوی صاحب! انھیں آیات سے معلوم ہوگیا کہ ولی کس معنی میں کثرت سے آتا ہے۔ میں نے اکیس آیتیں پیش کی تھیں اُن میں سے آپ نے کھینچ تان کر سات جگہ نشان دیکر ولی بمعنی دوست ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اگر بفرض محال میں مان بھی لوں کہ آپکا دعویٰ صحیح ہے (ولیس کذلک) تو بھی کثرت کسکے ساتھ رہتی ہے۔ شاید آپ کے خیال میں سات چودہ سے زیادہ ہے۔ واقعی آپ حساب بھی خوب ہی جانتے ہیں۔

ہاں مولانا۔ آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں سچ سچ دیانت سے کہیے گا آپ واقعی حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ رابع بھی سمجھتے ہیں یا فقط یوں ہی

لوگ آپکی طرف نسبت دیتے ہیں۔

اگر آپ خلیفہ بلا فصل نہیں جو تھا ہی سہی مانتے ہیں تو پھر آپکے دل میں اُنکی طرف سے کیا بُرائی ہے کہ باوجودیکہ آپ اُن سے بدرجہا کم رتبہ اشخاص مثلاً امام رازی علامہ ابن تیمیہ کا نام بھی بغیر تعظیمی الفاظ مثلاً "حضرت" "علیہ الرحمۃ" "والاحترام" وغیرہ وغیرہ کے نہیں لکھتے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ یہ سب کچھ نہیں۔ کیا وہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوئے؟

اور اگر اس سے صرف میرا دل دکھانا مقصود ہے تو آپ نے پھر مجھ سے اپنے ائمہ سلف کے بارے میں منت سے گزارش کیوں کی ہے۔

آپ اُن کو قابل تعظیم نہ سمجھتے ہوں نہ سمجھیں مگر میں تو اپنا سرتاج اور اللہ و رسولؐ کے بعد اپنا سرپرست و کارساز سمجھتا ہوں۔ آخر تہذیب بھی کوئی چیز ہے۔ آپ نے تو گویا قسم کھالی ہے کہ اُن کے نام کے ساتھ تعظیمی لفظ بھولے سے نہیں لاتے اور سوا "علی" اور کچھ نہیں لکھتے۔

لطف حق با تو مدارا ہا کند   چوں زحد گزرد ترا رسوا شد

یہ تو آپ کے اعتراضات کا جواب تھا اب آپ اصل مضمون پر آیئے بسم اللہ

اڈیٹر اہلحدیث کے نام کھلی چٹھی

توکار زمیں را نکو ساختی   کہ بر آسماں نیز پرداختی

ناظرین کو تو یہ بخوبی معلوم ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث سال گزشتہ میرے پاس مناظرہ کے واسطے اپنے کچھ حواریین کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھ سے اُن سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے کھسیانے ہوکر ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کے پرچہ اہلحدیث میں میرے نام سے کھلی چٹھی لکھی تھی اور تحریری

مناظرہ کے شوق و شغف کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے لکھا تھا (بسم اللہ
اہلحدیث کے صفحات حاضر ہیں اپنا مضمون اس میں بھیجئے بلاکم و کاست مع
جواب شایع ہوگا اور آپکی خدمت میں برابر پہونچیگا۔ مولانا والدین بھرے
دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اپنے عالمانہ جوہر سے کام لے کر اس مسئلہ کو قرآنی
استدلالات سے مزین فرمائیں میں آپکی تحریروں کو مذاکرہ علمیہ کے عنوان
سے لکھا کروں گا)

یہ ہے وعدہ اہلحدیث جس پر میں نے آیہ انما ولیکم اللہ سے اثبات خلافت
بلافصل حضرت علی شروع کیا اور برابر اپنا مضمون بھیجتا رہا جس میں میں نے
دو مقدمے لکھے تھے ایک میں انما کا بمعنی حصر ہونا اس تحریر کو تو
اُسی طرح شایع کیا جس میں اسکو بھی تسلیم کیا کہ انما بمعنی حصر ہے۔ دوسرے
مقدمے میں میں نے ولی کا بمعنی اولی بالتصرف ہونا ثابت کیا تھا جس کو
انھوں نے اس طرح ذبح کیا کہ ہر ہر جوڑ بند اس تحریر کا الگ کر ڈالا۔ مگر ان
سب چالوں کے ساتھ میرے دعوے اور دلیل کو تسلیم بھی کیا۔ چنانچہ اہلحدیث
مورخہ ۱۰ ارشعبان ۲۷ھ کالم ۱ سطر ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں "آپ کی تمہید ختم
ہے مطلب پر آئیے۔ ہم مانتے ہیں کہ انما حصر کے لئے ہے آگے چلئے"
پھر آپ ۲۹ رمضان ۲۷ھ ص ۱ کالم ۲ سطر ۱۲ میں لکھتے ہیں "میں مانے لیتا ہوں
کہ ولی کے معنی حکمران اور متصرف کے ہیں"۔ پھر آپ اہلحدیث مورخہ ۳ ذی الحجہ
ص ۳ سطر ۱۳ میں دوبارہ تحریر فرماتے ہیں "لیجئے میں مانے لیتا ہوں کہ ولایت
مندرجہ آیت ہذا کے معنی حکومت کے ہیں۔ بس آپ آگے چلئے" اس کے بعد
میں نے پھر اپنا مضمون بھیجا جو اصلاح نمبر ۱۲ بابت ذی الحجہ ۲۷ھ میں شایع بھی ہوا
مگر اڈیٹر اہلحدیث نے نہ معلوم کیوں میرا مضمون شایع کرنا چھوڑ دیا۔
اڈیٹر صاحب نے ایک یہ چالاکی ضرور کی کہ امام فخر الدین رازی اور دیگر

کی سرخی سے ایک مضمون مولوی معشوق علی صاحب پھلواروی کی طرف سے شایع کرنا شروع کیا جس سے شاید یہ مقصود ہو کہ میں مولوی صاحب کی طرف سے عنان توجہ چھوڑ کر آنکی طرف موڑوں اور اسی میں اُلجھا رہوں اور مولوی صاحب کو اپنی لن ترانی کا موقع ملے۔ حالانکہ اسکی خبر نہیں ؎

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ　　　کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مولوی معشوق صاحب پھلواروی کی بذات خاص یہ نازو انداز نہیں بلکہ یہ سلیمانی نعمت اُنکو کہیں اور سے ملی ہے ؎

کب سلیقہ ہے فلک کو یہ ستمگاری میں　　　کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

مگر باوجود اسکے مجھے ہنسی تو اس پر آئی کہ شروع بحث میں آپ لکھتے ہیں۔

"مقصود سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جناب مولوی فرمان علی صاحب کی تمام تحریر و تقریر کا ماخذ جناب مولوی حامد حسین صاحب کی عبقات ہے اور اس بحث میں ابتک جو مضامین اُنھوں نے شائع فرمائے ہیں وہ گویا اس کتاب عبقات کا ترجمہ اور ماحصل ہے۔ اس لئے میرا اصلی مخاطب اس تحریر میں صاحب عبقات ہی کے ساتھ ہوگا اور میری تحریر کے جواب حقیقت میں جناب مولوی ناصر حسین صاحب ہونگے فقط مولوی فرمان علی صاحب یا اڈیٹر صاحب اصلاح۔ انتہی

واللہ کیا بات کہی ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی　　　پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

مولوی معشوق صاحب کو یہ خبر ہی نہیں کہ یہ آپ کے ناز معشوقانہ کوئی اور اُٹھائیگا آپ بیچارے تو کس شمار و قطار میں ہیں آپ کے بڑے بڑے تو اس حسرت میں پیوند خاک ہو گئے اور عبقات کے ایک حرف کا بھی جواب نہ دے سکے اور قیامت تک اس حسرت میں عدم آباد کو ہزاروں چلتے ہونگے

دکلایا تون بمثلہ ولوکان بعضہم لبعض ظہیرا ۔ حالانکہ اگر میں عبقات سے مضمون لیتا بھی تو میرے واسطے کوئی عیب کی بات نہ تھی بلکہ میرا فخر تھا مگر اس سفید جھوٹ کی داد دیئے بغیر تو نہیں رہ سکتا کیونکہ آپکے واسطے تو یہ شعر نہایت ہی موزوں ہے ؎

چہ خوش گفت است سعدیؒ در زلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اصل یہ ہے کہ جب جواب بن پڑا تو چڑچڑا کر کھٹے انگور کون کھائے کہنے لگے ۔ میں لکھتا ہوں کہ مولوی معشوق صاحب آپ دس روپیہ ماہوار کے پھلواری مڈل سکول میں اردو کے مدرس ہیں ۔ اگر آپ اس آیت کی بحث کو عبقات کی کسی جلد میں نہیں نہیں بلکہ کسی کتاب میں دکھلا دیجئے یا پتا ہی بتا دیجئے تو آپ کو کم از کم آپ کے ایک سال کی تنخواہ ایک سو بیس روپئے انعام دیتا ہوں ۔ بس آپ اس بات پر ڈبل انعام لیجئے اور سال بھر تک گھر میں بیٹھ کے چین کیجئے اور چھوٹے چھوٹے لڑکوں کے دماغ چاٹنے سے بچئے ورنہ جھوٹوں کی شان میں جو آیت ہے وہ تو شاید آپ کو بھی یاد ہوگی ۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا ۔ اب اصل مطلب سنئے مولوی صاحب نے میرا مضمون شایع کرنا چھوڑا اور چھوڑا ۔ میں نے انتظار کر کے صفر کے مہینے میں ایک خط لکھا کہ آپ نے میرا مضمون اب تک کیوں شایع نہیں کیا اگر آپ کے پاس شاید مضمون نہ پہونچا ہو تو پھر دوبارہ بھیجدوں یا اصلاح سے نقل کر لیجئے تو آپ نے تحریر فرمایا کہ "میرے پاس مضمون پہونچا ہی نہیں اگر کہو تو اصلاح سے نقل کر لوں" ۔ میں نے دوبارہ لکھا کہ آپ اصلاح سے نقل کر لیجئے مگر باوجود اسکے مولوی صاحب نے آج تک شایع نہ کیا ۔ میں نے اس میں غور کیا کہ مولوی صاحب نے یہ کیا کیا اور خلاف وعدہ کیا حرکت کی جس سے وعید علامات النفاق

ثلث اذا وعد تخلف میں داخل ہوئے۔ آخر میرے کانوں تک بھی ہم مذہب اہل پٹنہ کی یہ آواز پہونچی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے سخت غلطی کی کہ ان دونوں مطلبوں کو مان لیا اب اس آیت میں رہ ہی کیا گیا خلافت بلافصل حضرت علیؑ تو ان دونوں باتوں کے ماننے سے ثابت ہو گئی۔ کیا عجب ہے کہ ان حضرات نے یا اور لوگوں نے مولوی صاحب کی تحریر پر سرزنش کی ہو اسی بنا پر مولوی صاحب نے اس سے گریز کیا ورنہ یا بایں زور و شوری یا بایں بے نمکی کہاں تو ہر شیعہ عالم سے مناظرہ کی التجا تھی اور کہاں یہ سکوت۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ مگر ناظرین کو اس پر ہنسی آئیگی کہ ایک طرف تو مولوی صاحب نے میرے مقابلہ میں بیک بینی و دو گوش گریز کیا اور ایک طرف ہر صفر کے پرچہ اہلحدیث میں اصلاح کی سرخی سے اڈیٹر اصلاح پر منہ آتے ہوئے جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ اور جناب مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ اور جناب مولانا السید علی جواد صاحب قبلہ اور جناب مولوی سید علی صاحب حائری کو دعوت مناظرہ دی ہے۔ یا للعجب نازم بایں ریش و فش۔

مولوی صاحب آپ کو یہ لکھتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی اور آتی تو کیونکر الحیاء من الایمان۔ مولوی صاحب آپ کو کم از کم اتنا تو خیال کرنا تھا کہ ایک سے منہ لگا کے پیچھا نہیں چھوٹتا دوسروں کو کس برتے پر دعوت دے رہے ہیں۔

مولوی صاحب اگر آپکو اپنے مولوی فاضل ہونے پر ناز تھا تو پہلے استدلال کا حسب عدہ جواب دے لیتے تو دوسری طرف توجہ کرتے حالانکہ مولوی صاحب خود اس کا اقرار کر چکے ہیں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا

محض قرآن ہی سے لکھا تھا ۔ چنانچہ اہلحدیث مورخہ ۱۲ ذیقعدہ صفحہ کالم اسطر ۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں "اتنے حصہ میں تو ہم مولوی صاحب موصوف کے مشکور ہیں کہ وہ لکھتے تو قرآن ہی سے ہیں اور اپنے بھائی اڈیٹر اصلاح کی طرح قرآن کا نام رکھکر ادھر اُدھر کی کہنے نہیں لگ جاتے ہیں"۔

مولوی صاحب آپ تو ہر صحبت میں لوگوں سے جھوٹ نہ بولنے کی بیعتہ لیتے پھرتے ہیں اور آپ نے ماشاء اللہ سے اپنی کنیت بھی ابوالوفا رکھ لی ہے ۔ اس پر بھی آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ بغیر علماے شیعہ کو قرآن مجید سے اثبات خلافت کی دعوت دیتے ہیں اور مصداق چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ایسی جسارت کر بیٹھے اور معلوم نہیں کس عالم میں لکھ مارا "شیعوں کو یہ کام نہ کرنا تھا نہ کیا"۔

دروغ گو را حافظہ نہ باشد شائد آپ ہی کے واسطے موضوع ہوا ہے مولوی صاحب اب بھی تو شرمایئے اور اگر مرد میدان ہیں تو ان بڑے بڑے علمار کو چھوڑیئے میں ان حضرات کا خوشہ چیں ہوں مجھی سے دو دو باتیں کر لیجئے اور میرے مضمون کو شایع کیجئے پھر آگے بڑھنے کا منصوبہ کیجئے گا اور اگر آپ واقعی بھاگ گئے اور آپ سے اب کچھ بن نہیں پڑتا تو ان لن ترانیوں کو چھوڑیئے ۔ میں تو میں آپ کے مرید آخر آپکو کیا کہتے ہونگے ؎

محسن تو سبھی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا کہتی ہے تجھکو خلقِ خدا غائبانہ کیا

آپ شاید یہ سمجھتے ہونگے کہ ساری دنیا آپ کے اخبار کے سوا کوئی دوسرا اخبار دیکھتے ہی نہیں ۔ شرم ۔ شرم ۔ شرم ۔ بس آپ یا تو گرنہ

کا اقرار کیجئے اور آئندہ کسی شیعہ عالم سے مناظرہ کی ہوس نہ کیجئے۔ یا
میرے مضمون کو حسب وعدہ شایع کیجئے۔ مگر ایک جا میکرٹے منخطے
کی سہی ہی نہی۔ اور جب تک مجھ سے پنڈ نہ لیجئے ان یاوہ سرائیوں کو چھوڑیئے
سہ دو رنگی چھوڑدے اک رنگ ہوجا   سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا
جواب کا منتظر فرمان علی ممتاز الافاضل مدرس اول مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ
اصلاح سہ چو می بینم کسے از کوے تو دلشاد می آید
فریبے کز تو اول خوردہ بودم یاد می آید
اڈیٹر اہلحدیث نے اپنے صدیق اکبر کی قسم کھالی ہے کہ کبھی سچ نہ بولینگے
اور روح فاروق اعظم سے معاہدہ کرچکے ہیں کہ کبھی ثابت قدم نہ رہینگے
بلکہ ہمیشہ جنگ احد کا نقشہ دکھائیں گے بزکوہی کی طرح اچکتے پھرینگے
عثمان باحیا سے بھی عالم برزخ میں معاہدہ ہوگا کہ حیا کا نام نہ لیں گے۔
کیونکہ حدیث الحیاء من الایمان میں حیا، جزو ایمان قرار دیا گیا ہے۔
لہذا جناب مولوی فرمان علی صاحب کو ان سے کسی طرح امید وفا خلاف
تجربہ ہے من جرب المجرب حلت بہ الندامہ
جس اصول پر ان کے خلفاے ثلثہ نے اسلام ظاہری کا اقرار کیا تھا اسی
ایک انچ کیسا سر مو بھی ہٹ نہیں سکتے۔ وہی کذب۔ وہی زور دہی مکر
وہی غرور ان کا شیوہ ہے پھر فذرھم فی غمرتھم یعمہون کے سوا
چارہ نہیں الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون (منقول از اصلاح رسالہ ثانی سنہ ۱۳)

آیہ انما ولیکم اللہ

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق   سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے
ناظرین کو یاد ہوگا کہ مجھ سے اور اڈیٹر اہلحدیث سے جو تحریری مناظرہ
سال گزشتہ سے ہو رہا ہے اسمیں میں نے اب تک دو مقدمے مع

مالہ وما علیہ لکھے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ آیہ انما ولیکم اللہ
میں انما حصر کے واسطے ہے اور ولی کے معنی حاکم و متصرف کے ہیں اور
بحمد اللہ ہمارے معزز مخاطب نے بھی کچھ تھوڑے سے چون وچرا کے بعد آخر
مان لیا۔

یہ بھی یاد ہوگا کہ میں نے جو مضمون اپنا گزشتہ ذیقعدہ میں بھیجا تھا اوس کا کچھ حصہ مولوی
ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث نے ۳ ذی الحجہ کے پرچہ میں شایع کر کے خاموشی
اختیار کی تھی۔ جب چار پانچ مہینے گزر گئے اور مولوی صاحب نے میرا مضمون
شایع نہ کیا تو میں نے ماہ ربیع الثانی میں ایک کھلی چٹھی مولوی صاحب کے
نام سے لکھی اور جوابی رجسٹری کر کے اونکے پاس بھیجی جو اصلاح و اثناعشری
میں تو شایع ہوئی مگر مولوی صاحب نے باوجود اس وعدہ کے کہ جو مضمون
تمہارا آئیگا بلا کم وکاست شایع کیا جائیگا میری کھلی چٹھی نہ شایع کی۔
حالانکہ اہلحدیث بند نہیں ہوا برابر نکلتا رہا۔ کیوں نہ ہو نام بھی تو ابوالوفا
ہے برعکس نہند نام زنگی کافور ایسے ہی موقعوں کے واسطے زیبا ہے۔
بلکہ اوس کے جواب میں آپ نے مجھے ایک کارڈ مورخہ ۱۲ اپریل میں لکھا
کہ جو کچھ آپ نے خفگی فرمائی ہے بجا ہے مگر آپ کو میرے حال کا علم ہوتا
تو ایسا نہ کرتے۔ الخ

اوسکے بعد مولوی صاحب نے خدا خدا کر کے میرے بقیہ مضمون کو ۱۸
ربیع الثانی اور ۱۰ - ۱۷ جمادی الاول کے پرچوں میں ختم کیا۔ اسی
اثنا میں میں سخت علیل ہوا اور رخصت لے کر وطن چلا گیا۔ مولوی صاحب
نے ایک مہینہ بھی مشکل سے ضبط کیا اور اپنے ہم مذہبوں میں[له] تعلی کی غرض

له اصلی وجہ اسکی یہ ہے کہ اخبار مسافر آگرہ نے بھی اوس کھلی چٹھی کو شایع کر دیا تھا جس سے
نہ دکھلائے گئے ۱۲ اڈیٹر

سے جمادی الثانی میں میرے نام ایک کھلی چٹھی شایع کر دی کہ یا مضمون بھیجو یا اجازت دو۔ ذرا اس دیانت کو ملاحظہ کیجیے گا میں نے تو چار مہینے انتظار کر کے کھلی چٹھی لکھی اوسکو شایع نہ کیا اور یہاں ایک مہینہ گزرا اور کھلبلی پیدا ہو گئی۔ مگر شاید آپ کو یہ آیت یاد نہ رہی تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیۃ اوس پر طرہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہی نہیں دو بار شایع کی اور طرفہ تر یہ کہ میرے پاس پہلا نمبر نہیں بھیجا دوسرا نمبر بھیجا۔ اس میں بھی ایک بات تھی جس کو سمجھنے والے سمجھتے ہیں ؎

ادا کی آنکھ سے یہ قہر کی نگاہ یہ ہے ادا شناس تری ہر ادا سمجھتے ہیں

حالانکہ میرا مضمون بہت قبل سے تیار تھا مگر اتنی بات باقی تھی کہ نظر ثانی کر کے صاف ہو جائے تو روانہ کر دیا جائے۔

کہ پھر سوء تنفس کا شدید دورہ ہوا اور اوس زمانہ سے اب تک اس قدر پریشان رہا کہ رمضان کے روزے بھی دس سے زیادہ نہ رکھ سکا۔

یکایک ۶ اکتوبر کو وطن میں مجھے ایک پرچہ اہلحدیث کا ملا جس میں زائن پور کے مدرس مولوی ریاست علی صاحب نے خلافت بلافصل معلق رہ گئی کی سرخی سے کچھ چہ می گوئیاں کی ہیں اور مجھے مخاطب بنا کر کچھ میری فہمائش بھی کی ہے اب بھی اگرچہ میں پورا صحیح نہیں مگر کیا کروں۔ اب تو پانی سر سے گزرتا ہے۔ تاب ضبط باقی نہیں۔ پھر کسی طرح جبر و قہر کر کے آمادہ ہوتا ہوں۔ میں اوس نامہ نگار کا جواب تفصیلی اور ترکی بہ ترکی تو دے نہیں سکتا کیونکہ وہ مضمون ماشاء اللہ اس قدر تہذیب اور سچائی میں ڈوبا ہوا ہے کہ خود اڈیٹر صاحب نے سرخی کے نیچے ابتدا ہی میں لکھ دیا ہے۔ نامہ نگار خود ذمہ دار ہے۔ میں اور تو کیا کہوں مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ ؎

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

خدا کی قدرت ہے فراریوں کے پیرو اور غلامان حیدر کرار کو فرار کی نسبت دیں۔ سودا نہیں تو اور کیا ہے۔

اور ایک لطیفہ سنئے آپ لکھتے ہیں "ہائے افسوس ہمارے غضنفر قلب مولانا ثناء اللہ صاحب کا شعلہ مقصد نہ بجھا"۔ قابلیت اور نامہ نگاری تو بس اسی ایک جملہ کی خوبصورتی اور موضوعیت سے سمجھ لیجئے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اے سبحان اللہ "شعلہ مقصد نہ بجھا" کیا کہوں کیا مزا دیتا ہے اور کیا کیا معنی پیدا کرتا ہے۔ معلوم نہیں یہ بیچارے مدرسی کیا کرتے ہوں گے اور کیا بچوں کو سمجھاتے ہوں گے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا   کار طفلاں تمام خواہد شد

ذرا ایک جملہ آپ کی تحریر کا پھڑکتا ہوا اور سنئے گا ہنستے ہنستے پیٹ میں بل نہ پڑ جائے تو میرا ذمہ۔ سنئے۔ "اب میں اپنے خامہ کے ذہن میں عنان انتفادے کے اپنی ناقص التحریر اختتام پر لاتے ہوئے مخلصانہ گزارش کرتا ہوں"۔ اہا ہا واللہ کا لستھوں کی فارسی کو بھی مات کر دیا۔ پھر آگے چل کر آپ فرماتے ہیں "مولانا ثناء اللہ جیسا عالم نہیں ملنے کا"۔ ہاں بھائی ہاں اس پر میں بھی ڈبل صاد کرتا ہوں۔ اندھوں میں کانا راجا پھر آپ لکھتے ہیں۔ "آپ منت لیجئے۔ اگر آپ غالب آگئے تو مجھے قوی امید ہے کہ وہ شیر پنجاب فوراً اپنے عقیدہ سے واپس ہو کر کھلم شیعہ ہو جائیگا"۔

حضرت آپ شیر پنجاب نہیں شیر دہ آب فرمایئے مگر یہ یاد رہے کہ شیر قالین دگر و شیر نیستاں دگر ہے۔ آپ کو امید ہو تو ہوا کرے خدا کرے ایسا ہی ہو ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد۔ مگر میں جانتا ہوں لن یصلح الی الی از

ﻟﮧ مولانا اس جملہ پر آپ کیوں ہنستے ہیں یہ اشارہ ہے امام بخاری کی کمنعت

سلا فسیدہ اللہ دہ

بہ آب کوثر و تسنیم صاف نتواں کرد   گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

پھر آپ آگے چل کر فرماتے ہیں "دیکھیں ہمارے فاضل مدرس کون سی تاریخ مباحثہ مقرر فرماتے ہیں" افسوس ابھی تک نامہ نگار صاحب کو اسکی بھی نام خدا سے خبر نہیں کہ اس مناظرہ کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اچھا سنئے:-

حضرت پہلے آپ کے شیر پنجاب ماہ ربیع الاول سنہ ۲۶ھ میں زبانی ہی مناظرہ کرنے کو میرے پاس تشریف لائے تھے مگر جب مقابلہ ہوا تو شغالوں کی طرح بھاگتے نظر آئے اور ہر چند میں روکتا رہا مگر ایک نہ سنی۔ دیکھئے اصلاح ماہ ربیع الثانی سنہ ۲۶ھ اس کے بعد اسی کی خجالت مٹانے کو ایک شیر نے تحریری مناظرہ شروع کیا مگر اسمیں بھی خدا کے فضل سے میدان ہی ہاتھ ہے۔ میں نے جو کچھ اب تک لکھا ہے آپکے شیر پنجاب کو اس کے سامنے گردن جھکانی پڑی۔ کہیے اب آپکی سمجھ میں آیا

نہ خنجر اٹھیگا نہ تلوار قاتل   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اب آئندہ سے مہربانی کرکے ایسی بے تکی نامہ نگاری نہ کیجئےگا

اب ناظرین پہلے ان اعتراضات کا جواب سنیں۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب

بقیہ حاشیہ صہ ۸۴

اکتفا کی طرف جسکے بارے میں ڈیٹر اہلحدیث سے سوال کیا گیا تھا جب وہ اسکی تشریح نہ کرسکے تو اصلاح میں اسکی تشریح کیگئی اور بتا دیا کہ صحابہ کو جو قرآن کی آیتیں بھول جاتی تھیں اون کا نام منسوخ التلاوۃ رکھا گیا ہے اور بخاری جو الفاظ حدیث کو قصداً نکال دیتے ہیں اوسکا نام صنعت اکتفا ہے۔ خدا نے اگر سلسلہ تنقید بخاری کو قائم رکھا تو وہ وہ اسرار ظاہر ہونگے کہ وہابیوں میں قیامت پڑ جائے ۱۲ اڈیٹر

نے میری تقریر پر کئے ہیں اُسکے بعد اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ آپ
۳ ذی الحجہ کے پرچہ میں میرا مضمون نقل کرنے کے بعد جواباً تحریر
فرماتے ہیں کہ "امام صاحب اور مطول کی عبارت دونوں کا ایک مطلب
ہے اور امام صاحب نے ہرگز جملہ اسمیہ کے دوام و استمرار کا ذکر نہیں
کیا ہے بلکہ جملہ اسمیہ کے صدق کے لئے وقت تکلم موضوع کا صفت
محمولی سے متصف ہونا ضروری فرمایا ہے اس سے آیت کے صدق
کے لئے ضروری ہے کہ نزول آیۃ کے وقت کلام کا صدق ہو ورنہ کذب
لازم آئیگا"۔
مولوی صاحب ایمان سے ذرا خدا لگتی کہئے گا کہ یہ آپکا یا آپکے امام
صاحب کا محض دعوی ہی دعوی ہے یا اسکی کوئی دلیل بھی ہے۔ تمام
نحویین کل منطقیین تو ہانک پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ جملہ اسمیہ محض
ثبوت پر دلالت کرتا ہے اُس میں زمانہ کی کوئی قید نہیں نہ کسی زمانہ
پر دلالت کرتا ہے۔ پھر آپ کا یا آپ کے امام صاحب کا زمانہ حال سے
مقید کرنا تحکم نہیں تو اور کیا ہے۔ کاش اس کے ثبوت میں کسی معمولی
سے معمولی نحوی یا منطقی کا قول پیش کر دیتے تو خیر اسکے علاوہ آپ تو
غالباً کلام اللہ کو کلام قدیم مانتے ہوں گے پھر تو آپ کے خیال کے
مطابق لازم آتا ہے کہ نزول آیۃ سے غیر متناہی زمانہ قبل صدق ضروری
ہو۔
پس اعتراضات ختم ہو گئے۔ اسکے بعد آپ نے تین پرچوں میں میرا
مضمون نقل کیا ہے اور بہت ٹھنڈے دل سے مان لیا ہے۔ کہیں کوئی
چون وچرا نہیں کیا ہے۔ بس صرف آپ کو غصہ ہے تو اس پر کہ امام رازی
یا علامہ ابن تیمیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو۔

مگر مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں نے یہ قصد کرلیا ہے کہ اس بحث کو کسی قدر بسط سے لکھوں اور جتنے اعتراض اہلسنت کے اس بحث میں ہیں سب کی رد کرتا جاؤں۔ فقط غصہ کرنے اور دور سے آنکھیں دکھلانے سے کام نہیں چلتا۔ آپ تو ماشاءاللہ اہلسنت کے یکتا معقولی ہیں جو اعتراضات میں آپکے امام وعلامہ پر کرتا ہوں انکا جواب دیجیئے غصہ کرنے کی صحیح نہیں۔ اب اصل بحث شروع ہوتی ہے[ل]

تمیز مقدمہ ضمیر کُم کی تحقیق۔ یہ تو بالکل ظاہر وآشکارا ہے کہ یہ خطاب خداوندعالم کا عام لوگوں کی طرح (خواہ کفار ہوں یا مومنین) نہیں ہے بلکہ مخصوص مومنین کی طرف ہے۔ کیونکہ اس کے قبل والی آیۃ یاأیها الذین آمنوا من یرتد منکم الآیۃ میں خطاب خاص ایمانداروں کی طرف ہے اور سباق عبارت اور قاعدہ فصاحت و بلاغت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جب بلافاصلہ اس کا ذکر ہے تو جو شخص اوس آیۃ میں مخاطب ہوگا وہی اس آیۃ میں بھی۔

اور چونکہ اس مسئلہ میں کوئی شخص مخالف نہیں ہے۔ حتی کہ خود امام فخرالدین رازی جن کی ہر بات میں خواہ مخواہ اعتراض کرنے کی عادت ہے وہ بھی اسکے مقر ہیں اور جابجا اپنے مصنفات میں اسکی تصدیق کی ہے کہ یہ خطاب مومنین کی طرف ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر کی جلد سیوم صـ ۴۳۳ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ وبیانه انه تعالیٰ قسم المؤمنین قسمین احدهما الذین جعلهم مولیا علیهم وهم المخاطبون بقوله انما ولیکم الله الخ

ترجمہ اس کا بیان یہ ہے کہ خدا نے مومنین کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک وہ جن کا مددگار یا سردار مقرر کیا ہے۔ یہی لوگ انما ولیکم اللہ میں مخاطب ہیں۔ فالحمد للہ

[ل] ملاحظہ ہو اصلاح ۱۳۲۸ جلد ۱۲ صـ ۳ ۱۲ اڈیٹر

چوتھا مقدمہ - الذین کی تحقیق:- ناظرین مجھے اس مقدمہ میں نہ تو اس سے بحث کرنا منظور ہے کہ الذین کیا چیز ہے اور اس کے کیا معنی ہیں کیونکہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں جسمیں کچھ فیصل کروں - یہ تو کھلی ہوئی بات ہے جسے بچے تک جانتے ہیں کہ الذین اسم موصول ہے اور جمع مذکر کا صیغہ ہے - نہ مجھے ابھی اس وقت شان نزول سے بحث کرنی مقصود ہے کیونکہ اسکی بحث تو انشاء اللہ عنقریب نہایت شرح وبسط کے ساتھ آئیگی بلکہ مجھے تو صرف یہ دکھلادینا ہے کہ الذین آمنوا سے خدا کی مراد کل مومنین ہیں یا بعض - یہ بھی بہت واضح ہے کہ چند وجہ سے کل مومنین مراد نہیں ہو سکتے -

اول یہ کہ تمام مومنین اگرچہ صفت ایمان اونمیں پائی جاتی ہو لیکن اُن صفات سے جو خداوند عالم نے اس آیہ میں ذکر فرمائے ہیں سیکڑوں ہزاروں مومنین خالی ہیں پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم العیاذ باللہ جھوٹ یا کذب کا مرتکب ہو اور جو باتیں کسی شخص میں نہیں پائی جاتی ہوں اُن باتوں سے اُس کو متصف کردے - تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - ؏ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

دوم:- دوسرے مقدمہ میں یہ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ولی کے معنی حاکم و اولیٰ بالتصرف کے ہیں اور بحمد اللہ ہمارے معزز مخاطب نے بھی اس کو مان لیا ہے اگرچہ اب اونھوں نے یاران طریقت کے اُکسانے سے اخبار عثمان کی رٹ لگانی شروع کردی لیکن اب تو مشت کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد کا مصداق ہے -

بہر حال جب یہ ثابت ہو چکا کہ ولی کے معنی حاکم و اولی بالتصرف کے ہیں تو کسی طرح الذین آمنوا سے کل مومنین مراد نہیں ہو سکتے

کیونکہ اس صورت میں خطاب بھی کل مومنین ہی کی طرف ہوگا اور اون کے حاکم و اولی بالتصرف بھی کل مومنین ہوں گے تو ہر شخص کا حاکم و محکوم دو ہونا لازم آتا ہے - اور یہ محال ہے - بلکہ اگر ولی کا بمعنی حاکم ہونا بھی مانا جائے اور تھوڑی دیر کے لیے ناصر و محب ہی کے معنی فرض کر لئے جائیں تو بھی الذین اٰمنوا سے کل مومنین مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں بھی ہر شخص کا ناصر و منصور ہونا لازم آئیگا - وہو محال -

اس میں بھی چونکہ میں کسی شخص کو مخالف نہیں پاتا - اس وجہ سے زیادہ بحث اور طول دینے اور نقض و ابرام کرنے سے در گزر کرتا ہوں -

پانچواں مقدمہ لفظ زکوۃ کی تحقیق کہ اس آیۃ میں زکوۃ سے کیا مراد ہے آیا واجبی زکوۃ مراد ہے یا مستحبی صدقہ - اور چونکہ اس مبحث میں کچھ حضرات نے خوب ہی جی کھول کے اعتراضات کئے ہیں اور اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قصد کر لیا ہے کہ کسی طرح حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہ مراد ہو سکیں - اسی وجہ سے ہر پہلو سے ایرادات کی بوچھار کر دی ہے اسی بنا پر میں بھی ہر پہلو کو اختیار کر کے اُن تمام ایرادات کا دفعیہ کرتا ہوں - میں پہلے یہ شق اختیار کرتا ہوں کہ زکوٰۃ سے مراد واجبی زکوۃ ہے - اس پر امام فخر الدین رازی صاحب نے چند اعتراضات کئے ہیں ذرا توجہ سے دیکھئے اور جوابات بھی ملاحظہ فرمائیے -

پہلا اعتراض فلو انہ ادی الزکوۃ الواجبۃ فی حال کونہ فی الرکوع لکان قد اخر اداء الزکوۃ الواجب عن اول اوقات الوجوب وذلک عند اکثر العلماء معصیۃ

وانہ لا یجوز اسنادہ الی علی اگر حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں واجبی زکوٰۃ ادا کی تو اول وقت وجوب سے ضرور تاخیر کی اور یہ اکثر علماء کے نزدیک معصیت ہے اور اسکی نسبت حضرت علیؑ کی طرف ناجائز ہے۔ یہی اعتراض علامہ ابن تیمیہ صاحب نے بھی کیا ہے۔

الجواب ا ہا ہا کیا اعتراض ہے۔ سبحان اللہ۔ سنا آپ نے علماء کے اقوال سے اعتراض ہوتا ہے ایک خلیفہ کے فعل پر یا بایں زور اشوری یا بایں بے عملی کہیں تو اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا شور ہے اور صحابی بلکہ تابعین بلکہ تبع تابعین کے اقوال و افعال سے علماء اپنے اقوال کی دلیل پیش کرتے ہیں اور کہیں علماء کے اقوال سے ایک ایسے خلیفہ و صحابی کے فعل پر اعتراض کیا جاتا ہے جس کو فقط خلافت وصحابیت ہی کا درجہ نہ ملا ہو بلکہ رسولؐ کے اہلبیت میں بھی ہو اور انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا کا اعلےٰ خطاب بھی پا چکا ہو ؎

عجب زمانہ یہ تیرہ صدی کا اولٹا ہے شراب شیخ پہ دیکھا کباب قوتل میں

یا امام صاحب حضرت علیؑ کو صحابی بھی نہ سمجھتے ہوں تو البتہ میں انکی تکذیب نہیں کرسکتا۔ سچ ہے۔ میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو اور اس پر طرہ تو یہ کہ آپ اسکی نسبت بھی حضرت علیؑ کی طرف ناجائز جانتے ہیں۔

امام صاحب؟ آپ گھر بیٹھے خیالی چہمی گوئیاں اور موشگافیاں کیا کیجئے وہاں یہ سب کچھ سُنا و تا نہیں جاتا یہ ایک واقعہ تھا جو ہو چکا اور خدا کو ایسا پسند آیا کہ اوس نے ایک آیۃ اوسکی مدح میں نازل کردی اور ایک اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ بھی عطا کردیا اور آپ ابھی اسی تحریر میں ہیں کہ اسکی نسبت بھی جائز ہے یا ناجائز۔ خیر اس اعتراض میں امام صاحب سے

بلو چھنے کی بات یہ ہے کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ پر دو چار مہینہ یا دو چار روز یا دو چار گھنٹہ قبل سے زکوٰۃ واجب تھی اور اس کو قبل از نماز نہ ادا کرنے سے اول وقت وجوب سے تاخیر اور معصیت لازم آئی۔ کیا یہ محال ہے کہ جس وقت آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ہوں اوسی وقت کسی زکوی مال کا سال پورا ہوتا ہو اور بروقت مستحق موجود نہ رہنے کی وجہ سے نماز چونکہ وقتی اور مضیق اور مرجح واجب تھی اس وجہ سے اوسکو اداے زکوٰۃ پر جو واجب موسع تھی ترجیح دی ہو اور کیا یہ غیر ممکن ہے کہ جس وقت سائل نے سوال کیا ہو اسی وقت اُس کا سال پورا ہوتا ہو اور اداے زکوٰۃ کا اول وقت وجوب ہو۔ اور آپ نے اول وقت وجوب سے تاخیر نہ ہونے کے خیال سے نماز ہی کی حالت میں ایک دوسرے واجب سے بھی فارغ البالی حاصل کی ہو۔

معترض پر لازم تھا کہ وجوب زکوٰۃ کو قبل از نماز ثابت کرتا اسکے بعد یہ اعتراض کرتا وانی لہ ذلک

دوسرا اعتراض ان اللائق لحال علی علیہ السلام ان یکون مستغرق القلب بذکر اللہ حال ما یکون فی الصلوٰۃ والظاہر ان من کان کذلک فانہ لا یتفرغ لاستماع کلام الغیر ولفہمہ ولہذا قال اللہ تعالیٰ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ومن کان مستغرقاً فی الفکر کیف یتفرغ لاستماع کلام الغیر۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؑ کی شان یہ ہے کہ جب آپ نماز میں ہوں تو مستغرق ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص مستغرق ہوگا اُسے غیر کی باتیں سننے

اور سمجھنے کی کہاں فرصت۔ اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کو اٹھتے بیٹھتے کروٹیں بدلتے یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور جس کا قلب فکر میں مستغرق ہوگا وہ دوسرے کی بات کیونکر سنیگا۔

الجواب:۔ امام صاحب! کیا آپ کا مطلب استغراق سے یہ ہے کہ؎
ماشیماں کوے دلبر ار یم — رخ بہ دنیا و دیں نمی آریم
یعنی ایسا استغراق ہو کہ واجبات فرائض بھی ترک ہو جائیں تو ہو جائیں مگر استغراق باقی رہے؟ اگر یہی استغراق ہے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسے تین بار سلام کرے۔

حضرت! استغراق کا یہ مطلب ہے کہ خدا کی عبادت خصوصاً نماز کے وقت دنیاوی امور کا ذہن میں خطور نہ ہو اور خدا ہی سے باتیں کر رہا ہو۔ یہ نہیں کہ واجبات بھی ترک ہو جائیں۔ اور اگر وہ ایسا از خود رفتہ ہو جائے کہ حواس کلاً معطل ہو جائیں تو پھر اوسے اس کا ادراک کیونکر ہوگا کہ اب قیام کرنا چاہئے۔ اب رکوع کرنا چاہئے۔ اب سجدہ چاہئے۔

پھر یہ کیا غیر ممکن ہے کہ جس وقت سائل نے ایک سچے مسلمان کے دل ہلا دینے والی آواز سے کہا ہو کہ خداوندا تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھے کچھ بھی نہ دیا (جیسا کہ آپنے خود لکھا اور عنقریب اوسکی تفصیل آئیگی) اور اوسی وقت حضرت علیؑ کے کسی مال کا سال پورا ہوتا ہو اور آپ کے اداے زکوۃ کا اول وقت وجوب ہو اور آپ نے اداے واجب میں تاخیر نہ ہونے کے خیال سے آواز سنتے ہی فوراً ایک واجب کے اندر دوسرا واجب بھی

اور اگر کے خدا سے سرخروئی حاصل کی یا زکوۃ نہ بھی واجب ہوئی ہو
تو اوس سائل کی آواز ہی ایسی دردناک ہے

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

کی مصداق ہو کر آپ نے اگرچہ آپ پر زکوۃ واجب ہو صدقہ دیدیا
ہو کیا کوئی عاقل اسکو خضوع و خشوع و استغراق کے خلاف کرسکتا
ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک قابل تعریف بات ہے کہ ایک کار خیر
کے اندر دوسرا کار خیر کر گزرے اور اوسمیں کوئی خرابی بھی نہ ہو۔ گر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اسکے علاوہ امام صاحب آپ تو ماشاء اللہ ایسے پہونچے ہوئے تھے
کہ بقول شخصے جب آپ کے انتقال کے وقت آپ سے اور شیطان
سے مناظرہ ہونے لگا اور آپ توحید کی دلیلیں بیان کرتے جاتے
تھے اور شیطان ایک ایک کرکے رد کرتا جاتا تھا۔ اور آپ کے
پیر میاں ہزاروں کوس پر تھے اور آپکی مجبوری و معذوری دیکھ رہے
تھے کہ آخر جب آپ کو ہر طرح شیطان سے مغلوب دیکھا تو بیساختہ اپنی
جگہ بول اٹھے کہ بگو خدا را بے دلیل شناختم اور آپنے فوراً سنا اور
یہی جواب دیا تب شیطان نے آپکا پیچھا چھوڑا۔

تو کیا حضرت علیؑ کے واسطے اتنا بھی ممکن نہ تھا کہ آپ کے استغراق
کی یہ حد ہو کہ آپ حالت نماز میں منتہائے قرب کی وجہ سے بارگاہ
خداوندی میں حاضر ہوں اور سائل کی آواز خود یا فرشتوں کے
ذریعہ سے پہونچی ہو اور آپ نے وہیں سنا اور فوراً انگوٹھی دیدی
ہو۔ اگر آپ کے لئے وہ ممکن تھا تو حضرت علیؑ کے واسطے یہ ضروری و واجب

فانتبہ یا ایھا النائم   قم فان السبات الدائم

اور اگر شاید ہمارے معزز مخاطب اس حکایت کو کسی مجذوب کی بڑ یا مجنون کی بکواس خیال کریں تو میں ایک ایسا واقعہ بیان کرتا ہوں جسمیں ہمارے مخاطب کو سوائے ہاں کے نہ کہنے کی مجال نہ ہو کیونکہ اُن کے سرمایہ فخر و ناز علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں لکھدیا ہے پھر اب تو وہ کالوحی المنزل ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں و مثل نداء عمر

یا ساریۃ الجبل وھو بالمدینۃ وساریۃ بنہاوند

کیوں مولانا حضرت عمر کا مدینہ میں رہکر نہاوند کی فوج کا جو کال کو سوں دور منزلوں کا فاصلہ ہو گمان کرنا اور ہدایت کرنا کہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور وہ بھی بقول بعض حالت نماز میں اور فوج کا بھی سُن لینا اور اسپر عمل کرنا تو قرین قیاس ہو اور جناب امیرؑ کا حالت نماز اور استغراق میں سائل کی آواز کا سُن لینا اور اشارے سے انگوٹھی عطا کرنا مستبعد اور خلاف عقل ہو۔!!!

شرم ۔ شرم ۔ شرم   برعقل و دانش بباید گریست

تیسرا اعتراض | الثالث ان دفع الخاتم فی الصلوٰۃ عمل کثیر واللائق بحال علیؑ ان لا یفعل ذلک۔

ترجمہ: نماز میں انگوٹھی کا دینا فعل کثیر ہے اور حضرت علیؑ کی یہ شان نہیں کہ ایسا کریں۔

الجواب:۔ امام صاحب؟ اتنا جلد بھولئے گا تو کام چل چکا۔ ابھی تین صفحہ قبل تو آپ بروایت ابو ذر علیہ السلام تحریر فرما چکے ہیں

وعلی علیہ السلام کان راکعاً فاومأ بخنصرہ الیمنی وکان فیہا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرأی النبی

ترجمہ: حضرت علی رکوع میں تھے۔ پس آپ نے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی

سے اشارہ کیا اور اوسمیں انگوٹھی تھی وہ سائل آگے بڑھا اور حضرت رسولؐ کے سامنے اوس نے انگوٹھی اُتار لی۔

کیوں جناب کیا اشارہ کا نام فعل کثیر ہے اور اگر یہی ہے تو فعل قلیل جو باعث بطلان نماز نہیں ہوا کرتا۔ ذرہ مہربانی کرکے اوسکی مثال بیان فرمایئے۔ زیادہ نہیں ایک آدھ ہی سہی۔

افسوس کہاں تو علماء اہلسنت حضرت علیؑ کے اس فعل سے اس بات پر استدلال کریں کہ عمل قلیل سے نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوتی اور امام صاحب اسے فعل کثیر فرماتے ہیں اور حضرت علیؑ کی شان کے خلاف فرمائیں۔ یاللعجب

چوتھا اعتراض الرابع ان المشہور انہ علیہ السلام کان فقیراً ولم یکن لہ مال تجب فیہ الزکوٰۃ لذلک انہم یقولون انہ لما اعطی ثلاثۃ اقراص نزل فیہ سورۃ ھل اتی وذلک لا یمکن الا اذا کان فقیراً فاما من کان لہ مال تجب فیہ الزکوٰۃ یمتنع ان یستحق المدح العظیم المذکور فی تلک السورۃ علی اعطائہ ثلاثۃ اقراص واذا لم یکن لہ مال تجب فیہ الزکوٰۃ امتنع حمل قولہ ویؤتون الزکوٰۃ علیہ۔ ترجمہ۔ مشہور تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ بالکل محتاج تھے اور اُن کے پاس اتنا مال نہ تھا کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ نے تین روٹیاں مسکین و یتیم و اسیر کو عطا کیں تو سورہ ھل اتی نازل ہوا اور یہ بات جب تک محتاج نہ ہوں ممکن نہیں۔ کیونکہ جو شخص ایسا مالدار ہو کہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہو وہ تین روٹیاں دینے کی وجہ سے اتنی بڑی مدح کا جو سورہ دہر میں مذکور ہے مستحق نہیں ہو سکتا اور جب انکے پاس اتنا مال ہی نہیں تھا جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی تو یؤتون الزکوٰۃ کا اُن پر صادق آنا محال ہوا۔ یہی اعتراض علامہ ابن تیمیہ نے بھی کیا۔

الجواب :- کسی کی ایک طرح بسر ہوئی نہ انیس
عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

یہ ایک مشہور شعر ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب جس حالت فقر وفاقہ و عیش وتنعم میں پیدا ہوئے تھے اُسی حالت میں پوری عمر گزر گئی ذرا بھی تغیر وتبدل نہ ہوا جب ہی تو آپ فرماتے ہیں کہ جو ایسا محتاج ہو اس پر زکوۃ کہاں واجب ہو سکتی ہے۔

امام صاحب کیا سورہ دہر اور سورہ مائدہ دونوں ساتھ ہی ساتھ ایک ہی وقت نازل ہوئی تھی کہ جمع ممکن نہ ہو۔

مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہیں سے ایک مکی ہے اور دوسرا مدنی ۔ پھر کیا یہ محال ہے کہ ایک وقت حضرت علیؑ محتاج ہوں اور اُن کے پاس کچھ نہ ہو اور قرض لینے کی ضرورت پڑے اور اُس حالت فقر وفاقہ میں تین روٹیوں کے دینے کی وجہ سے مدح عظیم کے مستحق ہوں اور ایک وقت اتنے مالدار ہوں کہ زکوۃ واجب ہو اور حالت نماز میں زکوۃ ادا کرنے سے ایک عہدہ اعلیٰ پر ممتاز ہوں ۔ لا واللہ ہرگز کوئی عاقل اسکو محال یا غیر ممکن نہیں کہہ سکتا۔

کیا زکوۃ واجب ہونے کے واسطے بھی کروڑپتی ہونے کی ضرورت ہے ۔ جناب عالی کیا زکوۃ واجب ہونے کے واسطے پانچ تولہ سونا کافی نہیں ہے ۔ اور کیا حضرت علیؑ کے پاس کبھی اتنا مال بھی نہ ہوا ۔ اسکے علاوہ ایک اور لطیفہ سُنیئے ۔ امام صاحب تو یہ فتوے دے رہے ہیں کہ جب ایسی حالت فقر وفاقہ میں صدقہ دے تو مدح عظیم کا مستحق ہو سکتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جسکے پاس مال ہے اور

اُس نے زکوۃ واجب دی یا صدقہ مستحبی دیا تو چنداں قابل مدح نہیں ہے کیونکہ یہ تو اُس نے گویا اپنا فرض ادا کیا اور اس میں کوئی کمال نہیں۔ جس طرح فرشتوں کا برائیوں سے محفوظ رہنا کوئی کمال یا قابل مدح نہیں ہے کیونکہ اُن میں تو اشہوانیہ نہیں وغیرہ۔ بخلاف انسان کہ باوجود نفس امارہ کے خدا کے اوامر و نواہی پر عمل کرے تو البتہ قابل مدح ہے اور شائد اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہوا مگر ذرا سنئے علامہ ابن تیمیہ اُلٹی گنگا بہا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ان اللہ لا یثنی علی الانسان الا بما ھو محمود عندہ اما واجب واما مستحب۔ ترجمہ:۔ خدا تو بس اُسی کی تعریف کرتا ہے جو اسکے نزدیک پسندیدہ ہو اور وہ بس یا واجب ہے یا مستحب۔

ہائے کیا بے چینی ہے اور کیا دل پر سانپ لوٹ رہا ہے کہ کسی طرح یہ فضیلت حضرت علیؑ کے ہاتھ نہ لگے اسی وجہ سے اُلٹا سیدھا جو جس سے بن پڑتا ہے وار پر وار کر رہا ہے اور اسکی خبر نہیں کر جاپا کن راجیاہ در پیش۔ اپنا وار خود اپنے ہی اوپر پڑ رہا ہے۔ میں تو اس مقام پر کچھ بولوں گا نہیں۔ امام صاحب کچھ کہہ رہے تھے اُسکے خلاف علامہ صاحب فرما رہے ہیں۔ اب وہ خود باہم تصفیہ کرلیں کہ کون صحیح کہہ رہا ہے اور کون غلط مجھے اس سے کچھ بحث نہیں ہے

بر و باد دستاں آہستہ نشیں ٭ چو بینی درمیان دشمنان جنگ

پانچواں اعتراض الخامس ھب ان المراد بھذہ الایۃ ھو علی بن ابیطالب لکنہ لا یتم الاستدلال بالایۃ الا اذا تم ان المراد بالولی ھو المتصرف فلا الناصر والمحب وقد سبق الکلام فیہ۔ ترجمہ:۔ مان لو کہ اس آیۃ سے مراد حضرت

علیؓ ہیں (اور انہیں سے یہ کام ہوا) لیکن (خلافۃ کا) استدلال تو اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب ولی کے معنی متصرف کے ہوں نا صرو محب کے نہ ہوں۔ حالانکہ اس میں بحث ہو چکی۔

الجواب:۔ امام صاحب! آپ کو خبر بھی ہے آپکی دلیلیں ملیامیٹ کر دی گئیں اور ولی کا بمعنی متصرف ہونا آپ کے مقتدی ہمارے مخاطب نے مان لیا۔ اب جائے دم زدن نہیں۔

کہئے مولانا اب تو مجھے زیادہ استدلال کی ضرورت نہیں آپکے امام صاحب تو صاف فرما رہے ہیں کہ اس آیۃ سے استدلال اُس وقت پورا ہوگا جب ولی کا معنی متصرف ہونا مان لیا جائے۔ اور آپ اس کو مان چکے۔ پھر اب تو مجھے کسی استدلال کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ذرا انصاف سے کہئے گا مگر میں آپکی تشفی کے واسطے مزید اطمینان کرتا ہوں۔

یہ تو وہ اعتراضات تھے جو امام رازی نے کئے تھے اور حضرت علامہ ابن تیمیہ نے بھی ہاں میں ہاں ملایا تھا۔ اب وہ اعتراضات ملاحظہ ہوں جو امام صاحب کو بھی نہ سوجھے۔ اور علامہ ابن تیمیہ گویا اسکے موجد ہیں۔

پہلا اعتراض: لوکان المراد بالآیۃ ان یؤتی الزکوۃ حال رکوعہ کما یزعمون ان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ لوجب ان یکون ذلک شرطا فی الموالاۃ وان لا یتولی المسلمون الا علیا وحدہ فلا یتولی الحسن ولا الحسین ولا سائر بنی ہاشم وہذا خلاف الاجماع۔ ترجمہ اگر آیت کا مطلب ہو کہ حالت رکوع میں زکوۃ دی جائے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نماز

یعنی انگوٹھی صدقہ دی تو لازم آتا ہے کہ یہ حکومت کی شرط ہوجائے اور مسلمان حضرت علیؓ کے سوا کسی کو اپنا حاکم نہ بنائیں پھر امام حسنؓ و امام حسینؓ یا بنی ہاشم کے اور لوگ حاکم نہ ہوسکیں گے اور یہ خلاف اجماع ہے۔

الجواب:- یہ اعتراض حضرات اہلسنت کے خیال میں اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ خلفاً من سلف یکے بعد دیگرے اسکو نقل کرتے آئے ہیں اور ہر شخص نئے الفاظ میں خوشنما عبارت کا جامہ پہنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ مگر شیعوں کی نظر میں بھلا اسکی کیا وقعت ہو۔ مجھے تو ہنسی آتی ہے اس پر کہ ان لوگوں نے تعصب کی وجہ سے کچھ بھی غور نہیں کیا اور بے سمجھے بوجھے جو جی میں آیا کہہ گزرے۔ غضب خدا کا کجا بیان واقعہ کجا تعلیق بر شرط۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا یہی موقع ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی تک ہے خدا تو فرماتا ہے کہ تمہارے حاکم خدا و رسولؐ و فلاں شخص ہیں کہ جن کے یہ صفات ہیں۔ جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ منجملہ اون باتوں کے ایک بات اوسمیں یہ بھی پائی جاتی ہے کہ وہ حالت رکوع میں زکوۃ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مصلحت سے اوس شخص کا نام نہیں لیا بلکہ اوسمیں جو باتیں ایسی پائی جاتی تھیں جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں اون کا ذکر کر دیا۔ خدا کا مطلب تو یہ ہے اور بہت واضح ہے مگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ادائے زکوۃ مقصود ہوگی تو رکوع میں زکوۃ دینا امامت و خلافت کی شرط ہوگی اور جس میں یہ شرط نہیں پائی جائیگی وہ ولی و امام نہیں ہوسکتا۔

حضرت علامہ اور قرآن کی ایسی توجیہ۔ یا للعجب !!!

دوسرا اعتراض | خدا تو صرف واجب یا مستحب کام پر ثنا کرتا ہے

اور نماز میں صدقہ وغیرہ نہ واجب ہے نہ مستحب کیونکہ اگر یہ مستحب ہوتا تو حضرت رسولؐ نے اسکو کیا ہوتا اور اصحاب اس پر رغبت کرتے خود حضرت علی نے اس واقعہ کے علاوہ کیا ہوتا۔ حالانکہ نہ رسول نے کیا اور نہ اصحاب نے۔ نہ اس موقع کے علاوہ خود حضرت علیؑ نے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اعمال صالحہ سے نہیں ہے۔

الجواب:۔ یہ بھی ایک نوکھی منطق ہے کہ جس کام کے کرنے کا رسولؐ یا اصحاب کو یا دوبارہ حضرت علیؑ کو اتفاق نہ ہوا ہو وہ واجب یا مستحب تو بڑی چیز ہے عمل صالح بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔ اچھا جناب علامہ حضرت رسولؐ یا دیگر صحابہ میں سے کسی نے غوطہ لگا کر جواہرات نکالکے خمس ادا کیا تھا یا کسی دفینہ کو پاکر خمس دیا تھا۔ خود حضرت علیؑ نے دوبارہ قلعہ خیبر کو فتح کیا تھا یا رسولؐ اور صحابہ نے مرحب وعمرو بن عبدود کو قتل کیا تھا۔ پھر یہ چیزیں تو آپ کے نزدیک واجب ہوں گی نہ مستحب ہاں جناب علامہ اور شیخنے رسول اللہ یا اور اصحاب نے یا خود حضرت علیؑ نے دوبارہ رسولؐ کے شانہ پر چڑھکر خانہ کعبہ سے بتوں کو توڑ کر گرایا تھا ہرگز نہیں پھر یہ بت شکنی تو نہ واجب ہوگی نہ مستحب۔ کیا خوبصورت دلیل ہے۔ اے سبحان اللہ۔

تیسرا اعتراض: اگر مان لیا جائے کہ یہ فعل نماز میں جائز بھی ہے تو رکوع کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ حالت قیام وقعود میں اس سے زیادہ اولی ہوگا۔

الجواب:۔ افسوس علامہ کے دماغ سے شرطیت کسی طرح نہیں نکلتی اور واقعیت کسی طرح نہیں آتی۔ حضرت یہ کون کہتا ہے کہ رکوع میں اولی ہے یا قیام وقعود میں۔ یہ تو ایک واقعہ تھا جو ہوگیا اور خدا

نے بیان کر دیا۔ یہ تو آپ اوس سے فرمایئے جو اس کو شرط امامت جانتا ہو۔

چوتھا اعتراض اکثر فقہا کے نزدیک زکوۃ میں انگوٹھی کا دینا کافی نہیں ہے۔ مگر جب زیورات میں وجوب زکوۃ کے قائل ہو جائیں۔ اور اسکے بھی قائل ہوں کہ زیور بھی زکوۃ میں دیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اگر کوئی شخص اسکی قیمت کا لینا جائز جانے تو نماز میں قیمت لگانا مشکل اور قیمتیں مختلف حالتوں میں بدلا کرتی ہیں

الجواب:۔ دیکھا آپ نے اس کو استدلال کہوں یا حکمت بہ لقمان آموختن کہوں۔ یا چھوٹا منہ بڑی بات کہوں۔ میں حیران ہوں کیا کہوں غضب خدا کا فقہا کے قول سے ایک صحابی اور اہلبیت رسولؐ اور خلیفہ کے فعل پر جواز و عدم جواز سے بحث کی جاتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

سب سے طرہ مزید تو یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نماز کی حالت میں قیمت لگانا بہت دشوار ہے۔

حضرت علامہ شاید آپ کو یہ خیال ہو کہ وہ انگوٹھی العیاذ باللہ حضرت علیؑ کہیں سے غصباً چھین کے لے آئے تھے اور جھٹ پٹ پہنکر نماز پڑھنے لگے پھر اونکو اوسکی قیمت کیسے معلوم ہوتی اس کے سوا آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ جس شخص پر زکوۃ واجب ہو اوس شخص کو نہ اوسکی مقدار زکوۃ معلوم نہ انگوٹھی جس کو پہنے ہو اوسکی قیمت معلوم پھر وہ اس کا مالک کیونکر ہو گا۔ سچ ہے واقعی سچ ہے۔

پانچواں اعتراض :- یہ آیت بمنزلہ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ و ارکعوا مع الراکعین کے ہے اور رکوع کا حکم ہے۔ اسی طرح آیہ یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین۔

الجواب :- واہ واہ کیا بات کہی ہے۔ واقعی حضرت علامہ کے اس توجیہ کی داد دینی چاہئے وہ بات کہی ہے جو خدا کو بھی نہ سوجھی اور اوس سے فاش غلطی ہو گئی کہ صیغہ امر کی جگہ صیغہ مضارع کہہ گیا۔ یا خدا عاجز تھا اور آپ سے بھی اسکی سمجھ کم تھی کہ اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ صیغہ امر کی جگہ مضارع کا صیغہ گرداننے لگا۔ افسوس کہ آپ جمع قرآن کے وقت موجود نہ تھے ورنہ ضرور اصلاح بھی فرما دیتے۔ حضرت علامہ کے اور بھی اعتراضات ہیں مگر چونکہ انکو لفظ زکوٰۃ سے چنداں تعلق نہیں ہے اس وجہ سے اون کا اعادہ نہیں کیا۔ انشاء اللہ آیندہ بحث میں انکو ناظرین مع جواب کے ملاحظہ کرینگے۔

اب میں یہ شق اختیار کرتا ہوں کہ حضرت علیؑ نے مستحبی صدقہ دیا اور زکوٰۃ واجبی نہ تھی اس پر بھی امام صاحب کو بہت غصہ ہے مگر کیا کریں بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ایک اعتراض کے سوا زیادہ سوجھا ہی نہیں آپ فرماتے ہیں۔

اعتراض :- وحمل الزکوٰۃ علی الصدقۃ النافلۃ خلاف الاصل لما بینا ان قولہ واٰتوا الزکوٰۃ ظاہرہ یدل علی ان کل ما کان زکوٰۃ فھو واجب۔ ترجمہ :- زکوٰۃ سے مستحبی صدقہ مراد لینا خلاف اصل ہے کیونکہ اٰتوا الزکوٰۃ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو زکوٰۃ ہے وہ واجب ہے۔ امام صاحب کا یہ معقول بہت ہی واضح ہے اور اسمیں بھی

شک نہیں کہ جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ پایا جائے لفظ سے اصل معنی مراد لینی چاہیئے اور اس پر قریب قریب تمام علماے اصول کا اتفاق ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے امام صاحب کو یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ اوس وقت کوئی قرینہ صارفہ حالیہ یا مقالیہ وقت نزول آیت موجود نہ تھا۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام صاحب اس وقت نافی ہیں اذکو ثبوت کی ضرورت نہیں تو میں اوسکی یوں تسلی کردوں گا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور عرب کے محاورات وقاعدے کے مطابق نازل ہوا ہے اور معمولی فصاحت وبلاغت کی حد سے گزر کر اعجاز کی چوٹی تک پہونچا ہوا ہے اور ایک واقعہ جو گزر چکا ہے بیان کر رہا ہے۔ یہ تو امام صاحب کو معلوم نہیں کہ اوس حالت رکوع میں انگوٹھی دینے والے نے واجبی زکوۃ دی یا مستحبی صدقہ۔ غرض اوس نے جو کچھ دیا اور جس طرح دیا خدا نے اوسے بیان کر دیا۔ اب اگر اوس نے واجبی زکوۃ دی تو قرآن کا مقصود بھی وہی ہے اور اگر مستحبی صدقہ دیا تو خدا کا بھی مطلب یہی ہے۔ اس سے نفس واقعہ میں کوئی خرابی نہیں لازم آتی بلکہ دربردہ اس اعتراض کا تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ اوس نے مستحبی صدقہ دیا تو العیاذ باللہ خدا نے اوس کو صحیح نہیں بیان کیا بلکہ یا غلط بیانی سے کام لیا یا غلط محاورہ استعمال کیا۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ کوئی مسلمان تو اس کا قائل نہیں ہو سکتا مگر ایک بات قابل غور باقی رہ گئی کہ امام صاحب کا یہ فرمانا کہ اٰتوا الزکوۃ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جہاں لفظ زکوۃ بولا جائے اوس سے واجب ہی مراد ہونا ضروری ہے کہاں تک صحیح ہے۔

کیونکہ اولاً تو اسی میں اختلاف ہے کہ شارع کے زمانہ میں زکوۃ وغیرہ کا استعمال شرعی معنی میں حقیقی تھا یا مجازی اور محققین کا مسلک یہ ہے

کہ حقیقی نہ تھا بلکہ بقرینہ استعمال ہوتا تھا اور حد منقول وحقیقت ثانیہ تک نہیں پہونچا تھا۔ پھر یہ دعوی امام صاحب کا کیونکر کوئی مان سکتا ہے جسکی کوئی دلیل بھی امام صاحب نے بیان نہیں کی۔
اور محض دعوے تو اونکے معتقدی ہی لوگ وحی منزل سمجھیں تو سمجھیں غیر کیوں ملنے لگا۔ پھر جب واجبی زکوۃ بقرینہ سمجھی جاتی تھی تو صدقہ مستحبی نے کیا قصور کیا ہے کیونکہ زکوۃ کے اصلی معنی تو نمو کے ہیں پھر اس حالت میں واجبی زکوۃ اور مستحبی صدقہ دونوں مجازی معنی ٹھہرے جس کا قرینہ ہو اوہی معنی مراد ہوگا
اس شان وشوکت کا دعوی تو اُس وقت صحیح ہو سکتا تھا جب زکوۃ کے اصلی معنی واجبی زکوۃ کے ہوتے۔ ودونہ خرط القتاد (از اصلاح ۱۲ جلد ۱۳)

آنچہ دانا کند کند ناداں ‖ لیک بعد از حصول رسوائی

آیہ انما ولیکم اللہ کی بحث میں جو مضمون میں نے اہلحدیث میں بھیجا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ توجیہ کر کے (چونکہ تم نے امام رازی وغیرہ پر اعتراض کئے ہیں اس وجہ سے درج نہیں کر سکتا) شایع کرنے سے انکار کیا اوسکے جواب میں میں نے ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جسے ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ کے اہلحدیث میں آپ نے شایع کیا اور اسکے جواب میں پھر اس پر اڑے رہے کہ جب تک مضمون اعتراضات سے خالی نہ ہوگا میں شایع نہ کروں گا ؎

ہٹ کی بھی حد ہے بھلا کون منائے گا اونھیں
اس پہ روٹھے ہیں کہ کوئی ہمیں کیوں یاد آیا

مگر چند روز کے بعد جب میرا مضمون اصلاح ۱۱ و ۱۲ جلد ۱۳ میں شایع ہوگیا تو آپ نے بایں توجیہ (کہ چونکہ مولوی صاحب نے وہ مضمون اپنے

مذہبی رسالہ اصلاح میں شایع کرا دیا اس وجہ سے ضروری ہوا کہ اسکا
جواب دیا جائے۔ کیا کہوں مولوی صاحب کی اس وقت کامل تشبیہ کس
چیز سے ہے میں صرف وجہ شبہ عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کو تو بھاگتے
بن پڑتا ہے نہ لڑتے۔ لڑنے کی تو سکت نہیں۔ بھاگنے میں ہے
ذلت۔ اس بنا پر وہ چونچ لڑتے اور پھر بھاگتے ہیں اور جب تعاقب
کیا جاتا ہے تو پھر پھر کے دو چونچ لڑے اور بھاگے اسکی تفصیل تو
جواب میں ناظرین اچھی طرح ملاخطہ کرلیں گے۔ مگر پہلے مولوی صاحب
نے جو موشگافیاں میری کھلی چٹھی کے جواب میں کی ہیں اوسکو ملاحظہ
فرمایئے۔ میں اسکو نہ دکھلاتا مگر چونکہ مولوی صاحب راست گوئی میں
سند یافتہ ہیں اس وجہ سے میں خود اونھیں کے منہ سے اونکی راست
گوئی کی اور چند سارٹیفکٹ کا مناسب اضافہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ مولوی
صاحب کے مریدوں کو اور زیادہ ارادت مندی کا موقع ملے۔ چنانچہ آپ
۵ ار ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ اہلحدیث میں تحریر فرماتے ہیں۔
"شیعوں کے مقابلے میں سُنی ہمیشہ بھاگتے ہیں دنیا اسکو یاد رکھیگی"
بے شک لاریب حق بر زبان جاری الفضل ما شهدت به الاعداء مگر
آپ تو اقرار کرنے کے نہیں یہ تو پرانی عادت ہے آپ تو یہی فرمائیں گے
کہ اس کو غنیمت نہیں سمجھتے ہو کہ علَم بچا لائے۔ ورنہ یہ بھی چھن جاتا۔
پھر آپ فرماتے ہیں "مگر اتنا کہوں گا کہ جس فن دشنام دہی اور دل آزاری
میں شیعوں کو کمال ہے اوس فن میں اُنکا جواب اور اصلی جواب خارجی
ہی دے سکتے ہیں"۔ بجا ارشاد ہوا مولوی صاحب آپ ذرا ایمان
و دیانت کو بھی تو کبھی جھانک کر دیکھ لیا کیجیے۔ آپ تو تمام شیعوں کو دشنام دہی
میں لاجواب فرماتے ہیں۔ اچھا تو جب سے شیعہ سنی کی ابتدا ہے

اور اسی وقت سے خدا کو حاضر و ناظر جان کے خیال کیجیے کہ ابتدا گالی بکنے کی کس طرف سے ہوئی۔ آپ کے پیروں کے طرف سے یا میرے ائمہ کی طرف سے۔ کان سبابا آپ کے علمار کس کی مدح و ثنا میں تحریر فرماتے ہیں۔ پھر منبروں پر چڑھ چڑھ کے کس کی طرف سے گالیاں ہوئیں اور کس کو دی گئیں۔ ان تمام باتوں پر بھی خاک ڈالئے تو اسی پر فیصلہ ہے کہ گالی بکنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یہ آپ کے مذہب کا فتویٰ ہے یا میرے مذہب کا۔ اچھا اب میں پوچھتا ہوں کیا آپ گالی بکنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھئے گا۔ آپ تو نفی کر نہیں سکتے پڑھئے گا اور ضرور پڑھئے گا صلوا خلف کل بر و فاسق کس کا مقولہ ہے اور اگر مجھ سے پوچھیے تو میں صاف کہہ دونگا کہ میں ہرگز نہ پڑھوں گا۔ مولوی صاحب تبرا اور لعنت اور چیز ہے گالی اور چیز۔ کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے ہیں مالکم کیف تحکمون یہ بے شک میرے یہاں جائز ہے اور فقط میرے ہی یہاں نہیں بلکہ ہر مذہب کے اصول میں داخل ہے۔ اگرچہ آپ یا کوئی زبان سے اقرار نہ کرے یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم اچھا اسکو بھی چھوڑیئے۔ اسی بحث و تحریر میں جو آپ سے مجھ سے ہو رہی ہے آپ تو بیسوں دفع فرما چکے ہیں کہ تم گالیاں دیتے ہو کوستے ہو۔ آخر اس عنوان کا کوئی معنون اور اس مفہوم کا کوئی مصداق تو ضرور ہوگا اگر آپ سچے ہیں تو آپ گن کے فرما دیجیے کہ فلاں فلاں الفاظ تمہارے گالی اور کوسنے کے ہیں۔ ورنہ آیہ معلومہ کے مصداق آپ خود ہوں گے۔ اگرچہ آپ کو اسکی کوئی پروا نہیں کیونکہ بارہا کردم و شد اور خواہ مخواہ کسی کو دشنام دہ یا کوسنے۔ الا کہہ دینا تو کوئی بات ہی

نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہی گویا دشنام دہی ہے۔ اور اگر آپ فرمایئے تو میں آپکی تحریر میں ایک دو نہیں بیسوں الفاظ آپ کے نکال دوں۔

اسکے بعد آپ فرماتے ہیں:۔

ٹلے جناب کیا میں نے پیشتر اہلحدیث مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۰ء میں نہ لکھا تھا کہ آپ نفس مسئلہ پر بحث کریں اور کسی تیسرے آدمی کا ذکر خواہ مخواہ نہ لائیں۔

تعجب ہے آپ اتنا سچ کیونکر بول گئے۔ مگر ہاں الکذوب قد یصدق بیشک آپ نے لکھا تھا مگر کب؟ غنیمت ہے آپ نے تاریخ دیدی ہے۔ اور مجھ سے آپ سے مناظرہ کب سے ہے؟ یہ بھی آپ کو یاد ہے؟ ۲ اپریل ۱۹۰۹ء سے آخر ایک برس کامل جو آپ کے اخبار میں میری تحریر شائع ہوتی رہی۔ اسوقت آپ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ امام صاحب پر اعتراض نہ کرو تو میں وہ عنوان ہی اختیار نہ کرتا۔ منع کرنا کیسا آپ تو تشویق کرتے رہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

اہلحدیث ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء میں آپکا مضمون بلاکم وکاست شائع کروں گا۔"

پھر ۲۷ اگست ۱۹۰۹ء میں اہلحدیث میں میرا مضمون آٹھ کالموں میں شائع ہوا جسمیں اعتراضات کی بھرمار تھی مگر آپ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ آپ نے آگے چلنے کی ہدایت فرمائی۔ اسکے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۹ء اہلحدیث میں میرا مضمون سات کالموں میں شائع ہوا اور امام رازی اور علامہ ابن تیمیہ پر اعتراضات کی بوچھار تھی اسپر بھی آپ نے جوں تک نہ کیا۔ بلکہ آپ نے برعکس ترغیب وتحریص کی ہے۔

چنانچہ قبل میرے مضمون کے تحریر فرماتے ہیں "مولوی فرمان علی صاحب کا مضمون متعلق خلافت ناتمام نکلا تھا بعض ناظرین اسکے تتمہ کے لئے سخت مضطرب تھے الحمد للہ کہ آج انکی مراد پوری ہوتی ہے۔ پس وہ غور سے پڑھیں"۔

مولوی صاحب آپ کا یہ جملہ اور آپ کا وہ فقرہ (میری غرض یہ نہ تھی کہ گڑے مُردے اُکھاڑے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناظرین کو آپ کے مضمون سے کچھ بھی

نہیں اور میں بھی اسکو بصد اکراہ نقل کرتا ہوں) یہ دونوں جملے کیا کسی ایک بکواس آدمی کے ہوسکتے ہیں یا کوئی عاقل ان دونوں کو ملا کر ایک مجذوب کی بڑ۔ یا ایک مجنون کی بکواس سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اور سُنئے آپ اوسی پرچہ میں میرے اس کہنے پر (کہ میں اور زیادہ لکھتا مگر مجھے خطرہ ہے ایسا نہ ہو آپ خفا ہوکر مضمون شایع کرنا چھوڑ دیں) تحریر فرماتے ہیں" یہ آپ کا حسن ظن ہے یہاں تو عادت نہیں بلکہ یہاں تو یہ اصول ہے ؎

جتنا جی چاہے ستالیں ستم ایجاد ہمیں مثل تصویر ہمیں آتی نہیں فریاد ہمیں"

سچ کہئے گا مولوی صاحب آپ کا وہ قول صحیح تھا یا یہ صحیح ہے۔ آپ کچھ اس کا جواب دے سکتے ہیں ؎ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اس پر بھی اکتفا نہیں کی بلکہ آپ نے گویا مجھ سے اعتراضات کرنے کی فرمایش کی ہے۔ دیکھئے اکلے پرچہ میں آپ میرے مضمون کے بعد فرماتے ہیں۔ "بس یہی زور تھا یا کچھ اور باقی ہے"

پھر ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں تحریر فرماتے ہیں" منت سے گزارش مولانا آپ اپنے دعا کو ایک نہیں سو دلیل سے بھی ثابت کرسکتے ہیں۔ مگر ائمہ سلف کو ہدف لعن وطعن بنانا مذاکرہ کا جزو نہیں۔ پس اگر آپ اس سے احتراز کریں تو آپ کا احسان ہوگا۔ آپ کو آیندہ اختیار ہے ہم تو ایسے سننے کے عادی ہیں" ؎

کیوں نہ ٹھہریں ہدف ناوک بیداد کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں جو تیر خطا جاتا ہے

ناظرین ذرا اس شدومد کے دعوے کو ملاحظہ فرمایئے گا کہ کہاں تو آپ ائمہ سلف پر لعن طعن سے بھی نہیں گھبراتے بلکہ آپ نہایت اشتیاق سے اپنے کلیجہ پر جگہ دیتے ہیں اور کہیں صرف اعتراض کرنے سے ایسے حواس باختہ ہوتے ہیں کہ آگے پیچھے کی بھی خبر نہیں رہتی اور مضمون شایع کرنے سے بھی انکار کرتے ہیں سبحان اللہ کیا عشق دشمن ظن ہے۔ یا بایں زور اشوری یا بایں بے نمکی

یقولون ما لا یفعلون کے آپ ہی سچے مصداق ہیں ؎

ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں تاکہ مشہور ہوں زمانے میں

پھر آپ نے ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء اہلحدیث میں میرا مضمون شایع کیا ہے جس میں صرف اعتراضات ہیں اور جواب نہیں کیا۔ غرض اسی طرح قریب قریب بیس پرچوں میں ایک سال سے زیادہ تک میرا مضمون اہلحدیث میں شایع ہوتا رہا اور مولوی صاحب ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے مایۂ فخر و ناز امام و علامہ پر اعتراضات ہوتے ہی جاتے ہیں اور ان کا جواب بھی بن نہیں پڑتا جس سے اون کی حق گوئی الم نشرح ہوئی جاتی ہے۔ اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ خود بھی مقابلہ کی تاب باقی نہیں تو اسی بہانہ سہی کوئی راستہ نکالنا چاہیئے یہ کہکر کہ چونکہ اعتراضات کرتے ہو اس وجہ سے میں شایع نہ کروں گا۔ بھاگتے نظر آئے ؎

کہتا ہے کون نالۂ بلبل ہے بے اثر پردہ میں گل کے لاکھ جگر پاش ہو گئے

ان اعذار بارده کے بعد آپ آخر میں فرماتے ہیں" اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو لیجیے امتحان اول مراسلہ پڑھئے اور اڈیٹر اصلاح کو بلا کر زبانی مباحثہ کے جلسہ کا انتظام کیجیے ہاں یہ کہکر کہ میں آپ کے مقابلہ سے بھاگا آپ کو جی خوش کرنے کا اختیار ہے"؎

کر گیا نالہ اثر کیا بلبل ناشاد کا ہاتھ کیا پاؤں اب جمتا نہیں صیاد کا

مولوی صاحب شرم تو نہ آئی ہوگی۔ جب آپ شیر پنجاب ہو کر ایک دفعہ زبانی نوک دم بھاگے پھر دو برس تحریری مناظرہ کرکے بھاگنے کا خود اقرار کرتے ہیں تو اڈیٹر النجم کا مراسلہ کس منہ سے شایع کرتے ہیں۔ کیا اونکو شیر ببر کا خطاب ملا ہے نازم بایں ریش و فش۔ ایڈیٹر النجم جب لکھنؤ کے معمولی طلبہ سے تاب مقاومت نہیں رکھتے تو اڈیٹر اصلاح سے کیا مقابلہ کریں گے۔

اب ناظرین اصل جواب کیطرف توجہ فرمائیں جو ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء اہلحدیث میں شایع ہوا

پہلے تو مولوی صاحب کی وہی لن ترانیاں اور بے سروپا باتیں ہیں جن کو وہ پہلے بھی رد کا چکے ہیں کہ تم گالیاں دیتے ہو۔ کوستے ہو۔ جسکے جواب میں آپ یہ معلومہ کے سوا اور کیا کہوں۔ ہاں اس درمیان میں ایک جملہ آپ کا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "ہاں ہم اپنی وضع کی پابندی میں غیروں کا کوسنا چھوڑ کر اصل مضمون کا جواب دیجئے۔"

افسوس مولوی صاحب کو یہ لکھتے ہوئے ذرا شرم بھی نہ آئی۔ ایک سال تک جو آپ بقول خود اونہیں کوسنوں کو شایع کرتے رہے اوسکی وضعداری کہاں تشریف لے گئی جو آپ وضعداری دکھاتے ہیں۔ کہئے یہ شعر آپ کے واسطے موزوں ہے یا نہ ؎

بے اعتدالیوں سے اپنی سبک اب ہم ہوئے   جتنا زیادہ بڑھ گئی اوتنے ہی کم ہوئے

اوسکے بعد فرماتے ہیں۔

"مولوی صاحب نے اس آیت کے ایک ایک لفظ کی تحقیق یوں کی تھی کہ (۱) انما حصر کے لئے ہے (۲) ولی کے معنی حاکم کے ہیں۔ معنے آیت کے یہ ہوئے کہ تمہارا حاکم اللہ اور رسول ہیں۔ میں نے اسکے جواب میں بہت سے آیات اور حوالجات سے ثابت کیا تھا کہ ولی کے معنی دوست اور محب مخلص کے ہیں۔ پھر بطور تسلیم (ارخاء عنان) لکھا تھا کہ میں مانے لیتا ہوں کہ ولی کے معنی حاکم کے ہیں ملاحظہ ہو اہلحدیث مورخہ ۱۷ر دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء ۱/۶"

مولوی صاحب معاذ اللہ اتنا سفید جھوٹ۔ آپ نے اور ثابت کیا تھا خدا کی شان ہے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ خیر آپکی زبان اور آپکا قلم تو ماشاء اللہ تلون کتلون الحرباء گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے بلکہ اوس سے بھی دو چار قدم آگے ہے۔ مگر جو آپ لکھ کے شایع کر چکے وہ تو پتھر کی لکیر ہے کیا اوسکو بھی آپ مٹا دیجئے گا۔ اچھا لیجئے سنئے آپ نے ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء اہلحدیث میں میرے ثبوت تناقض پر کچھ آیات پیش کرکے چند اعتراض کئے تھے۔ پھر آپنے

۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۹ء؁ اہلحدیث میں استعمال شرک کے متعلق ایک اعتراض کیا تھا اوُ
ان دونوں پرچوں میں آپ کے جتنے اعتراضات تھے اُن سب کا تفصیلی جواب ایک
ایک کرکے ۲۹ر اپریل و ۶ر مئی ۱۹۱۰ء؁ اہلحدیث میں دے چکا اور آپ نے
اوس کو بہت خوشی خوشی شایع بھی کیا اور جھوٹ موٹ بھی کوئی جواب اوس کا
نہ دے سکے۔ اور اب آپ پھر فرمارہے ہیں کہ میں نے بہت آیات و حوالجات سے
ثابت کیا تھا۔ خوش اللہ رے آپکی دیدہ دلیلی دن دھاڑے آنکھ میں خاک
ڈالنا اسی کو کہتے ہیں۔ افسوس آپ نے یہ جملہ لکھتے وقت اپنے پچھلے پرچوں کو
دیکھا نہیں تھا ورنہ اس ڈھٹائی سے نہ لکھتے۔ اب آپ اگر ذرا بھی غیرت دار ہیں
تو چینی بھر پانی آپ کے واسطے کافی تھا۔ مگر اب شرمانے سے کیا ہوتا ہے ؎

ہائے دنیا تو کہاں اور پردہ پوشی اب کہاں　　　عرصۂ محشر میں رسوائی سے رسوائی ہوئی

آپ تو یہ شعر پڑھیے۔ اور میں کہوں حق کا بول بالا اور جھوٹے کا منہ کالا۔
پھر آپ نے ۷ر دسمبر کے پرچہ میں اپنے امام صاحب کی کچھ دستگیری کی اور اونکی
طرف سے جواب دیا ہے اوس کا جواب میں نے اسی تحریر کے ضمن میں دیا ہے جو اصلاح
عدلا جلد ۱۳ میں شایع بھی ہو گیا ہے اور آپ اوسی سے میری عبارت نقل کرکے جواب
دے رہے ہیں۔ مگر اللہ رے آپکی چالاکی اور عیاری کہ جو عبارت آپ کے جواب
میں تھی اوسکو خود قلم انداز بھی کیا اور پھر یہ کہنے بھی لگے کہ میں نے ثابت کیا ہے
آپ اگر سچے اور اپنے دعوے میں مضبوط تھے تو آپ نے میرا جواب نقل کرکے
جواب الجواب کیوں نہیں دیا ؎

بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا　　　اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

اب رہی یہ بات کہ آپنے بطور ارخاء عنان فرمایا تھا یا واقعی مان لیا تھا اوُ
اس دعوے میں آپ کہاں تک سچے یا جھوٹے ہیں۔ میں آگے عرض کرتا ہوں۔
ناظرین اس کو یاد رکھیں اور مولوی صاحب کے اعتراضات کو جو میرے مضمون پر کیے

ہیں سیمیں ۔

پھر اس بیان پر (چونکہ اس آیت کے قبل خطاب مومنین کیطرف ہے لہذا سیاق عبارت اور قاعدہ فصاحت و بلاغت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ولیکم میں بھی خطاب مومنین ہی کی طرف ہو) آپ تحریر فرماتے ہیں "بہت ٹھیک منظور مگر اسکا نتیجہ سننئے قرآن مجید میں جو اہلبیت طاہرین کا ذکر آیا ہے ان سے مراد آنحضرت کی ازواج مطہرات ہیں۔ یس ہی ازواج مطہرات ہیں اور وہی طاہرات کیونکہ آیت کے شروع میں نساء النبی کو خطاب ہے۔ سب حکم انھیں کے سینے ہیں اور انھیں کو حکم ہے"۔ انتہی ملخصاً

مولوی صاحب ماشاء اللہ کیا ذہن رسا اور کیا دور کی سوجھی ہے۔ کیوں نہ ہو آپ مولوی فاضل بھی تو ہیں ؎

ابجد حطی ہوز املی کا پتہ سبز

مولوی صاحب کیا آپ مضمون لکھتے وقت عالم بالا کی سیر میں تھے کہ زمین کی خبر نہ تھی۔ علمائے معانی بیان نے التفات (ایک طریقہ کلام سے دوسری طرف پلٹ جانا) یا خلاف مقتضیٰ ظاہر وغیرہ کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً متکلم سے مخاطب (جیسے انا اعطیناک الکوثر فصل لربک) یا غائب (جیسے مالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون) کی طرف منتقل ہوجانا یا بالعکس وغیرہ مگر چودھویں صدی میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے جہاں دادی کو حلال فرمایا ہے وہاں ازواج نبی کے ساتھ بھی ایک نیا التفات کیا ہے ؎

خدا ہی خیر کرے آج رنگ بیڈھب ہے ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

آپ نے ایجاد بندہ اگر چہ گندہ التفات وغیرہ کی ایک عجیب تحقیق ایجاد فرمائی کہ اگرچہ خدا تو کہے ولیس الذکر کالانثیٰ مگر آپ نے مرد کو عورت اور عورت کو مرد فرض کرکے کلام کرنے کو نہایت مستحسن بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ واقعی مولوی صاحب

یہ آپ ہی کا کام تھا ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مولوی صاحب ذرا ہوش کی خبر لیجیئے یا نساء النبی لستن کاحد سے نہیں (آپ نے اسکے قبل کی آیت کیوں چھوڑ دی بلکہ یا ایھا النبی قل لازواجک سے آیہ تطہیر کے بعد تک متعدد ازواج نبی کی طرف خطاب ہے مگر کیا آیہ تطہیر کو بھی کوئی عاقل اسمیں شامل کر سکتا ہے؟ مولوی صاحب بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ جتنے صیغے خداوند عالم نے اسکے قبل و بعد ارشاد فرمائے ہیں اون سب کو تو جمع مونث حاضر لایا اور بیچ کی ایک آیت میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ۔ اور پھر جمع مذکر حاضر اور جمع مونث حاضر دونوں کا مصداق ایک شخص ہو ۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں ۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان آیات کے بیچ میں کہ یہ تطہیر خواہ مخواہ گھسیڑ دیگئی ہے اور ہر ذی فہم ایک ادنی تامل کے بعد بے تکلف فیصلہ کر سکتا ہے کہ اگر قرآن کی آیتیں یوں ہوتیں واقمن الصلوۃ و اتین الزکوۃ و اطعن اللہ و رسولہ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایات اللہ والحکمہ الآیۃ تو ہرگز کسی قسم کا کوئی سقم لازم نہ آتا اور مطلب بھی مرتبط رہتا سیاق بھی درست ہو جاتا ۔ مولوی صاحب ایک ذرا وجدان سلیم اور ذوق صحیح کی طرف رجوع کیجئے اور ایمان و دیانت کو تھوڑی دیر کے لئے سامنے رکھئے اور اسکے بعد فرمایئے کہ سیاق عبارت اور مقتضائے قاعدہ فصاحت و بلاغت کیا کہتا ہے کہ اس آیہ تطہیر کے مخاطب کچھ اور لوگ ہیں یا ازواج ۔ اگر ازواج تھے تو جس صیغے سے خدا برابر بیان کرتا چلا آتا تھا اور پھر بعد بھی بیان کیا ہے اسکو درمیان میں کیوں چھوڑ دیا ۔ مذکر کو مونث بنا دینا بھی حسن کلام میں داخل ہے؟ ایسے مواقع سے تو ترتیب و جمع کرنے والوں کی خوش فہمی کا پتا لگتا ہے ۔

اگر حسب مدعا آپکی ازواج ہی مقصود تھے تو ما قبل ما بعد کے سیاق کے موافق صیغہ جمع مونث لانے میں خدا کو کیا چیز مانع تھی ؟

ہاں ذرا ایک بات اور تو دیکھیے کہ اسکے قبل کی آیت میں بھی خدا اچھی بات کہنے گھر میں بیٹھے رہنے ۔ نماز پڑھنے ۔ زکوۃ دینے اور خدا اور رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور بعد کی آیت میں بھی آیات و حکمت کے یاد کرنے کا حکم دیتا ہے پھر بھلا یہ بھی کوئی تک ہے کہ قبل و بعد کی آیت میں تو حکم ہو اور بیچ میں مدح و ثنا یہی وجہ ہے کہ سنیوں کے امام رازی صاحب باوجودیکہ ہر جگہ آیات میں باہم ربط دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض مقام پر ایک حد تک نباہتے بھی ہیں۔ مگر یہاں پر کچھ نہ بن پڑا اور گویا سکوت سے کام لیا ۔ اور صرف آیت کا مطلب بیان کر دیا ہے۔

اب غور طلب یہ امر ہے کہ آپکا حصر کے ساتھ یہ فرمانا کہ ان ہی کو اہلبیت کہا گیا ہے ۔ پس وہی ازواج مطہرات ہیں اور وہی طاہرات ۔ کہاں تک صحت و حقیقت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

مگر میں جب آپکے علماء سابقین کے اقوال پر نظر ڈالتا ہوں تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شاذ و نادر کے سوا جو بحکم المعدوم اسمیں سے کوئی بھی آپ کا ہم آواز دکھائی نہیں دیتا ۔ لہذا نمونہ کے طور پر میں چند اقوال پیش کرتا ہوں ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی جلد دوم صہ ۱۶۴ مطبوعہ مصر

وتخصيص الشيعة اهل البيت بفاطمة وعلى وابنيهما رضى الله عنهم لما روى انه عليه الصلوة والسلام خرج ذات غدوة وعليه مرط مرجل من شعر اسود فجلس فاتت فاطمة رضى الله عنها ـ فادخلها فيه ثم جاء على فادخله فيه ثم جاء الحسن والحسين رضى الله عنهما فادخلهما فيه ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت الآية والاحتجاج بذلك على عصمتهم وكون اجماعهم حجة ضعيف لان التخصيص بهم لا يناسب ما قبل الآية وما بعدها والحديث

یقتضی انہم اہل البیت لا انہ لیس غیرھم۔

ترجمہ:۔ اس روایت کی وجہ سے ذکر ایک دن صبح کے وقت رسول اللہؐ نکلے اور سیاہ بال کی ایک منقش چادر آپ کے زیب بدن تھی پھر جب آپ بیٹھے تو حضرت فاطمہؑ آئیں اونکو اپنی چادر کے اندر لے لیا پھر حضرت علیؑ آئے اونکو بھی آپنے اوسمیں لے لیا۔ پھر امام حسنؑ و حسینؑ آئے آپ نے ان دونوں کو بھی اوسکے اندر لے لیا۔ اوسکے بعد اس آیت (انما یرید اللہ الآیہ کی تلاوت فرمائی)

شیعوں کا یہ کہنا کہ اہل بیت رسولؐ صرف فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اور پھر اس سے اونکے معصوم ہونے پر استدلال کرنا اور انکے اجماع کا حجت ہونا کمزور ہے کیونکہ انکی تخصیص ماقبل و مابعد آیت کے مناسب نہیں۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اہلبیت ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ انکے سوا کوئی اور اہلبیت نہیں ہے انتہی۔

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ماقبل و مابعد کی آیتیں اس آیت کی مناسب نہیں ہیں اور ہر عاقل بے تامل کہہ سکتا ہے کہ اس آیت کا یہ محل نہیں۔ مگر اسکی وجہ تو جمع و ترتیب کرنے والوں سے پوچھنی چاہئے۔ خیر اسمیں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس روایت کی راوی ہماری مادر نامہربان حضرت عائشہ ہیں۔ اگرچہ اسکو مولوی صاحب نے کسی مصلحت سے ذکر نہیں کیا مگر علامہ سیوطی نے تصریح کردی ہے۔ دوسرے یہ کہ اسمیں یہ بھی حضرت عائشہ نے تصریح کردی ہے کہ حضرت رسولؐ نکلے اور یہ ظاہر ہے کہ اونھوں نے اپنے گھر سے نکلنے کو بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ آیت حضرت عائشہ کے گھر میں نازل نہیں ہوئی۔ باقی رہی یہ بات کہ اس سے ان حضرات کے معصوم ہونے پر استدلال اور انکے اجماع کا حجت ہونا کمزور ہے یا نہیں۔ تو چونکہ خود بیضاوی صاحب نے بھی منع کی کوئی سند نہیں ذکر کی ہے لہذا مجھے بھی اوسکے قوی ہونے

کی دلیل کے بیان کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ اس کا بیان محل وموقع ہے۔

۲۔ تفسیر کشاف جلد دوم صفحہ ۴۳۰ مطبوعہ مصر

وفی هذا دلیل بین علی ان نساء النبی صلی الله علیه وسلم من اهلبیته

ترجمہ:۔ اسمیں بہت واضح دلیل اس بات کی ہے کہ ازواج نبی بھی اونکے اہلبیت میں شامل ہیں۔

۳۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۶۱۵

ثم ان الله تعالیٰ ترک خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذکرین بقوله لیذهب عنکم الرجس لیدخل فیه نساء اهلبیته ورجالهم واختلفت الاقوال فی اهل البیت والاولی ان یقال هو اولاده وازواجه والحسن والحسین منهم وعلی منهم لانه کان من اهلبیته لسبب معاشرته بینت النبی علیه السلام وملازمته للنبیؐ۔

ترجمہ:۔ پھر خداوند عالم نے اپنے قول لیذهب عنکم الرجس الخ میں جمع مونث حاضر کو ترک کرکے جمع مذکر حاضر کو اس واسطے اختیار کیا تاکہ اونکے اہلبیت میں اونکی عورتیں اور مرد سب داخل ہوجائیں۔ اور اگرچہ اسمیں اختلاف ہے کہ رسول اللہ کے اہلبیت کون ہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ اونکے اہلبیت اونکی اولاد اور ازواج ہیں اور حسنؑ وحسینؑ بھی اونکے اہلبیت میں داخل ہیں اور علیؑ بھی رسولؐ کی بیٹی کے ساتھ معاشرت کرنے اور رسولؐ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اہلبیت میں داخل ہیں۔

ازیں قبیل قیاس کن گلستان منِ بہار مرا۔ اور بھی اقوال ہیں۔ مگر میں بخوف طول ترک کرتا ہوں۔ ان اقوال سے آفتاب کی طرح یہ بات نمایاں ہے کہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں کہ اہلبیت سے صرف ازواج ہی مراد ہیں۔ بلکہ تصریحانہ ثابت ہے

کہ اور لوگ بھی اہلبیت رسولؐ ہیں۔ ازواج بھی۔ پھر ہمارے معزز مخاطب کا (بکلمہ حصر) یہ فرمانا کہ انھی کو اہلبیت کہا گیا ہے۔ پس وہی ازواج مطہرات ہیں اور وہی طاہرات۔ کہاں تک صحیح ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اگرچہ میرے سابق بیان سے ناظرین پر یہ ثابت ہو چکا کہ عقلاً کسی طرح ازواج اہلبیت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ نقلاً بھی اسکو ثابت کر دوں کہ ہرگز ازواج نبی تنہا تو کیا شامل بھی نہیں ہیں تاکہ روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس مسئلہ میں بھی کتنے پیچھے اور حق سے منزلوں دور ہیں۔ مگر پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ امام رازی صاحب کی یہ توجیہ (کہ جمع مونث حاضر کو ترک کر کے جمع مذکر حاضر اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے تاکہ آپکے اہلبیت کے مرد عورت سب اسمیں داخل ہو جائیں) بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب خود آپنے یہ فیصلہ کیا کہ رسولؐ کے اہلبیت اونکی ازواج (جنکی تعداد کم از کم نو ہے) اور جناب فاطمہؑ امام حسنؑ و حسینؑ و حضرت علیؑ ہیں تو یہ کل تیرہ آدمی ہوئے۔ انمیں سے تین تو مرد ہیں اور دس عورتیں ہیں۔ اس میں بھی عدداً غلبہ عورتوں ہی کو رہا پھر یہ توجیہ کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر خدا کو ازواج کا بھی شامل کرنا منظور ہوتا تو بھی صیغہ مونث ہی کا لانا زیبا بلکہ ضرور تھا کیونکہ مردوں کی تعداد کم ہے۔ اس سے بھی واضح ہوا کہ ہرگز اس آیت میں ازواج داخل نہیں۔ اور صرف جناب فاطمہؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ اور حضرت علیؑ رسول اللہ کے اہلبیت ہیں۔ اور اسی بنا پر یہ توجیہ درست ہوئی کہ چار آدمی اہلبیت رسولؐ ہیں۔ تین مرد اور ایک عورت۔ پس چونکہ عدداً غلبہ مردوں کو ہے اسی وجہ سے صیغہ بھی مذکر کا لایا گیا۔

امام صاحب! قرآن کی توجیہ یوں کیجاتی ہے۔ فقط شک کرنے اور الزام اشکلین

بننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اب وہ روایات ملاحظہ ہوں جن سے صرف حضرت علیؑ و جناب فاطمہ و امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السلام کا اہلبیت سے مراد ہونا ثابت ہے۔

مگر میں طول کے خیال سے عربی عبارت ترک کرکے صرف ترجمہ پیش کرتا ہوں جس کا جی چاہے تفسیر درمنثور جلد ۵ صہ ۱۹۸ سطر ۸ لغایت صہ ۱۹۹ سطر ۳ دیکھ لے۔

ؔ۱ ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ (زوجہ رسولؐ) سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ میرے گھر میں اپنے بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم اقدس پر ایک خیبری چادر تھی اتنے میں فاطمہؑ ایک پتھر کی ہانڈی میں حریرہ لئے ہوئے آئیں تو رسول اللہ نے اُن سے فرمایا تم اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کو بلا لاؤ وہ حسب الحکم گئیں اور بُلا لائیں۔ اور سب ملکر کھانے لگے۔ یہ سب حضرات کھا ہی رہے تھے کہ یہ آیت انما یرید اللہ الایہ نازل ہوئی تو آپؐ نے فوراً چادر کا کونا پکڑ کر اوس سے سب کو ڈھانک لیا اور اپنے ہاتھ چادر سے باہر نکال کر آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کی۔ خداوندا یہی میرے اہلبیت اور میرے خاص لوگ ہیں تو ان سے برائی کو دور رکھ اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے اوسطرح پاک و پاکیزہ رکھ اور اس دعائیہ جملہ کو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے بھی اپنا سر پردہ کے اندر کیا۔ اور رسول اللہ سے عرض کی میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا تم بے شک نیکو کار ہو اور اسکو دو مرتبہ فرمایا۔

ؔ۲ طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؑ اپنے باپ کے پاس ثرید (ایک قسم کا کھانا) ایک طبق میں رکھکر لائیں اور اونکے سامنے رکھدیا رسول اللہ نے پوچھا تمہارے شوہر کہاں ہیں جناب سیدہ نے عرض کی اپنے گھر میں ہیں آپ نے

فرمایا تم جاؤ اُنکو اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ - غرض وہ گئیں اور اپنے دونوں بیٹوں کا ہاتھ تھامے ہوئے آئیں اور حضرت علیؑ اونکے پیچھے پیچھے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ کے پاس پہونچیں تو رسول اللہ نے دونوں لڑکوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور حضرت علیؑ رسولؐ کے داہنے اور فاطمہؑ رسولؐ کے بائیں طرف بیٹھیں ام سلمہ کہتی ہیں اُسوقت میں نے اپنے بچھونے پر سے جو گھر میں تھا ایک چادر لے کر اوڑھلی -

۳ طبرانی نے حضرت ام سلمہ زوجہ رسولؐ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو لے آؤ - غرض وہ لائیں تو آپ نے اُن لوگوں پر ایک فدک کی چادر ڈالدی - اور اسکے بعد اپنے ہاتھ اُن لوگوں پر رکھا اور عرض کی بار الہا یہی لوگ اہل محمدؐ ہیں (اور ایک روایت میں ہے آل محمدؐ) تو ان پر رحمتیں اور برکتیں آل محمدؐ پر اوسی طرح نازل فرما جس طرح آل ابراہیمؑ پر نازل کیں بیشک تو ہی قابل حمد و بزرگ ہے - ام سلمہ کہتی ہیں یہ دیکھکر میں نے بھی چادر سٹائی تاکہ ادنیں جا ملوں تو رسول اللہ نے چادر میرے ہاتھ سے کھینچ لی اور فرمایا بےشک تم نیکی پر ہو (مگر اہلبیت میں داخل نہیں)

۴ ابن مردویہ نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت انما یرید اللہ میرے گھر میں نازل ہوئی اور اُس وقت میرے گھر میں سات شخص تھے - رسولؐ - جبرئیلؑ - میکائیلؑ - علیؑ - فاطمہؑ - حسنؑ - حسینؑ اور میں دروازے پر تھی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں آپ نے فرمایا کہ تم یقینی نیکو کار ہو (مگر اہلبیت میں نہیں ہو بلکہ) تم ازواج نبی میں ہو -

۵ ابن مردویہ اور خطیب نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ام سلمہ کی باری کا دن تھا کہ جبرئیلؑ رسول اللہ کے پاس یہ آیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الآیہ لیکر نازل ہوئے تو رسول اللہ نے حسنؑ حسینؑ علیؑ اور فاطمہؑ

کو بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور ان لوگوں پر ایک کپڑہ اوڑھایا اور ام سلمہ کے
سامنے پردہ پڑا ہوا تھا اُس وقت آپ نے عرض کی خدایا یہی لوگ میرے
اہلبیت ہیں ۔ خدایا ان سے ہر بُرائی کو دور رکھ اور ان کو جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا
حق ہے پاک و پاکیزہ رکھ ۔ ام سلمہ نے عرض کی اے نبی خدا تو کیا میں بھی انکے
ساتھ ہوں ؟ آپ نے فرمایا اپنی جگہ بیٹھی رہو ۔ اسمیں شک نہیں کہ تم نیکی پر ہو ۔

۶ ترمذی نے حکم بصحت دیگر اور ابن منذر اور حاکم نے تصحیح کرکے اور ابن مردویہ
اور بیہقی نے چند طریقوں سے ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میرے
گھر میں یہ انما یرید اللہ الآیہ نازل ہوئی اور میرے گھر میں فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ علیؑ
بھی تھے تو رسول اللہ نے چادر جو آپ اوڑھے ہوئے تھے ان لوگوں پر اوڑھا دی ۔
اسکے بعد عرض کی خدایا یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں ۔

۷ ابن جریر ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے
وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت پانچ آدمیوں کے بارے میں نازل
ہوئی ۔ میرے اور علیؑ اور فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں انما یرید اللہ
لیذھب عنکم الرجس ویطھرکم تطھیرا ۔

۸ ابن ابی شیبہ ۔ احمد مسلم ۔ ابن جریر ۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت
عائشہ سے روایت کی ہے یہ وہی روایت ہے جو بیضاوی نے نقل کیا ہے ۔ اور
میں بھی پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی روایت کے بارے میں امام رازی اپنی تفسیر
کبیر جلد ثانی ۷۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں واعلم ان ھذہ الروایۃ کالمتفق
علی صحتھا بین اھل التفسیر والحدیث ۔

ترجمہ ۔ یہ سمجھ لو کہ اس روایت کی صحت پر تمام اہل تفسیر و حدیث کا گویا اتفاق ہے

۹ ابن جریر حاکم اور ابن مردویہ نے سعد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور انکے

دونوں بیٹوں کو اپنے کپڑے کے نیچے لے لیا۔ اور عرض کی خداوندا یہی میرے اہل اور اہلبیت ہیں۔

عنا ۔ ابن ابی شیبہ ۔ احمد ابن جریر ۔ ابن منذر ۔ ابن ابی حاتم طبرانی اور حاکم نے تصحیح کرکے اور بیہقی نے اپنے سنن میں واثلہ بن اسقع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ امام حسنؑ و حسینؑ اور حضرت علیؑ بھی تھے ۔ یہاں تک کہ اندر گئے اور علیؑ و فاطمہؑ کو پاس بلاکر اپنے سامنے بٹھایا اور امام حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور اپنے زانوں پر بٹھایا۔ پھر ان سب پر ایک کپڑا لپیٹ دیا اور میں اون کے نیچے تھا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الآیہ

عملا ۔ ابن ابی شیبہ ۔ احمد اور ترمذی نے بطریق حسن اور ابن جریر ابن منذر طبرانی اور حاکم نے صحیح کہکر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر سے نماز صبح کے واسطے گزرتے تھے تو فرماتے تھے الصلوٰۃ یا اھل البیت الصلوٰۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ویطھرکم تطھیرا ۔

ترجمہ ۔ اے اہلبیت نماز کے لئے آمادہ ہوجاؤ ۔ خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے برائی کو دفع رکھے اور تم کو اچھی طرح پاک پاکیزہ رکھے۔

عملا ۔ ترمذی ۔ طبرانی ۔ ابن مردویہ ۔ ابونعیم اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ خدا نے مخلوقات کی دو قسمیں کیں اور مجھے اچھے قسم میں قرار دیا اور اسی طرف اشارہ ہے اصحاب الیمین و اصحاب الشمال میں ۔ تو میں اصحاب یمین سے ہوں اور ان میں سب سے بہتر ہوں پھر دونوں کی تین قسم بنائیں اور میں تینوں میں بہتر ہوں اور اسی کا اشارہ خدا کے قول و اصحاب المیمنہ ما اصحاب المیمنہ واصحاب المشئمہ ما اصحاب المشئمہ

والسابقون السابقون میں ہے تو میں سابقین میں ہوں اور ان میں بھی سب سے بہتر ہوں پھر اس نے تینوں قسموں کے چند قبیلے بنائے اور مجھے سب سے بہتر قبیلے میں بنایا اور یہی مطلب ہے قول خدا وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا۔ تو میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور معزز ہوں اور پھر کوئی فخر نہیں۔ پھر خدا نے قبیلوں کے گھر بنائے تو خدا نے مجھے سب سے بہتر گھر میں قرار دیا اور اسکی تصریح ہے قول خدا انما یرید اللہ الآیہ میں تو میں اور میرے اہلبیت تمام گناہوں سے پاک ہیں اس حدیث میں اگرچہ رسول اللہ نے تصریح نہیں فرمائی کہ آپ کے اہلبیت کون ہیں مگر اشارۃً ضرور فرما دیا والاشارۃ ابلغ من التصریح۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میں اور میرے اہلبیت تمام گناہوں سے پاک ہیں۔ اور یہ بہت واضح ہے کہ ازواج نبیؐ میں کوئی عورت بھی معصومہ نہ تھی اور نہ انکی عصمت کا کوئی مدعی ہے۔ خصوصاً حضرت عائشہ نے وقرن فی بیوتکن کے خلاف کیا اور وہ بھی چوری چھپے نہیں۔ علانیہ۔ عالم آشکارا جس سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں اور جنگ جمل انکی اچھی خاصی یادگار ہے۔ اسی بنا پر تو ابی شیبا ابن سعد عبداللہ ابن احمد اور ابن منذر نے مسروق سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہ اس آیت وقرن فی بیوتکن کو پڑھتی تھیں تو (کچھ یاد کر کے) اتنا روتی تھیں کہ آپکی چادر آنسو سے تر ہو جاتی تھی۔ دیکھو درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۶

نمبر ۱۳۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے قول خدا انما یرید اللہ الآیہ کی تفسیر میں روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اہلبیت وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہر برائی سے پاک کیا ہے اور اپنی رحمت سے مخصوص کیا ہے۔

نمبر ۱۴۔ ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ رسول فرماتے تھے کہ ہم نبوت کے

درخت سے ایسے گھرانے والے ہیں جسکو خدا نے پاک و پاکیزہ رکھا ہے اور رسالت اور فرشتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے۔ رحمت کا گھر ہے۔ علم کی کان ہے۔
ان دونوں حدیثوں میں بھی اہلبیت سے ازواج نبی مقصود نہیں ہو سکتے کیونکہ وہی تمام گناہوں سے پاک ہونے کی شرط اسمیں بھی ہے اور اس سے ازواج خالی ہیں۔ فتامل

۱۵۔ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ ایک گھر میں رہنے لگے تو بیس روز تک صبح کے وقت رسالتمآب اونکے دروازے پر آکر فرماتے تھے السلام علیکم یا اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نماز کے واسطے آمادہ ہو جاؤ خدا تم پر رحم فرمائے خدا بس یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اچھی طرح پاک پاکیزہ رکھے۔ تم جس کو دشمن رکھو اوس کا میں دشمن ہوں اور تم جس کو دوست رکھو اوس کا میں دوست ہوں۔

۱۶۔ ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابو الحمرا سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضرت رسولؐ کی خدمت میں آٹھ مہینے رہا۔ اور جب آپ نماز صبح کے واسطے نکلتے تھے تو حضرت علیؑ کے دروازے پر ضرور آتے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ۔ دروازے کے دونوں جانب رکھکر فرماتے تھے اے اہلبیت نماز کے واسطے آمادہ ہو جاؤ۔ اوسکے بعد اس آیت انما یرید اللہ الآیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

۱۷۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم نے نو مہینہ تک رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ روزانہ ہر نماز کے وقت حضرت علی ابن ابیطالب کے دروازے پر آکر فرماتے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

الصلوٰۃ (نماز کے لئے تیار ہو جاؤ) رحمکم اللہ۔ اسی طرح روزانہ پانچ مرتبہ فرماتے تھے۔

نمبر ۱۸۔ جامع صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی۔ اور ابن منذر و حاکم و بیہقی نے اپنے سنن میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور بارگاہ خدا میں عرض کی خداوندا یہی میرے اہلبیت ہیں۔

نمبر ۱۹۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ام سلمہ سے روایت کی ہے جس کا آخر فقرہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور میرے اہلبیتؑ سے علیحدہ ہو جاؤ۔

نمبر ۲۰۔ ترمذی۔ ابن جریر۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے عمر بن سلمہ (ربیب رسول) سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔ حضرت رسولؐ کے پاس ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ نے فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے سامنے بلایا اور حضرت علیؑ کو اپنے پیچھے۔ پھر ان سب پر ایک چادر اوڑھا دی اور عرض کی خدایا یہی میرے اہلبیت ہیں۔ پس ان سے برائی کو دور رکھ اور ان کو اچھی طرح پاک پاکیزہ رکھ۔ یہ سنکر ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو تم یقینی نیکی پر ہو۔

ایک ذاتی رائے بھی نمونہ کے طور پر سُن لیجئے۔ صاحب تفسیر کشاف جلد اول ص ۳۰۷ سطر آخر میں بعد واقعہ مباہلہ کے فرماتے ہیں وفیہ دلیل لا شئ اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء اس میں اصحاب کساء کے فضیلت کی ایسی دلیل ہے جس سے زیادہ قوی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ مباہلے کے روز رسول اللہؐ نے ان ہی چاروں حضرات کو لیا تھا۔ اور ان کو صاحب کشاف نے اصحاب کساء سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ

اصحاب کسا ہی کو اہلبیت فرمایا ہے۔ فتم المقصود۔
ان روایات سے چند امور روز روشن کی طرح واضح و ثابت ہوتے ہیں۔
(۱) آیہ مذکورہ میں اہلبیت سے مراد جناب امیرؑ حضرت سیدہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔
(۲) ان حضرات کے سوا کوئی شخص خواہ ازواج ہوں یا کوئی اور ہرگز داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ خود حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان حضرات کے ساتھ ہو کر اہلبیت میں داخل ہونا چاہا مگر رسول اللہ نے منع کر دیا کہ تم اہلبیت میں شامل نہیں ہو بلکہ ازواج سے ہو اور ازواج اہلبیت میں نہیں ہیں۔
(۳) یہ سب روایتیں متفق اللفظ والمعنے تقریباً بتاتی ہیں کہ اس آیت میں اہلبیت سے حسنینؑ و علیؑ و فاطمہ علیہم السلام کے تخصیص مراد ہونے پر حضرت رسولؐ کا قول و حکم ہے کسی راوی کی ذاتی رائے نہیں ہے۔
(۴) یہ حضرات تمام گناہوں سے پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں۔
(۵) اسکے راوی اول حضرت ام سلمہ (جن کے نیکوکار ہونے کی خود رسولؐ نے شہادت دی) ابو سعید خدری حضرت عائشہ۔ سعد و اثلہ بن اسقع انس بن مالک۔ ابن عباس۔ قتادہ۔ ضحاک ابن مزاحم۔ ابو الحمرا۔ سعد بن ابی وقاص عمر ابن ابی سلمہ جیسے صحابی ہیں۔ اور علمائے اہلسنت سے ابن جریر طبری۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم۔ طبرانی۔ ابن مردویہ۔ خطیب بغدادی۔ جامع صحیح ترمذی۔ بیہقی ابن ابی شیبہ۔ امام احمد ابن حنبل۔ جامع صحیح مسلم۔ حاکم اور حافظ ابو نعیم ہیں۔ جس سے اس روایت کے متواتر المعنے ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔
(۶) یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ اور وہ بھی ایک خاص موقع پر۔ پھر ہمارے مخاطب یا کسی اور کا یہ کہنا کہ سیاق عبارت ازواج

کے تخصیص یا بالاشتراک اہلبیت سے مراد ہونے پر دلالت کرتا ہے بالکل غلط ہے۔
کیونکہ وہ آیات جن میں ازواج نبی کی طرف خطاب ہے اونکی شان نزول ہی کچھ اور
ہے۔ اور اسکی کچھ اور۔ اسکے علاوہ اون آیات اور آیہ تطہیر کے نزول کا وقت بھی
ایک نہیں بلکہ دو۔ جگہ بھی دونوں کے نزول کی علیحدہ علیحدہ ہے۔ موقع بھی ان آیات
کا کچھ اور ہے اور اس آیت کا کچھ اور۔ ان آیات کا موقع ازواج نبی کا مال دنیا
کے واسطے رسول کو اذیت دینا۔ اور وہ بھی اس حد کی اذیت کہ آپ نے ایک
مہینہ تک ازواج سے ملنا جلنا ترک کردیا اور یہ آیت بارگاہ خدا سے بعنوان
عتاب نازل ہوئی۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۴ و صفحہ ۱۹۵ اور یہ آیہ تطہیر رحمت
پر مشتمل مدح و ثنا و خوشنودی کے موقع پر نازل ہوئی۔ پھر باوجود ان امور کے کیا
کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں قسم کی آیتوں کا مخاطب ایک شخص ہے۔ حاشا و کلا
ہرگز نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کہیے مولانا اب بھی آپ کی سمجھ میں آیا
کہ اس آیت میں اہلبیت سے کون لوگ مراد ہیں اور سیاق عبارت کیا تھا۔
ہاں ان تمام آیات کا وقت و مکان ایک ہوتا اور صیغے بھی یکساں چلے آتے تو
البتہ آپکا یہ فرمانا (باتفاق رائے آپ کے) کچھ درست ہوسکتا تھا۔ افسوس
آپ نے اتنے دنوں کے بعد ایک بات بھی کہی تو ایسی چیدہ و برگزیدہ کہ جل و صل۔
اب آپکو شاید یہ شکایت کرنے کا موقع ملے کہ ہم نے آپکے مطلب کی روایتوں سے
بحث نہیں کی۔ لہذا میں اس شکایت کو بھی دفع کرتا ہوں اور ایک تنقیدی نظر اون پر
بھی ڈالتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابن ابی حاتم ابن عساکر نے عکرمہ کے طریقہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ آیہ انما یرید اللہ الآیہ کے بارے میں ابن عباس نے کہا کہ
یہ آیت خاص ازواج نبی کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ جو
شخص چاہے میں اوس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ یہ آیت ازواج نبی کے بارے

میں نازل ہوئی۔

۲۔ ابن مردویہ نے سعید ابن جبیر اور اونھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ازواج نبی کی شان میں نازل ہوئی۔

۳۔ ابن جریر اور ابن مردویہ نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ وہ قول خدا انما یرید اللہ الآیہ کے بارے میں کہتے تھے کہ اس سے جو تم لوگ سمجھتے ہو وہ مراد نہیں ہے۔

۴۔ ابن سعید نے عروہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ قول خدا انما یرید الله الآیہ میں اہلبیت سے ازواج نبی مراد ہیں اور یہ بھی کہ آیت حضرت عائشہ کے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ ان چاروں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آیہ انما یرید الله الآیہ میں اہلبیت سے مراد ازواج رسول ہیں۔ مگر ان روایات کی صحت اور کذب سے قطع نظر کر کے چند باتیں غور طلب ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے معزز مخاطب بھی غور کرینگے۔

۱۔ ان روایات میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس میں حضرت رسولؐ کا قول و حکم نقل کیا ہو بلکہ یہ سب روایتیں ان ہی حضرات راویین کی ذاتی رائیں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ قول و حکم رسول (جس کے بارے میں ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ نازل ہوا ہو) کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے چاہے وہ کوئی ہو ہرگز کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اور کوئی مسلمان بشرطیکہ وہ ایمان و اعتقاد رکھتا ہو ان روایات کو اگرچہ بالکل صحیح بھی مان لیجائیں۔ قول رسولؐ کے مقابلہ میں برابر یا مرجح کہہ سکتا ہے۔ بلکہ ان اقوال کو تو سنت (حدیث) بھی نہیں کہہ سکتا بلکہ صحابی کا قول۔

۲۔ ان میں کی دو روایتوں میں* حضرت رسولؐ کے قول کی نقل اسکے مناقض پہلے بیان ہو چکیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب ابن عباس کے ایک قول کی تائید قول رسولؐ سے ہوتی ہے تو دوسرے قول کو جو قول رسولؐ کے مخالف ہے کیونکر کوئی مان سکتا ہے

* حضرت ابن عباس کا قول مذکور ہے حالانکہ خود ابن عباس سے دو روایتیں

بلکہ ہر ایماندار حضرت ابن عباس کے اسلام و ایمان کا لحاظ کر کے فوراً یہ کہہ سکتا ہے کہ ہرگز ابن عباس نے قول رسولؐ کے خلاف نہیں کہا ہوگا۔ اور نہایت آسانی سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ قول ابن عباس کا نہ ہوگا بلکہ کسی نے خواہ مخواہ اونکی طرف منسوب کر دیا ہے اور کیا عجب ہے کہ حضرت عکرمہ نے جنکی پارٹی فیلنگ کسی خاص وجہ سے کیسی تیز نظر آتی ہے اسکے متعلق کوئی کارروائی کی ہو۔

۳: ایک رائے ان میں حضرت عکرمہ کی ہے اور وہ بھی اس زور و شور سے کہ میں مباہلہ کر سکتا ہوں کس قدر تعجب خیز اور قابل مضحکہ ہے۔ میں ان کے جواب میں اور تو کیا کہوں بس اتنا کہوں گا کہ بسم اللہ تشریف لیجائیے اور رسالت مآبؐ سے مباہلہ کر لیجئے اور اوس کے بعد جو نتیجہ اس سے برآمد ہوگا اوس کا مزا آپ خود بھگت لیجئے گا۔

۴۔ تیسری حدیث میں حضرت عکرمہ کا یہ فرمانا کہ اس آیت سے جو تم لوگ سمجھے ہو مراد نہیں ہے صاف بتا رہا ہے کہ آپ کسی خاص وجہ سے اس کے دلدادہ ہو رہے تھے ورنہ آپ کے ہم عصر اور اصحاب بھی اس آیت میں اہلبیت سے ازواج نبی کو مراد نہیں لیتے بلکہ کچھ اور لوگوں کو۔

۵۔ ان دونوں راوی تابعی عکرمہ۔ عروہ کے اقوال یا ان کے ذاتی رایوں کو اوتنے صحابی کے اقوال و روایات (جس کا متواتر المعنی ہونا ثابت ہوچکا) کے مقابلہ میں کہاں تک کوئی عاقل بالخصوص ہمارے حضرت مخاطب صحیح فرما سکتے ہیں۔

۶۔ ان میں ایک رائے حضرت عروہ کی ہے اور وہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ مگر یہ بھی ایک عجیب معمہ ہے کہ خود حضرت عائشہ تو فرمائیں کہ میرے گھر میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی اور آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ مدعی

سست گواہ چست۔ آپ نے اھل البیت ادری بما فی البیت کے مشہور معقولہ کو بھی باطل کر دیا۔ حالانکہ دونوں راوی تابعی ناصبی ہیں۔ یعنی عکرمہ و عروہ نہ کہ وہ کسی طرح صحابی ہوں۔

خاتمہ بحث اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ

{آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر المحدیث خود جناب مولوی فرمان علی صاحب دام فضلہ سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ کی خدمت میں بغرض مناظرہ آئے ہوئے تھے اور یہ بات قرار پائی کہ آپ دلائل خلافت بلافصل جناب امیرؑ تحریر کریں میں المحدیث میں درج کر کے جواب دوں گا۔

ایک عرصہ تک سلسلہ چلا آخر کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایسا فرار کیا کہ اب نام بھی نہیں لیا جاتا۔ اصلاح نمبر جلد ۱۴ سے تک جناب مولوی فرمان علی صاحب دام عزہ کی تحریر شائع ہوئی مگر اوس کے بعد جناب ممدوح ایسا بیمار ہوئے کہ اوس سلسلہ کو تمام نہ کر سکے۔

اس دفعہ جناب فخر الحکماء دام ظلہ نے جناب مولوی صاحب کو مجبور کیا کہ جس طرح ہو سکے اس سلسلہ کو تمام کرنا چاہئے کہ یہ بحث نہایت دلچسپ اور ضروری ہے۔ چنانچہ جناب ممدوح نے یہ تحریر عنایت فرمائی۔

جس کے سلسلہ کے لئے اصلاح نمبر جلد ۱۴ کا مطالعہ ضروری ہے۔ وہ تحریر حسب ذیل ہے:۔ مدیر اصلاح}

مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث تحریر فرماتے ہیں۔

لطیفہ۔ مجھ سے ایک بڑے شیعہ عالم نے ایک دفعہ بڑی خوشی سے کہا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السّلام نے جو کہا تھا بقیة اللّٰہ خیر لکم سے مراد امام معہود (مہدی) ہیں۔ گویا حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو کہتے ہیں پورا پورا ناپو امام مہدی تمہارے حق میں بہت بہتر ہیں۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ اسی کے حق میں کہا گیا ہے۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا　　بھان متی نے کنبہ جوڑا"

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ کیا عالمانہ تحریر ہے اور کس قدر خاص الخاص مہذب پیرایہ ہے اور شعر تو ایسا لاجواب ہے کہ حضرت داغ بھی قبر میں اوچھل پڑیں۔

مولوی صاحب آپکے حافظہ نے سخت دھوکا دیا۔ آپسے شیعہ عالم نے جو کہا تھا وہ یاد نہیں رہا۔ اونھوں نے یہ نہیں کہا ہوگا کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے بقیۃ اللہ خیر لکم کہکر امام مہدی مراد لیا ہو بلکہ اگر کہا ہوگا تو یہ کہا ہوگا کہ حضرت شعیب کے قصہ کے ضمن میں جو آیت بقیۃ اللہ خیر لکم ہے اس سے حضرت امام مہدیؑ کی طرف اشارہ ہے کیا اب بھی آپ کچھ فرما سکتے ہیں۔ ہاں وہی جملہ آپ فرمائیگا کہ سیاق کے خلاف ہے تو میں پھر وہی عرض کرونگا کہ اسکی شکایت تو حضرت جامع و مرتب سے کیجئے کہ وہ کیوں بے محل اس طرح آیات میں خلط ملط کر دیتے ہیں کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے کیا یہ نہیں ممکن ہے کہ یہ آیت حضرت شعیبؑ کے قول کی نقل نہ ہو بلکہ مستقلاً خدا کا کلام ہو۔ اور کسی خاص موقع پر نازل ہوا ہو۔ اور ترتیب دینے والے صاحب نے یہاں لکھ مارا اور اگر آپ کافی یقین کے ساتھ فرما سکتے ہوں کہ اون شیعہ عالم نے یہی کہا تھا جو آپ تحریر فرماتے ہیں تو میں بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ اون بیچارے نے آپ ہی کے مذہب کی کسی کتاب میں یوں ہی لکھا دیکھا ہوگا اور بمضمون بقول شخصے نقل را چہ عقل اوسی طرح آپ سے بیان کر دیا۔ اس میں اُن بیچارے پر کیا الزام بے تکا پن اگر ہے تو اوس مصنف کا اوسکو آپ جو چاہیں فرمائیے۔ چاہے اوس سے بھان متی کا تماشا کرائیے یا کچھ اور۔ کیونکہ شیعہ اور وہ بھی عالم ہو کر بے تکی بات اپنے جی سے کہہ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو ماشاء اللہ خدا نظر بد سے بچائے آپ ہی حضرات کے حصے میں ہے۔ کیونکہ عقل کا نام تو لے نہیں سکتے۔ یہ تو آپ کے مذہب کے خلاف ہے اور یہاں تو یہ مقولہ ہے کلما حکم به الشرع حکم به العقل و کل ما حکم به العقل حکم به الشرع۔ بے عقلی کی باتیں تو آپ ہی کے عطار خانہ کا معجون ہے۔ اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔ آپ تو ان باتوں کو بھی گالی

اور کو سنا ہی کہیں گے اور اپنے مُریدوں کو خوش کرنے کو لکھ دیجئے گا کہ ہمارے ہاں
کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں ہے تو میں آپکو پتہ بتادوں ذرا اپنے مرشد کی کتاب
فصول مہمہ کو ملاحظہ کیجئے وہ ایک طولانی روایت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں
فاذا خرج اسند ظہرہ الی الکعبۃ و اجتمع علیہ ثلث مائۃ و ثلثۃ عشر رجلا
من اتباعہ فاول ما ینطق بہ ھذہ الایۃ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم
مومنین ثم یقول انا بقیۃ اللہ وخلیفتہ وحجتہ علیکم فلا یسلم
علیہ احد الا قال السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی الارض ۔ ترجمہ:۔
جب حضرت مہدی موعود ظہور فرمائیں گے تو خانہ کعبہ پر تکیہ کیے کھڑے ہونگے اور
اون کے پاس تین سو تیرہ آدمی (یہی عدد رسالتمآب کے تابعین کا جنگ بدر
میں بھی تھا) اون کے تابعین جمع ہوں گے تو سب سے پہلے اس آیہ بقیۃ اللہ
خیر لکم ان کنتم مومنین کی تلاوت کریں گے اور فرمائیں گے کہ میں بقیۃ اللہ
اور اوس کا خلیفہ اور تم لوگوں پر اوسکی حجۃ ہوں تو جتنے لوگ آپ پر سلام
کرینگے یونہیں کہیں گے ۔ السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی الارض (اے بقیہ
خدا زمین پر آپ پر سلام ہو) دیکھوں ہمارے مخاطب اسے بھی بھان متی
کا تماشا فرماتے ہیں یا کچھ اور میں اس کا منتظر ہوں ۔

پھر اسکے بعد مولوی صاحب بیرے اس استدلال پر (کہ آیہ مبحوثہ میں الذین آمنوا
سے کل مومنین مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بعض کیونکہ صفات مذکورہ سے بہتیرے
مومنین خالی ہیں ۔ پھر خدا جھوٹ کا مرتکب کیونکر ہوگا) تحریر فرماتے ہیں
"موصوف کا عموم اوسی قدر مراد ہوتا ہے جتنے عموم کی اجازت اوسکی صفات
دیتی ہیں عندی رجل عالم میں وہ عموم نہیں جو محض عندی رجل میں ہے پھر
اسمیں تمام مومنین موصوفین بہذہ الصفات مراد لینے میں جھوٹ کیا ہے اور
کذب کیا آپ کہاں نے بیٹھے ہیں" ۔

مولوی صاحب - میں تو زمین پر ہوں - آپ شاید عالم بالا کی سیر کر رہے ہیں یہ آپ کیا فرماتے ہیں یعنی آپ کا تو مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ بھی کچھ نہ کچھ کہنا چاہیے کیا آپ کے اس فرمانے سے میرا مطلب غلط ہوگیا - ناک یوں نہیں تھا بنی پیچھے سے ہاتھ پھیرا کر تھا بنی بات تو ایک ہے - میں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ کل مومنین مراد نہیں ہیں - بعض ہیں آپ نے کیا اسکے خلاف ثابت کیا - یہ تو ظاہر ہے کہ جو عموم رجل میں ہے رجل "عالم" میں نہیں ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ کیا اس سے رجل عالم رجل کے بعض ہونے سے نکل جائیگا پھر آپ خواہ مخواہ بگڑے کیوں جاتے ہیں - میں کسی خاص کو تو نامزد نہیں کر رہا ہوں کہ آپ بھی سے بھڑکتے ہیں کہئیے یہ بے آب موزہ کشیدن نہیں تو اور کیا ہے - من خوب می شناسم پیران پارسا را - آپکو تو اب بڑی احتیاط کی ضرورت ہے وہ تین مطلب کو مان لینے سے تو یہ مصیبت سر پر آئی کہ بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا اب اگر کہیں بعض کا لفظ زبان سے نکلا تو غضب ہی ہو جائیگا - خیر آپ زبان سے بعض کا اقرار نہ کریں مگر اوس کا اقرار ہو گیا کیونکہ آپ نے اتنا تو فرما دیا کہ مومنین موصوفین بہذہ الصفات مراد ہیں - کل مومنین مراد نہیں - بس یہی تو میں بھی کہلوانا چاہتا تھا اس سے زیادہ نہیں اس سے تو مجھ پر اعتراض نہیں ہوا بلکہ میری تائید ہوئی - سچ ہے۔ حق بر زبان جاری - عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - اب ناظرین ذرا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل کی بدحواسی کو غور سے ملاحظہ فرمائیں آپ کو میرے اس جملہ پر (کہ مولوی صاحب نے ولی کا معنی حاکم و متصرف ہونا مان لیا ہے - اگرچہ اب یاران طریقت کے اُکسانے پر ارخاء عنان کی رٹ لگانی شروع کی ہے) بہت غصہ آیا ہے - اور اپنے آپ سے باہر ہو رہے ہیں - دیکھئے آپ تحریر فرماتے ہیں -

"اس بیان میں مولوی صاحب (حقیر) سے جو غلط بیانی ہوئی ہے میں یہ تو

نہیں کہہ سکتا کہ اُنھوں نے یہ دانستہ جھوٹ لکھا ہے۔ غالباً اونھوں نے اہلحدیث مورخہ ۱۷ ردسمبر ۱۹۰۹ء کے دیکھنے کے بغیر ہی یہ فقرہ لکھدیا مُولانا اوسی پرچہ میں ارخاء عنان کہکر یہ لکھا تھا کہ لیجئے میں مانے لیتا ہوں کہ ولایت مندرجہ آیہ ہذا کے معنی حکومت کے ہیں۔ نہیں معلوم آپ نے اب کا لفظ کیوں لکھدیا اور اس سے آپکی مراد کیا ہے" انتہی ملخصاً مولوی صاحب میں نہ کہتا تھا کہ آپ کے حواس درست نہیں ہیں واقعی آپ میری طرف جھوٹ کی نسبت نہیں دے سکتے یہ تو اوسکو کہئے کہ جس کو حافظہ نہ ہو اسکو کیا کیجئے گا جھوٹا ہی جھوٹا کہا جاتا ہے۔ سچے کو کوئی جھوٹا کیا کھا کے کہہ سکتا ہے۔ میں نے ۱۷ ردسمبر کا پرچہ خوب دیکھ لیا تھا۔ مگر افسوس تو آتا ہے آپکی حالت پر کہ حافظہ نباشد کے سچے مصداق بن گئے۔ اچھا تو لیجئے ۱۷ ردسمبر ۹ء کے تین مہینے قبل ۱۷ اکتوبر ۹ء صٹ کالم ۲ سطر ۱۲ اہلحدیث ملاحظہ فرمایئے۔

آپ لکھتے ہیں" آیئے اب میں آپکو اور قریب راہ سے لے چلوں۔ لیجئے میں مانے لیتا ہوں کہ ولی کے معنی حکمران و متصرف کے ہیں تاہم آپکا مدعا ثابت نہ ہوگا"۔

اسکے عدہ کے گزر جانے کے بعد آپ نے ارخاء عنان فرمایا تھا۔

کہئے اب تو میرا یہ کہنا کہ (اگرچہ اب یاران طریقت کے اُکسانے سے ارخاء عنان کی رٹ لگانی شروع کردی ہے) بالکل صحیح ہے: نا؛ اور اب تو آپکو معلوم ہوا کہ میں نے اب کا لفظ کیوں لکھدیا۔ یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا۔

سچ کہئے گا مولوی صاحب اس وقت تو آپ کھسیانے ہو گئے چہرہ بن گیا ہوگا۔ افسوس اس وقت آپ کے سامنے میں نہ ہوا ورنہ میں بھی آپ کے چہرہ کے تغیر کو دیکھتا اور ہنس دیتا اور آپ چڑچڑاتے اور فرماتے کہ اپنے ایسے دماغ و حافظہ کو جنگل کے پھینک دینا چاہئے۔ مگر نہیں آپ کے رفع خجالت کی ایک آسان ترکیب میں بتاتا ہوں آپ کہدیجئے کہ میں نے وہاں بھی ارخاء عنان ہی کے طور پر کہا تھا مگر آپ سے میرا مشورہ یہ کہ ہے کہ تو عمل کیجئے گا کہ اگر زدہ تیغم نماید راست جواں تیر از آں برگرد راہ دست پیچ پیچم

آپ تو سمجھے ہونگے کہ اگر یہ کہیں گے تو انما کے حصر ہونے کو بھی ہم انھیں لفظوں میں مان چکے ہیں۔ اگر ہماری نظر پڑے تو نہ پڑے مگر اوسکی (میری) نظر تو ضرور پڑیگی اوسوقت تو اور لینے کے دینے پڑیں گے۔ خیر آپکو اختیار ہے لیکن اگر ذرا بھی غیرت دار ہیں تو اب انحاء عنان کا لفظ زبان پر نہ لائیگا۔ آئندہ آپ جانیں اور آپکا کام۔

اسکے بعد مولوی صاحب وہی مرغ کی ایک ٹانگ ارخاء عنان کی رٹ لگا کر فرماتے ہیں "اگر ولی کے معنی حاکم کے ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس قسم کے عموم بطور استعداد کے ہوتے ہیں جنکو کلی طبعی کے طور پر سمجھنا چاہئے۔ لیں آیہ کا مطلب ہے کہ خلافت کے اہل وہ لوگ ہیں جنمیں یہ صفات پائے جائیں۔ پھر وقت پر جس کا انتخاب ہو وہ خلیفہ اور حاکم اور جسکا نہ ہو وہ محکوم۔ اہلسنت کا یہ مذہب ہے کہ اگر بجائے حضرت ابوبکر کے حضرت علی کا انتخاب ہوتا تو بس وہی خلیفہ اول ہوتے"۔ اسکے بعد آپ نے میونسپلٹی کے الیکشن کی مثال پیش کی ہے کہ "جو شخص پانچ ہزار کی مالیت کی غیر منقولہ جائداد وغیرہ رکھتا ہو وہ مستحق انتخاب ممبری ہے۔ اوسی طرح یہ صفات باعث استحقاق انتخاب خلافت ہیں پھر وقت پر جس کا انتخاب ہو جائے وہی خلیفہ"

مولوی صاحب اسی کو کہتے ہیں ہیں جھوپڑے میں اور خواب دیکھیں محل کا آپ اور تحریر کی یہ شان اور وہ بھی تیر مقابل میں۔ خدا کی شان نہیں تو اور کیا ہے معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب اپنے مکتوبات شریفہ میں اپنے خاص مریدوں کو ارشاد و ہدایت فرمارہے ہیں کہ جو سنے وہ حق حق کہتا ہوا اوٹھے۔ مولوی صاحب آپ اس وقت مراقبہ میں لشکر کا انتظام تو نہیں کر رہے ہیں یا نماز پڑھنے میں مکہ تو نہیں پہونچے آپ کے یہ جملے جو وحی منزل من السماء کی طرح بے دلیل و سند ارشاد فرمائے۔ آپ کے خاص الخاص مریدوں کے سوا کوئی اور بھی مان سکتا ہے پھر اس طرح آپکی مطلق العنانی تحکم نہیں تو اور کیا ہے یہ تو اجمالی جواب تھا اب تفصیلی

تحفۂ :-

مولوی صاحب آپکا یہ فرمانا کہ "اس قسم کے عموم بطور استعداد کے ہوتے ہیں جنکو کلی طبعی کے طور پر سمجھنا چاہیئے"۔ اس کا محصل کیا ہے۔ کیا منطقی ہونے کے یہی معنی ہیں کہ خواہ مخواہ دخل در معقولات کیا کیجئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک کلی طبعی کا وجود فی الخارج ہے یا نہیں۔ اور بہرحال آپکو استعداد سے کیا لگاؤ ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ بھان متی کا تماشا دکھانے لگے۔ اگر فرض کیا جائے کہ آپ وجود کلی طبعی کے قائل ہیں۔ پس تو یہ ظاہر ہے کہ مجردہ کے وجود کے قائل ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ اس کا تو افلاطون کے سوا اور کوئی قائل نظر نہیں آتا۔ جیسے مثل افلاطون کی مثل جاری و ساری ہوئی۔ لامحالہ مطلقہ یا مخلوطہ کے قائل ہونگے لیکن چونکہ آپ نے دو چار ہی سطروں کے بعد انتخاب کی شرط بھی لگائی ہے۔ لہذا مطلقہ بھی باقی نہیں رہا کیونکہ اسمیں مرتبہ لا بشرط شے ہونا ضروری ہے۔ پس مخلوطہ مراد ہوئی۔

اب اگر آپ وجود تعین و تشخص کے قائل ہیں تو لامحالہ آپکو کلی طبعی و تعین میں اتحاد بالذات والتغایر بالاعتبار ماننا پڑے گا لاتہ لا معنی للاشخاص بعدہم الا الطبیعۃ الکلیۃ المعروضۃ للتشخص بحیث لا یکون التشخص و التقید بہ داخلین الا فی اللحاظ فقط

اور اگر آپ عدمیۃ تعین کے قائل ہیں تو کلی طبعی کا فی الجملہ محسوس ہونا بھی ماننا پڑے گا علی ای حال جب کلی طبعی موجود فی الخارج ہوئی تو پھر استعداد کے کیا معنی ہوئے کیونکہ استعداد کے معنی تو صلاحیت شیئ لشیئ مع عدم ما یصلح لہ مشہور ہیں۔ پھر وجود و عدم دونوں کیونکر موجود ہو جائیں گے کیا آپ کے نزدیک انتخاب خلافت کے جواز کے ساتھ ساتھ اجتماع نقیضین بھی جائز ہے۔

اور اگر آپ عدم کلی طبعی کے قائل ہیں اور صرف ہویۃ بسیطہ کو موجود مانتے ہیں

تو آپکا قول بالکل واضح الفساد ہے۔ کیونکہ اس صورت میں استعداد کو کلی طبعی سے کیا سروکار و تعلق رہا۔ مولانا ہر جگہ خواہ مخواہ ایسی منطق نہ گھسیڑا کیجئے کیا آپ نے من کثر کلامہ کثر خطائہ۔ نہیں سنا ہے۔ یا للعجب ہمارے زمانہ کے قدردان شاعر سے چاہتے ہیں امامت نماز کی۔

پھر آپ فرماتے ہیں "مطلب ہوا کہ خلافت اور حکومت کے اہل ایسے لوگ ہیں جن میں یہ صفات پائے جائیں" کیوں جناب ذرا ایمان سے کہئے گا آیہ کا مطلب یہی ہے۔ کیا میں یہ بیان نہیں کر چکا ہوں کہ حسب تصریح امام رازی یہ آیت انشاء ہے اور جو شخص ان صفات سے موصوف ہو چکا ہے اوس کا حاکم ہونا خدا بیان فرماتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کون شخص ہے اوسکو آئندہ سنئے گا اور میں اوسکو آئندہ شان نزول کی بحث میں بتاؤں گا۔ پھر آپنے یہ کیونکر کہدیا کہ آیہ کا یہ مطلب ہے۔ خیر یہی سہی۔ بفرض محال میں تھوڑی دیر کے لئے مانے لیتا ہوں کہ آپ کا یہی مطلب ہے مگر ذرا ایمان سے تو فرمائیے کہ آپ کے خلفاء ثلثہ میں سے کسی نے (ایمان و اقامۃ صلوۃ سے قطع نظر کر کے) حالت رکوع میں زکوۃ بھی دی تھی جو ان صفات کی تعمیم کا آپ ڈنکا بجارہے ہیں اسکے بعد جو آپنے یہ فرمایا ہے کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ اگر بجائے حضرت ابو بکر صدیق کے حضرت علیؑ کا انتخاب ہوتا تو بس وہی خلیفہ اول ہوئے ہوتے۔ صاحب میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس طرح مسٹر حیرت نے بمقابلہ ایڈیٹر پیسہ اخبار لفظ صاحب کی تحقیق کر کے آیہ غار کے لفظ صاحب کے متعلق تمام لن ترانیوں پر پانی پھیر دیا تھا اور سیکڑوں برس کی بنائی ہوئی آتشبازی میں دیا سلائی لگا دی تھی اوسیطرح آپ نے بھی اس جملہ کو فرما کر قرآن و احادیث کے سمجھنے میں سنیوں کی بہت سی رکاوٹیں دور کر دیں۔ اور ایک بڑی گہری جہالت کا پردہ اٹھا دیا اور سخت تاریکی میں روشنی ڈالدی اور اپنی اس تحقیق انیق سے یہ صاف بتادیا کہ حدیثیں جو افضلیت ابو بکر یا خلفاء

کی فضیلت یا مرتبت پر دلالت کرتی تھیں اور جہل مرکب کا سبق سکھا رہی تھیں بالکل موضوع اور از سرتا پا گڑھی ہوئی تھیں اور بالکل غلط تھیں۔ جزاک اللہ۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ مگر اس انتخاب اِلٰہ پھر اسکے بعد آپ نے مینو سپلٹی کی مثال دیکر الیکشن (انتخاب) کا طریقہ بتایا ہے۔ اوسکے متعلق مجھے آپ سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ کیوں مولانا کیا الیکشن کے اصول مد نظر کرکے حضرت ابوبکر کا انتخاب ہوا تھا اور کیا جولس دوم (جس نے سلطنت جمہوری کی ابتدا کی تھی) کے وقت سے اس وقت تک کبھی اور کہیں ایسا انوکھا انتخاب ہوا تھا۔ کیا یہ الیکشن کے اصول نہیں ہیں (۱) سب لوگوں کو تاریخ و وقت الیکشن کی قبل سے اطلاع دیجائے (۲) جلسۂ انتخاب میں جو لوگ رائے دینے کا حق رکھتے ہیں اونکی کافی تعداد موجود ہو (۳) امیدواروں کی موجودگی میں سب لوگ اپنی اپنی آزادانہ رائے دیں (۴) غلبہ آرا سے کوئی شخص منتخب کیا جائے۔ اب آپ ذرا ایمان سے فرمائیگا کہ ان اصول میں سے کس نمبر کی حضرت ابوبکر کے انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں (جو بقول صاحب غیاث بدمعاشوں کا اکھاڑا تھا) پابندی کی گئی بجائے اطلاع اور نوٹس دینے کے پہلے سے تلوار کھینچی گئی کہ جو کوئی حضرت کے انتقال کا حال زبان پر لائے گا اوسکو مار ڈالوں گا۔ اگرچہ آپ اس فعل کو بھی سودائے عشق رسول اور مجذوبانہ فعل قرار دیجئے مگر کیا کوئی عاقل بھی مان سکتا ہے کہ کسی بزرگ کے مرنے کی خبر سنکر کوئی تلوار کھینچے۔ اگر یہ محبت کا جوش تھا تو حضرت ابوبکر سے اوس وقت یہ محبت کہاں غائب ہو گئی تھی کیا وہ یار غار باقی نہ رہے تھے۔ کیوں مولانا کیا آپ نے بھی اپنے استاد یا کسی بزرگ کے مرنیکی خبر لانے والے پر تلوار اوٹھائی ہے اسکو تو ذرا سے عقل والا آدمی بھی نہایت آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ یہ پالیسی محض اسی واسطے تھی کہ لوگوں تک یہ خبر پھیلنے نہ پائے اور ہم کو جو کرنا ہے کر گزریں (۲) اور کیا

ووٹ دینے والوں کی کافی تعداد موجود تھی؟ کیا بنی ہاشم میں سے کوئی بھی وہاں موجود تھا؟ اور کیا کل مہاجرین یا اکثر وہاں موجود تھے۔ کیا انصار سب حاضر تھے ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کا شمار تو انگلیوں پر ہو سکتا تھا (۳) اور کیا حضرت علی جو اسکے سچے حقدار تھے وہاں موجود تھے۔ لا واللہ (۴) اور کیا غلبہ رائے سے یہ امر فیصل ہوا تھا ہرگز نہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حباب بن منذر اور حضرت عمر کی جوتی بیزار کیوں ہوتی اور اس قدر دھینگا مشتی کی نوبت کیوں آتی۔ ان سب باتوں کو ہمیں چھوڑیئے۔ اگر یہ انتخاب صحیح اور بالکل باقاعدہ تھا تو پھر حضرت عمر نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ ابو بکر کی خلافت محض اچانک طور سے ہوئی اور خدا نے اسکے شر سے مسلمانوں کو بچالیا لیکن اگر اب کوئی ایسا کرے تو اوسکو قتل کرو۔ کیوں مولوی صاحب یہ کیسا بے ضابطہ الیکشن کہ خود سب سے پہلے ووٹ دینے والے صاحب اوسکو یوں ستیا ناس کر رہے ہیں۔ یہاں تو بقول شخصے باقرار مقر برقوم بقلم خاص۔ اس الیکشن کا لغو ہونا واضح اور اظہر من الشمس ہے۔ ہاں اس مقام پر حضرت عمر کی پالیسی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ابھی کچھ دیر پہلے حاذق الملک اور رسول الرحمن بنے ہوئے حضرت رسول کو ہذیان بکنے والا فرما رہے تھے اور ابھی انتقال کی خبر سنکر عشق رسول میں مجذوب بنکر تلوار کھینچی اور پھر چشم زدن ہی میں یہ عشق و جذب بھی رفو چکر ہوا اور سقیفہ میں بڑے مدبر اور اسپیکر اور اسٹیٹسمین بنکر حضرت ابو بکر کو اپنی کرکتی آواز سے خلیفہ بنایا اور اسی اثنا میں لگتے ہاتھوں حباب بن منذر وغیرہ سے دھینگا مشتی بھی کر گزرے اور پھر تھوڑی دیر میں ایک کمانڈر انچیف بنکر مارشل لا جاری کر دیا کہ اب جو ایسا کرے اوسے قتل کرو۔

ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ※ مثل سبزہ بارہا روئیدہ ام

مولوی صاحب! ذرا خدا کو حاضر و ناظر جان کر تفسیر القرآن بالقرآن کے

قاعدے سے ان افعال واقوال کو جمع کرکے فیصلہ تو کیجئے کہ آپ کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے بڑے دعوے سے شرطاً انتخاب کی دلیل بھی بیان کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "آپ تو مان چکے ہیں نہ مانیںگے تو ماننا پڑے گا کہ سیاق وسباق کا لحاظ ضروری ہے۔ پس اس اصول کے مطابق اس آیہ سے آگے کے الفاظ دیکھئے جس پر پروردگار عالم فرماتا ہے۔ غور سے سُنئے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَاءَ یعنی (بقول آپ کے) اے مسلمانو! کافروں کو خلیفہ اور حاکم مت بناؤ اس کلام ہدایت نظام میں جس فعل کی نفی اور جس سے نہی کی گئی ہے۔ وہ بندوں کا اختیاری فعل (اتخاذ بنانا) ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ پہلی آیۃ میں جو ولی کی اضافت کم کی طرف ہے وہ اضافت مفعول کی فاعل کی طرف ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ انتخاب شرط ہے۔ مولانا کہئے اسی آیۃ سے ثابت ہوا یا نہ کہ خلیفہ وقت وہی ہے جس کو قوم باختیار خود انتخاب کرے۔"

الجواب:۔ واہ واہ مولانا کتنا زبردست اور مستحکم استدلال ہے میں کیکی داد ضرور دونگا کہ آپ نے اچھے سفسطہ کی جال پھیلائی ہے۔ حضرت مجھے تو اس وقت بے ساختہ یہ مثل یاد آئی کہ اولٹے چور کوتوال کو ڈانٹے۔

مولوی صاحب! آپ اور انتخاب کی شرط ثابت کریں۔ اور وہ اس آیۃ سے اور وہ بھی میرے مقابلہ میں۔ جل جلالہ۔ آپ نے تو ریشم میں ٹاٹ کا پیوند بھی نہ لگایا۔ غضب خدا کا خدا تو یہ فرمائے کہ کافروں کو خلیفہ اور حاکم نہ بناؤ جس کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ تم کو خلیفہ اور حاکم بنانے کا اختیار اور حق نہیں ہے، یہ صرف خدا کے اختیار میں ہے اور آپ اُلٹی گنگا یہ بہا رہے ہیں کہ اوس نے ہم کو انتخاب کا اختیار دیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپنے ان آیات پر غور نہیں کیا۔

وجعلناھم ائمۃ ہم نے اون لوگوں کو امام بنایا۔ وَاِنّیْ جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خلیفہ (اے آدم تم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) انی جاعلک للناس اماما (اے ابراہیم میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا) یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (اے داؤد میں نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا) افسوس کہ معاذ اللہ خدا سے غلطی ہوئی کہ اُس نے یہ نہ کہا کہ اے آدم و ابراہیم و داؤد مولوی ثناء اللہ صاحب تم لوگونکو خلیفہ بنائینگے مولوی صاحب! ذرا ہوش کی باتیں کیجئے۔ خدا جس کام کو صاف لفظوں میں منع کرے آپ اوسکو فرمائیں کہ اُسکے کرنے کا حکم دیا۔ بریں عقل و دانش۔ مولوی صاحب خدا سے ڈریئے کیا آپ کو یاد نہیں کہ اتخاذ دنیا کی بدولت بنی اسرائیل کی کیا گت بنی کہ آخر خدا کو یہ کہنا پڑا یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم حضرت ذرا یہ بھی تو خیال کیجئے کہ جب انبیاء کو یہ اختیار نہ تھا کہ اپنا نائب خود سے بنا سکیں اور اسی بناء پر حضرت موسیٰؑ کو یہ دعا کرنی پڑی واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی خداوندا میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اور خدا نے جواب میں اُن سے کہا وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیراً ہم نے اون کے ساتھ اونکے بھائی ہارون کو اونکا وزیر بنایا تو آپ لوگ بیچارے کس شمار و قطار میں ہیں جو آپ کو نائب نبی اور وہ بھی ختم المرسلین کا نائب بنانے کا اختیار دیا جائیگا۔ مولوی صاحب افسوس آپ نے اس آیۃ کے الفاظ پر بھی غور نہیں کیا۔ دیکھئے خدا نے اتخاذ کو کر بیان کرکے یہ بتا دیا ہے کہ جس طرح کفار کا تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنانا لغو اور باطل ہے اوسی طرح تمہارا خلیفہ بنانا لغو اور باطل ہے۔

کہیے مولانا اس آیۃ سے ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانے کا اختیار قوم کو نہیں ہے

مولوی صاحب مجھے حیرت ہے کہ آپ لوگ ایک جگہ مسئلہ جبر و اختیار میں اس قدر
اپنا سر ڈال دیتے ہیں کہ اپنے کو فاعل مختار نہیں جانتے اور بالکل مجبور اور
صرف الیہ فرماتے ہیں اور خیرہ و شرہ کلہ من اللہ تعالیٰ کا دن رات وظیفہ
رٹا کرتے ہیں اور شراب خواری زناکاری۔ چوری۔ ڈاکہ غرض دنیا بھر کے افعال
سب خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ کے مرشد حضرت سعدی شیرازی
فرماتے ہیں ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلاف دشمن و دوست — کہ دل ہر دو در تصرف اوست
گرچہ تیر از کمان ہمی گزرد — از کماندار بیند اہل خرد

اور خلافت میں ایسے دلیر کہ خدا کا جو فعل خاص ہو اوسکو بھی چھینے لیتے
ہیں یا للعجب۔ خدا کے واسطے کچھ تو شرمایئے آپکی تو اس پر بھی تشفی نہ ہوئی
ہو گی تو اور سنیئے اور ذرا غور سے سنیئے۔ اور تھوڑا ایمان سے سنیئے
پارہ (۲۰) سورہ قصص۔ وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ
(اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا لیے
منتخب کرتا ہے اور انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں) کہیئے مولانا اب بھی
آپ انتخاب کو خدا سے چھین کے اپنے ہی ہاتھوں میں رکھیں گے۔ مولانا
تفسیر القرآن بالقرآن یوں کی جاتی ہے۔ انتبہ یا ایھا النائم قم فما
ذاک اکتساب الھائم ہاں ذرا لگے ہاتھوں یہ تو فرمایا جائے کہ اولی کی
اضافت کم کی طرف اضافت معقول کی فاعل کی طرف کیونکر ہے۔ یہ ایجاد بندہ
قاعدہ آپ نے کہاں سے نکالا۔ افسوس سیبویہ اور خلیل سب مرگئے
ورنہ آپ کے ہاتھ چومتے۔ ذرا مہربانی کرکے بتا دیجئے کہ یہ اضافت کی
کون سی قسم ہے اور اضافت لفظیہ ہے یا معنویہ۔ مولوی صاحب آپ نے تو

مولوی فاضلیت کا بھی ناس کردیا۔ شرم شرم۔ اگر ولی اور کم فاعل و مفعول ہے تو اس کا فاعل فعل یا مشبہ فعل کون ہے کیا انما کو فاعل فرمائیگا اور اگر آپکا مطلب یہ ہے کہ اضافت اسم مفعول کی فاعل کیطرف اور فاعل سے مراد نائب فاعل ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ ولی اسم مفعول نہیں آیا ہے۔ مولوی صاحب ہوش میں آکر باتیں کیا کیجئے۔ میں آپکا دوبارہ شکرگزار ہوں کہ آپنے میرا مطلب اچھی طرح ثابت کردیا اور بغیر کہے ہوئے ولی کے مفعول اور کم کے فاعل ہونے کے قائل ہو کر اوسکو مان گئے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں تغائر ہوتا ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلا اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اسکے بعد مولوی صاحب کو میرے اس استدلال پر کہ اگر بفرض محال ولی کے معنی ناصر و محب ہی کے لئے جائیں تو بھی الذین آمنوا سے کل مومنین مراد لینے میں ہر شخص کا ناصر و منصور ہونا لازم آئیگا وھو محال) بہت ہنسی آئی ہے اور بڑے زوروں میں آپ نے قہقہہ لگایا ہے اور اسکو بالکل ایک لغویات قرار دی ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ مولوی صاحب کی منطقیت پر ہنسی آتی ہے۔ مولوی صاحب افسوس آپکو معقولین کا یہ مشہور فقرہ بھی یاد نہیں رہا و لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ میں پھر دعوے کے ساتھ کہتا ہوں ناصر کا (من حیث ہو ناصر و منصور من حیث ہو منصور) ہونا محال ہے آپکو اگر اس پر کچھ اعتراض ہو تو فرمائیے اور خالی ہنس دینے کا جواب نہیں۔ بلکہ اسکے جواب میں جواب جاہلاں باشد خموشی کہ کر چپ ہوں گا۔

ہاں اور ابھی تو آپ گزشتہ صفحہ میں فرما چکے ہیں کہ آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ خلافتہ کے اہل ایسے لوگ ہیں جن میں یہ صفات پائے جائیں۔ پھر ابھی وہ صفات کہاں غائب ہو گئے۔ کیا آپ کے نزدیک دنیا بھر کے مسلمان مستحق خلافتہ ہیں؟ اب میں سمجھا آپ اپنے کو بھی مستحق خلافتہ سمجھتے ہوں۔ اور مولوی صاحب

ابھی تو آپ مضاف اور مضاف الیہ کے تغائر کا دم بھرتے تھے وہ کہاں تشریف لے گئے دونوں متحد ہو گئیں۔ واہ شاباش واقعی آپ منطقی ہونے کے علاوہ بڑے نحوی بھی ہیں۔ ماشاء اللہ این خانہ تمام آفتاب است ۔ اسکے بعد مولوی صاحب لفظ زکوۃ کی تحقیق کے متعلق اپنے پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲ محرم ۱۳۲۹ھ میں رقمطراز ہیں۔ مگر فضل خدا سے نہ تو کسی اعتراض کا جواب ہے نہ کسی استدلال پر اعتراض ہے۔ صرف رونا اس بات پر ہے کہ تم امام رازی کو اور ابن تیمیہ کو کوستے ہو بُرا کہتے ہو۔ بس اللہ اللہ خیر صلاح ۔ میں اسکے جواب میں بجز اسکے کیا کہوں کہ مولوی صاحب کی اب ہی مثل ہے کہ کھٹے انگور کون کھائے ۔ یہانتک تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب الجواب تھا اب ناظرین اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں

چھٹا مقدمہ وہم راکعون کے مراد کی تحقیق اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واؤ واؤ حالیہ ہے اور کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر چند اقوال ملاحظہ ہوں:۔

(۱) مدارک التنزیل مصنفہ ابو البرکات نسفی جلد اول صہ ۱۶۷ مطبوعہ احمدی سطر ۱ للحال ای یوتونہا فی حال رکوعھم فی الصلوۃ (وہ نماز کے رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں)

(۲) تفسیر حسینی جلد اول صہ ۲۷ چھاپ کلکتہ ۔ وحالانکہ ایشان الخ

(۳) تفسیر کشاف دوم جلد اول مطبوعہ مصر ۔ الواؤ فیہ للحال ۔ اس میں واؤ حال کا ہے۔

(۴) تفسیر بیضاوی جلد اول صہ ۱۵۵ (وہم راکعون) متخشعون فی صلوتھم وزکوتھم وقیل ھو حال مخصوصہ بیوتون ای یوتون الزکوۃ فی حال رکوعھم فی الصلوۃ ۔ یعنی وہ لوگ اپنی نماز و زکوۃ میں خشوع کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ جملہ خاص یوتون کا حال ہے یعنی وہ لوگ

نماز میں اپنے رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تمام مفسرین اسکے مفسر ہیں کہ یہ واو حالیہ ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ہاں اختلاف ہے تو اسمیں کہ آیا یہ حال یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ دونوں کا ہے یا صرف جملہ اخیر یوتون کا جسکی طرف بیضاوی صاحب نے نہایت تعصب سے (قیل بطور تضعیف) اشارہ کیا ہے اور قول اول کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ اب اس پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا بیضاوی صاحب کا یہ قول (کہ دونوں کا حال ہے) صحیح ہے یا یہ قول صحیح ہے کہ صرف یوتون کا حال ہے واذا بطل احدهما ثبت الآخر

میں کہتا ہوں کہ اس جملہ کا تعلق دونوں سے ہونا بچند وجوہ لغو اور باطل ہے

(۱) میں اپنے آیندہ مقدمہ میں ثابت کردوں گا کہ رکوع کے اصلی معنی جھکنے کے ہیں اور خشوع معنی مجازی ہیں اور یہ تمام علماء کی تصریحات و مسلمات سے ہے کہ جب تک کوئی قرینہ صارفہ معنی حقیقی سے نہ ہو اُس وقت تک معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی مجازی کو اختیار نہیں کرتے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہذا رکوع کے معنی خشوع کے نہیں لے سکتے ہیں۔ اور جب رکوع کو معنی خشوع میں لینا ناممکن ہے تو دونوں سے حال قرار دینا بھی ناممکن کیونکہ رکوع کا اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہونا اور پھر دونوں کا حال ہونا بدیہی البطلان ہے کما لایخفی علے من لہ ادنی تامل۔

(۲) تمام نحویین کی تصریحات سے ہے کہ حال کی دو قسمیں ہیں۔ موکدہ جسکی شان سے یہ ہے کہ جب تک ذوالحال موجود ہو غالباً اوس سے منتقل نہ ہو جیسے زید ابوک عطوفاً فان الاب من شانها العطوفة غالبا)

(۳) منتقلہ جو اسکے برعکس ہو۔ جیسے جاءنی زید راکباً۔ میرے پاس زید سوار ہو کر آیا۔ کیونکہ زید اکثر سوار نہیں رہا کرتا۔

اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر "راکعون" کو "یقیمون الصلوٰۃ" کا ہی حال قرار دینگے اور "راکعون" کو خاشعون کے معنی میں استعمال کرینگے تو حال منتقلہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ یقینی موکدہ ہوگا۔ لان من شان مقیم الصلوٰۃ ان یکون خاشعا نماز گزاروں کی شان یہ ہے کہ خاشع ہو۔ خصوصاً ہمارے مخاطب دوست کے مذاق کے موافق کہ وہ ان صفات کو انتخاب کے ساتھ خلافت کے اسباب علل میں قرار دیتے ہیں پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ شیعوں کی نماز اور خشوع کے ساتھ نہ ہو۔ اور حال موکدہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ تنہا واؤ یا ضمیر واؤ کے ساتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ شارح کہتے ہیں وھذا ای الربط بالواو وحدھا او بھا والضمیر انما یکون فی الحال المنتقلۃ واما فی الموکدۃ فلا یجوز الواؤ تقول ھو الحق لا شک فیہ وذلک لان الواؤ لا تدخل بین الموکد والموکدۃ لشدۃ الاتصال یعنی تنہا واؤ یا ضمیر کے ساتھ صرف حال منتقلہ میں جائز ہے موکدہ میں واؤ کسی طرح جائز نہیں ہے جیسے ھو الحق لا شک فیہ کیونکہ واؤ موکد و موکدہ کے درمیان شدت اتصال کی وجہ سے نہیں آسکتا اور اس آیۃ میں "راکعون" ضمیر اور واؤ دونوں کے ساتھ آیا ہے پس معلوم ہوا کہ نہ "راکعون" کو معنے میں خاشعون کے لے سکتے ہیں اور نہ "راکعون" کو یقیمون کا حال قرار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ معاذ اللہ خداوند عالم کے کلام میں ایسی فاحش غلطی نہیں ہو سکتی بلکہ اگر متکلم حکیم کو دونوں جملوں کا حال قرار دینا مقصود ہوتا تو "وھم راکعون" کی جگہ "راکعین" کر دیتا

(۳) یہ بھی نحویین کی تصریحات و مسلمات سے ہے کہ حال منتقلہ ہمیشہ اپنے عامل کی قید ہوا کرتا ہے اور موکدہ قید نہیں ہوا کرتا۔ مقصود یہ ہے کہ اگرچہ لحاظ و عنوان میں ہر حال اپنے عامل کی قید اور مخصص ہوا کرتا ہے مگر حقیقۃً معنوں کا مخصص صرف منتقلہ ہوتا ہے۔ اور خداوند عالم کا مقصود بھی آیہ مبحوثہ میں حال

مستقلہ ہی ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ تمہارا حاکم خدا و رسول کے علاوہ وہی شخص ہے جس نے حالت خاص میں زکوٰۃ دی۔

لیکن جب راکعون کو بمعنی خاشعون لینگے اور حال موکدہ بنائینگے تو یہ حال نہ اپنے عامل کے صفت قید ہوگا نہ اوس کا مخصص ہذا خلف۔

اب ناظرین بیضاوی صاحب اور اُن کے تابعین کے تعصب کی داد دیں اور غور کریں ان حضرات نے جناب امیرؑ کے فضائل کے مٹانے میں کون سی ممکن کوشش ہے جو اُٹھا رکھی اور کون سا دقیقہ ہے جو چھوڑ دیا متن قرآن مجید کی آیتوں کے بھی خواہ مخواہ معنی بدل دینے اور فاش غلطیوں میں مبتلا ہوجانیکی بھی پرواہ نہیں کرتے ؎

کوئی کیا چل سکیگا اس خرام ناز بڑھکر ــ قیامت کا تمہارے ٹھوکروں میں دم نکلتا ہے

ساتواں مقدمہ - لفظ رکوع کی تحقیق۔ رکوع کے اصلی و حقیقی معنی جھکنا پشت خم کرنا ہے۔ اور اسکے تمام اہل لغۃ متفق اللفظ گویا ہیں کوئی اس کا مخالف نہیں۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

(۱) صحاح جوہری (جو کتب لغات میں مثل صحیح بخاری کے ہے) جلد اول ص ۴۹۰ مطبوعہ مصر الرکوع الانحناء منہ رکوع الصلوٰۃ و رکع الشیخ انحنی من الکبر۔ رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں اور اسی سے رکوع نماز ہے اور رکع الشیخ کے معنی بڑھاپے کی وجہ سے جھک گیا۔

(۲) ذکر طبرسی - قال الخلیل کلشی ینکب لوجہہ فتمس رکبتہ الارض او تمس بعد ان تطاطی راسہ فھو راکع - خلیل نے کہا ہے جو شخص اپنے رُخ کی طرف اتنا جھکے کہ اوسکے گھٹنے زمین سے لگ جائیں یا اوسکے گھٹنے سر جھکانے کے بعد زمین سے لگ جائیں تو وہ راکعون کہلاتا ہے۔

(۳) قال لبید ؎ اخبر اخبار القرون التی مضت ــ ادب کانی

كلما قمت راكع + لبید نے کہا ہے میں گزشتہ لوگوں کی خبر بیان کرتا ہوں اور اس طرح چلتا ہوں کہ جب کھڑا ہوتا ہوں تو گویا راکع ہوں۔

(۴) قال ابن درید الراکع الذی یکبو علے وجھہ ومنہ الرکوع فی الصلوٰۃ ابن درید نے کہا ہے کہ جو اپنے رخ کیطرف جھک جائے وہ راکع ہے۔ ان اقوال سے بہت اچھی طرح واضح ہوگیا کہ رکوع کے اصلی و حقیقی معنے جھکنے کے ہیں اور اسی سے رکوع نماز ہے اور اسکے علاوہ جتنے معنی ہیں مجازی یا تشبیہی ہیں اور یہ بھی بالکل واضح اور علمائے عربیت واصول کے مسلمات سے ہے کہ جب تک معنی حقیقی مراد ہونا ممکن ہو۔ مجازی معنے مراد نہیں لے سکتے۔ یہی نہیں بلکہ جب تک کوئی قرینہ حقیقی معنی کے مراد ہونے کا نہ پایا جائے مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے علمائے عربیت نے مجازی کی تعریف میں قرینہ عدم ارادۂ (جب حقیقی معنے کے مراد نہ ہونے کا قرینہ پایا جائے) کی قید کردی ہے اور آیہ مجوزہ میں واضح ہے کہ کوئی قرینہ رکوع کے اصلی معنی مراد لینے سے مانع نہیں ہے بلکہ شان نزول وغیرہ بہت سے قرائن اور اسکے موید موجود ہیں کہ حقیقی ہی مراد ہیں۔ بھر خضوع اور خشوع وغیرہ مجازی معنے کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے۔ وہو المطلوب

آٹھواں مقدمہ: شان نزول کی تحقیق: جہاں تک میری قاصر نظر پہونچی ہے اس امر میں کہ یہ آیۃ کس کے بارے میں نازل ہوئی صحیح ہوں یا غلط چھ اقوال ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ (۲) عبادہ بن صامت (۳) عبد اللہ بن سلام (۴) حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام (۵) اصحاب رسول (۶) تمام مومنین۔

پہلا قول ۔ یعنی اس آیۃ کا حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہونا اسکے بانی و موجد حضرت عکرمہ ہیں جو باتفاق علمائے رجال ناصبی ہیں اور روایت چونکہ ماشاء اللہ بہت میٹھی اور از سرتا پا راستی میں ڈوبی ہوئی اور سیاق و سباق و قرائن حالیہ و مقالیہ سے آراستہ تھی اس وجہ سے شاید دو تین آدمیوں کے سوا کسی نے

ذکر تک نہیں کیا۔ مشہور، مروج اور قابل وثوق جتنی تفسیریں ہیں سب کو ایک ایک کر کے دیکھ جائیے کہیں اشارۃً بھی اس قول کا پتہ نہ پائیے گا۔ در منثور جسکی نسبت اگرچہ خود علامہ سیوطی مصنف کتاب نے تصریح کردی ہے کہ اسمیں ہم نے اونھیں روایات کو ذکر کیا جو باسناد عالی ہم تک پہونچی ہیں مگر اوسے بعض ناقابل اعتبار متعصبین ذخیرہ محض اور ہر رطب و یابس کا جامع کہتے ہیں اوس میں بھی اس روایۃ کا کنایہ تک ذکر نہیں ہے۔ غرض اس روایت کے راوی اول یا مخترع و موجد عکرمہ ہیں۔ اونکی روایۃ کو مفسرین میں سے دو شخصوں نے ذکر کیا ہے (۱) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔

القول الثانی ان المراد من هذه الآیة شخص معین وعلی هذا ففیه اقوال الاول روی عکرمه ان هذه الآیة نزلت فی ابی بکر۔ ترجمہ:۔ الذین آمنوا کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے شخص معین مراد ہے۔ اور اس بنا پر اسمیں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول عکرمہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیہ حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی۔

دوم۔ قریب قریب انھیں الفاظ میں اس روایت کو تفسیر نیشاپوری[1] میں ذکر کیا ہے بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کی تاسی اور تقلید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ القول الثانی ان المراد شخص معین وجیء به علی لفظ الجمع لیرغب الناس فی مثل فعله ثم ان ذلک الشخص من هو روی عکرمه انه ابو بکر۔ ترجمہ:۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الذین آمنوا سے مراد شخص معین ہے اور جمع کا صیغہ اس واسطے لایا گیا تا کہ لوگ اسکے ایسے فعل کی طرف رغبت کریں پھر یہ شخص کون ہے۔ عکرمہ نے روایت کی ہے کہ ابو بکر ہیں مگر یہ قول و روایت بہ چند وجوہ باطل ہے۔

۱۔ یہ روایۃ مرسل و مقطوع ہے کیونکہ اسکے راوی اول عکرمہ ہیں جو تابعی تھے

[1] تفسیر نیشاپوری اصل میں کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر کا خلاصہ ہے

صحابی نہ تھے (یہ زمانہ رسول میں موجود نہ تھے) انھوں نے حضرت رسولؐ کے زمانہ میں جتنے لوگ موجود تھے اونمیں سے کسی شخص سے اس روایت کو نہیں سُنا اور نہ اُن لوگوں میں سے کسی نے عکرمہ سے بیان کیا۔ ورنہ اوسکی طرف نسبت ضرور دیتے۔ پس یہ عکرمہ کا طبعزاد مضمون ہے۔ لہٰذا اوسکو رد کرکے عکرمہ کہنا غلط ہے قال عکرمہ لکھنا اور کہنا چاہیے۔

۲ کوئی صحابی تو درکنار کسی معمولی شخص نے بھی جو زمانہ رسولؐ یا نزول آیت کے وقت موجود تھا اس روایت کو ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ نزول آیت کے وقت سے عکرمہ کے ہوش دحواس درست ہونے تک مضمون عدم کی تاریکی میں تھا اور کسی کے ذہن اور دماغ نے اس پر روشنی نہ ڈالی تھی۔ حضرت عکرمہ کے قدموں کی برکت تھی کہ یکبارگی یوں جگمگا اوٹھا۔

کیا کوئی عاقل ایسے قول و روایت کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت کرسکتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں۔

۳ خود حضرت ابوبکر یا اونکے حوارئین نے جب کہ منا امیر و منکم امیر کی معرکۃ الآرا رجز خوانی ہو رہی تھی اور ہر شخص اپنے اپنے فضائل کے اظہار پر کمر کسے ہوئے تھا یا کسی اور وقت اونکے فضائل میں اس آیۃ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ معمولی معمولی فضیلتیں کس شد و مد سے بیان کی گئیں اور اب بھی علے روس الاشہاد بیان کیجاتی ہیں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۸) چنانچہ خود خطبہ میں لکھتے ہیں لما کان تفسیر الکبیر فی نہایت سیاق مرامہ واداء حاصل کلامہ وقربت مسالکۃ اتمامہ وانتظمت عقود نظامہ من غیر اخلال الشئی من الفوائد۔ لہٰذا یہ قول نیشاپوری کوئی قول علیحدہ نہیں ہے بلکہ وہی روایت تفسیر کبیر ہے۔

ہاں شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں چند جگہ پر اس روایت موضوع سے تمسک کیا ہے۔ ۱۲ احقر مدیر اصلاح

ایک آیت غار ہی کو دیکھیے کہ اگرچہ اوس سے حقیقتاً حضرت ابوبکر کی مذمت نکلتی ہے مگر یاران طریقت گھما پھرا کر ہزاروں لن ترانیاں کرتے اور خدا جانے مدح وثنا کے کتنے نغمے گائے جاتے ہیں ؎

شرم بکو تربود درحق یاران او

اور اگر اس آیت کے نزول کا شائبہ بھی حضرت ابوبکر کی طرف ہوتا تو تمام اصحاب غار اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بڑے میاں کو قعر مذلت سے نکال کر عرش بریں تک پہونچاتے بلکہ سچ یوں ہے کہ اگر یہ آیت اونکے بارے میں نازل ہوتی تو نہ سقیفہ میں جانے کی ضرورت تھی نہ الیکشن و انتخاب کی احتیاج تھی نہ حضرت عمر کی للکار اور بیعت درکار تھی۔ نہ اجماع کے آڑ کی حاجت تھی بلکہ یہ سب کچھ لغو اور بیکار تھا۔ صرف یہی ایک آیت ثبوت خلافت کے لئے کافی اور بس تھی۔

یہ تفسیر کی جتنی کتابیں مروج اور مشہور ہیں خواہ قابل وثوق ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے بیضاوی۔ کشاف۔ جلالین۔ مدارک التنزیل۔ درمنثور۔ حسینی۔ ثعلبی وغیرہ۔ ان میں سے کسی نے اس قول و روایت کو قابل فخر نہ سمجھا اور نہ ذکر کیا۔ ورنہ اگر اس قول و روایۃ میں ذرا بھی سچائی کا شائبہ ہوتا اور کچھ بھی کل پرزے سے درست ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ یہ لوگ تنکے کا پہاڑ اور رائی کا پربت نہ بناتے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم احتمال ہی پیدا کر دیتے۔

۵۔ عکرمہ کی عداوت اہلبیت رسول کے ساتھ بہت اچھی طرح مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ اسی مناظرہ کی بحث اہلبیت میں ان کا کچھ ذکر خیر ہو چکا ہے اور تمامی اہلسنت کو اقرار ہے کہ یہ خارجی تھے۔ بلکہ فرقہ اباضیہ سے تھے جو جناب امیرؑ اور عثمان سے تبرا کرتے اور قتال اُن سے جائز۔ اور یہ بھی صاحبان بصیرت کو معلوم ہے کہ تفسیر کے ہر موقع پر یہ نئی اُپج کی لیا کرتے ہیں اور ہر جگہ اہلبیت کے مقابلہ میں نہایت مکروہ موضوعات بناتے۔ پس این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔

ایک منگھڑت یہ بھی ہے۔

۶ ۔ چونکہ یہ قول عکرمہ منگھڑت ہے۔ اور اس اختراع کو امام رازی یا نیشاپوری بھی خوب سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے دونوں میں سے کسی نے اسکی توثیق و تصویب نہیں کی۔ بلکہ یک گونہ دونوں نے تکذیب کی ہے۔ کیونکہ اس روایت کو اون ہی الفاظ میں ذکر کیا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اور پھر ایک حرف بھی اوسکے متعلق نہیں ذکر کیا۔ اور اوسکے بعد ہی اوس روایت کو ذکر کیا ہے جو جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اوسکے ساتھ ہی ساتھ پورا واقعہ مع سبب نزول وغیرہ کے دونوں نے بیان کر دیا ہے جسکو میں آئندہ ذکر کرونگا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے اس روایت کو محض نقل کفر کفر نباشد کے قبیل سے نقل کر دیا ہے۔ یا تمام شقوق و احتمالات پر حاوی ہونے کے خیال سے ذکر کر دیا ہے۔

۷ یہ قول و روایت اس قدر لغو اور باطل ہے کہ عموماً سنیوں خصوصاً اہلحدیثوں کے سرمایہ ناز علامہ ابن تیمیہ نے ایسے زوردار لفظوں میں اسکی تکذیب کردی ہے کہ پھر کسی کو سر اوٹھانے اور دم مارنے کا موقع باقی نہیں۔ چنانچہ منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ میں بذیل آیہ مبحوثہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فهذا السياق مع اتيانه بصيغة الجمع مما يوجب الجزم لمن يريد ذلك علما يقينا لا يمكنه دفعه عن نفسه ان الاية عامة فى كل المومنين المتصفين بهذه الصفات لا تختص بواحد بعينه لا ابى بكر ولا عمر ولا عثمان ولا على ولا غيرهم ۔ ترجمہ۔ یہ سیاق اور پھر صیغہ جمع کے ساتھ لانا ان امور کو جو شخص جمع کرنا چاہے اوسکو ایسا علم الیقین اس بات کا حاصل ہوگا جس کو اپنی نفس سے ہٹا نہیں سکتا کہ آیت تمام مومنین کے بارے میں جو ان صفات سے متصف ہوں شامل ہے۔ اور کسی شخص خاص کے واسطے ہرگز نہیں ہے۔ نہ ابوبکر کے لئے نہ عمر نہ عثمان نہ علی کے اور نہ کسی اور

کے واسطے ۔

اگرچہ یہ استدلال ابن تیمیہ کا محض تعصب پر مبنی ہے اور صرف جناب امیرؑ کی امامت ثابت نہ ہونے کے واسطے بیان کیا ہے مگر اتنا امر العقلاء علی الفہم مقبول اتنا تو ضرور ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا محض لغو اور روز روشن کی طرح باطل ہے ۔ وہو المطلوب ۔

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

۔ فن حدیث و تفسیر کے بڑے بڑے ماہر اور جانچ پڑتال کرنے والوں نے ایک مسلمہ اصول یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی آیت کے شان نزول میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کئے ہوں اور سب نے اتنا کہدیا ہو کہ یہ آیت فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت کے الفاظ میں سب اقوال کے شمول کی صلاحیت ہو تو اُن اقوال میں باہم منافاۃ نہ سمجھنا چاہیئے اور نہ سبب نزول کہنا چاہیئے ۔ بلکہ اس کو تفسیر بار اکہنا مناسب ہے ۔ شان نزول میں قابل اعتبار و وثوق وہی قول ہے ۔ جسکے ساتھ سبب اور واقعہ بھی بیان کردیا جائے ۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی نے تصریحاً یہ قاعدہ کلیہ اور ضابطہ مسلمہ لباب النقول فی اسباب النزول اور تفسیر اتقان میں ذکر کردیا ہے وہ لباب النقول میں تحریر فرماتے ہیں ۔ کثیرا ما یذکر المفسرین لنزول الآیۃ اسبابا متعددۃ وطریق الاعتماد فی ذلک ان ینظر الی العبارۃ الواقعۃ فان عبر احدہم بقولہ نزلت فی کذا والآخر نزلت فی کذا وذکر امرا آخر فقد تقدم ان ھذا یراد بہ التفسیر لا ذکر سبب النزول ۔ فلا منافاۃ بین قولہما اذا کان اللفظ یتناولہما کما بینتہ فی کتاب الاتقان وحینئذ فحق مثل ھذا ان لا یورد فی اسباب النزول وانما یذکر فی تصانیف احکام القرآن وان عبر واحد بقولہ نزلت فی کذا وصرح الآخر بذکر سبب خلافہ فہو المعتمد ۔ ترجمہ :۔ اکثر مفسرین نزول کے

متعدد اسباب ذکر کرتے ہیں اور اس بارے میں عمدہ اور مضبوط طریقہ یہ ہے کہ بیان
کردہ عبارت کو غور سے دیکھا جائے ۔ پس اگر ایک نے کہا ہو کہ فلاں کے بارے میں
نازل ہوئی ہے ۔ اور دوسرے نے دوسرے کے بارے میں نازل ہونا بیان کیا ہو
تو ہم اس امر کو بیان کر چکے ہیں کہ اس سے مراد تفسیر ہے نزول کا سبب بیان
کرنا منظور نہیں ہے ۔ پس جب لفظ دونوں قولوں کے شمول کی صلاحیت رکھتا
ہو تو دونوں میں منافات نہیں ہے ۔ چنانچہ ہم نے اس کو تفسیر اتقان میں ذکر
کر دیا ہے ۔ اور اس حالت میں ان چیزوں کو اسباب نزول میں ذکر نہ
کرنا چاہیئے بلکہ تصانیف احکام قرآن میں ۔ ہاں اگر کوئی شخص کہے کہ آیت
فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور دوسرا اوسکے خلاف کہے اور
اوسکے ساتھ سبب کا بھی ذکر کر دے تو بس یہی قابل اعتماد و وثوق ہے ۔
اب تو کسی نادان کو بھی اس روایت و قول کے باطل ہونے میں شک و
شبہ نہیں رہ سکتا ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ عکرمہ نے اس آیت کا
حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہونا گڑھا مگر دروغ گو را حافظہ نباشد ۔
یہ یاد نہ رہا کہ کوئی سبب اور واقعہ بھی گڑھ ڈالیں ۔ خلاصہ جب اس روایت
کے ساتھ کوئی سبب مذکور نہیں ہے اور جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونے
کا ہر راوی نے سبب بھی بیان کر دیا ہے ۔ پھر اس روایت پر اگرچہ صحیح
بھی ہوتی اور کوئی صحابی بھی راوی ہوتا جب بھی وثوق و اعتبار نہیں ہو سکتا
تھا چہ جائیکہ یہ روایت مقطوع و مرسل ہے اور کوئی صحابی بھی اس کا راوی
نہیں ہے تو کوئی عاقل اس پر ہرگز اعتماد و وثوق نہیں کر سکتا ۔
۹ میں چوتھے مقدمہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ الذین آمنوا سے عام مومنین
کا مراد ہونا محال ہے اور اس سے خاص شخص کا مراد ہونا ثابت کر چکا ہوں
اور آئندہ ثابت کر دوں گا کہ یہ خاص شخص جناب امیرؑ کے سوا دوسرا ہو ہی نہیں سکتا

پس اگر حضرت ابو بکر بھی مراد لئے جائیں تو کلام خدا میں صریحی تناقض لازم آئیگا۔ وہو محال ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

ہذا۔ یہ میں اپنے سابق بیان میں ثابت کرچکا ہوں اور آئندہ بھی انشاء اللہ تفصیل سے ثابت ہوگا کہ یہ آیت بیان واقعہ ہے۔ یعنی چونکہ جناب امیرؑ نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی اس وجہ سے خدا نے اس صفت کے ساتھ جناب امیرؑ کو حاکم ارشاد فرمایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنی تمام عمر میں کبھی حالت رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی۔ پھر خواہ مخواہ اس آیت کا نزول خلیفہ اول کے واسطے کیونکر ہو سکتا ہے کیا یہ خدا کے اوپر افترا نہیں ہے۔ اور کیا خدا بھی شوکت عمریہ اور جبر وتمیت خالدیہ کے رعب میں آگیا اور جھوٹ کا مرتکب ہوا۔ مگر یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ رسول کی طرح خدا بھی ہذیان بکنے لگا۔ تو اس کا میرے پاس جواب نہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ کافیۃ للناظر البصیر والناقد الخبیر۔

اس بیان سے بہت اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر کے بارے میں اس آیت کے نزول کا قول یا روایت دونوں سراسر کذب محض افترا اور بہتان بحت ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

دوسرا قول یعنی اس آیت کا عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہونا۔ اسکی حالت بھی قریب قریب ہی ہے جو قول اول کی تھی۔ ملا جلال الدین سیوطی نے درمنثور جلد ۲ ص ۲۹۳ میں یوں ذکر کیا ہے۔ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن عطیہ بن سعد۔ قال نزلت فی عبادۃ بن صامت۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیہ ترجمہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عطیہ بن سعد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ انما ولیکم اللہ عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہوا۔

اس روایت کے راوی اول عطیہ بن سعد ہیں جو تابعی تھے۔ لہذا یہ روایت بھی مرسل و مقطوع ہے اور کسی طرح قابل وثوق نہیں ہو سکتی۔ صحابی یا زمانہ رسولؐ کا کوئی شخص اس کا بیان کرنے والا نہیں۔ نہ خود عبادہ بن صامت نے اپنے بارے میں نازل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور نہ جملہ مذاہب اسلام میں سے کوئی مذہب والا انکی امامت کا قائل ہے۔ نہ مشہور تفاسیر بیضاوی۔ کشاف۔ جلالین وغیرہ میں سے کسی نے ان کے بارے میں نازل ہونے کا قول یا احتمال اختیار کیا ہے۔ نہ اس روایت کے ساتھ سبب کا ذکر ہے۔ بلکہ علامہ ابن تیمیہ کے مذکور قول سے اس روایت کی بھی بہت واضح طور پر تکذیب ثابت ہوتی ہے۔ لہذا کسی طرح یہ قول بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود ان امور کے اگر جمع بین الروایات کیا جائے اور عبادہ بن صامت کو بھی مثل عبداللہ بن سلام کے منجملہ مخاطبین ولیکم کے قرار دیا جائے تو ہمارا اس روایت کو صحیح فرض کر لینے میں بھی کوئی نقصان نہیں۔ اور عبادہ کا منجملہ مخاطبین ہونا محض خیال و احتمال ہی نہیں بلکہ یقینی اور متعین بھی ہے اور اسکے خلاف سراسر غلط ہے بلکہ جو لوگ بھی اسکے قائل ہیں کہ یہ آیت عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اسکے بھی ضرور قائل ہیں کہ ضمیر کم سے جن لوگوں کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ منجملہ انکے عبادہ بن صامت بھی ہیں۔ اس کا کوئی شخص قائل نہیں کہ الذین آمنوا سے مراد عبادہ بن صامت ہیں۔ یہ محض میرا ہی خیال نہیں بلکہ سنیوں کے امام فخرالدین رازی بھی ہمارے ہم آہنگ ہیں چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۱ اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں۔

المسئلة الاولیٰ فی قوله والذین آمنوا قولان الاول ان المراد عامة المؤمنین وذلک لان عبادة بن الصامت لما تبرء من الیهود وقال انا بریٔ الی الله من حلف قریظه ونضیر وا تولی الله ورسوله نزلت هذه الآیة

علے دقیق قولہ ترجمہ۔ پہلا مسئلہ الذین آمنوا کے بارے میں دو قول ہیں۔
پہلا قول یہ ہے کہ اس سے عام مومنین مراد ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب
عبادہ بن صامت نے یہود سے بیزاری اختیار کی اور کہا کہ میں قریظہ اور نضیر
سے خدا کے بھروسے بیزار ہوں اور خدا اور اوسکے رسولؐ کو اپنا سرپرست
سمجھتا ہوں۔ تو یہ آیت اونکے کہنے کے مطابق نازل ہوئی۔
اس تقریر سے بہت واضح طور پر ثابت ہوا کہ الذین آمنوا سے عبادہ
بن صامت ہرگز مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اگر آیت کا نزول عبادہ کے بارے میں ہے
تو اسی حیثیت سے کہ اون سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم اپنا سرپرست فلاں
فلاں اور فلاں کو سمجھو اور مانو یہ نہیں کہ خدا اور رسولؐ اور عبادہ بن صامت
مومنین کے سرپرست ہیں۔
اس تقریر سے ایک تمہیدی فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ حقیقۃً آیہ انما
ولیکم اللہ کا نزول ہی عبادہ کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ محض ایک اشتباہ
سے یہ روایت اور قول اختیار کیا گیا ہے اور اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ
آیت اور اوسکے بعد والی آیت من یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان
حزب اللہ ھم الغالبون۔ ایسی بلا فاصلہ اور متصل و مرتبط ہے کہ ایک کی
دوسرے سے جدائی بادی النظر میں محسوس نہیں ہوتی اور حقیقۃً بعد والی آیۃ
عبادہ وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کی تصریح امام رازی کی مذکورۂ
تقریر سے ثابت ہوتی ہے۔ ذرا غور سے دیکھئے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ امام
رازی کا ارادہ یہ نہ ہو مگر حق برزبان جاری قلم سے وہی ادا ہوا جو واقعتھا
وہ لکھتے ہیں۔ کہ جب عبادہ نے کہا کہ میں خدا اور اوسکے رسولؐ کو اپنا سرپرست
سمجھتا ہوں تو یہ آیت اونکے کہنے کے مطابق نازل ہوئی اور یہ ظاہر ہے
کہ (تولی اللہ ورسولہ) میں خدا اور رسولؐ کو اپنا سرپرست سمجھتا ہوں کے

مطابق من یتولی اللہ ورسولہ (جس نے خدا اور رسول کو سرپرست سمجھا) ہے۔ انما ولیکم اللہ نہیں ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب عبادہ نے یہود سے بیزاری اختیار کی تو اوسکے بعد آیہ انما ولیکم اللہ نازل ہوا اور اسکے بعد جب عبادہ نے اسکی تصدیق کی اور اتولی اللہ ورسولہ کہا تب من یتولی اللہ ورسولہ نازل ہوا۔ وھو اعلم بحقیقۃ الحال

اس تقریر میں بھی امام رازی اپنے تعصب اور دیانت سے باز نہ آئے اور نقل قول میں بھی الذین آمنوا کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ عبادہ بن صامت نے صرف اتولی اللہ ورسولہ کہا بلکہ اسکے ساتھ الذین آمنوا بھی ضرور کہا ہوگا اور اس کا ثبوت بھی صرف امام صاحب ہی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کیونکہ خواہ انما ولیکم اللہ کو عبادہ کے حق میں نازل ہونا فرض کریں یا من یتولی اللہ کو مگر دونوں میں الذین آمنوا موجود ہے پھر اگر عبادہ نے صرف اتولی اللہ ورسولہ کہا اور الذین آمنوا کو چھوڑ دیا تو مطابقت کہاں باقی رہی۔ مطابقت کا انحصار تو صرف اسی میں ہے کہ اتولی اللہ ورسولہ کے ساتھ الذین آمنوا بھی کہے۔

بات یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی فضیلت کی ذرا سی جھلک بھی ان لوگوں نے دیکھی تو اوس کا ظاہر اور بیان کرنا اس قدر شاق ہوتا ہے کہ ادسے بھاری پتھر سمجھکر صرف چومنا بھی نہیں چاہتے۔ یادہ الشیائی شعراء کے ہجر کی شب ہو لی ہے کہ کسی طرح کاٹے نہیں کٹتی۔

دوسرا تعصب جو امام صاحب سے ظاہر ہوا وہ بھی فروگزاشت کے قابل نہیں بلکہ ذرا سی دقت نظر اور غور سے ملاحظہ کے لائق ہے۔ خود امام صاحب کی تقریر سے ثابت ہوا کہ عبادہ کے حق میں آیہ من یتولی اللہ نازل ہوا پھر باوجود اسکے یہ دیدہ دلیری کہ لوگوں کو کیچڑ میں پھنسائے رہنے کے واسطے عبادہ کا واقعہ آیہ انما ولیکم اللہ

کی تفسیر کے ذیل میں درج کرنا اور من یتولی اللہ کے تحت میں لکھنا کیسی خوش نیتی اور دیانت ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ کسی طرح اس آیت کا جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونا مشتبہ ہو جائے۔ ساری کھینچ اور تکلف بلی بس اسی کی ہے۔

مگر امام صاحب کی طرف سے یہ قبول معذرت ہو سکتی ہے کہ میرا تمام ہی امام المشککین ہے۔ آخر اسم بامسمی ہونے کے واسطے کچھ تو دلائل ہونے ضرور ہیں۔ تو گویا ہو کچھوں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ یا تو یہ روایت سرے سے غلط اور علے حالہا ہرگز قابل قبول نہیں۔ یا من یتولی اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون سے مرتبط ہے مگر وہ بھی اس طرح نہیں کہ الذین امنوا کا عبادہ کو مصداق یا منجملہ افراد کے قرار دیں بلکہ عبادہ مَن کے تحت میں شامل ہونگے اور اگر بفرض محال آیہ انما ولیکم اللہ کا عبادہ کے بارے میں نازل ہونا مان لیا جائے تو بھی عبادہ نہ الذین امنوا کے ہرگز مصداق ہو سکتے ہیں نہ اوس میں داخل بلکہ ضمیر کُم کے مخاطبین میں سے ایک بھی ہیں۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ آیہ انما ولیکم اللہ کے الذین امنوا سے عبادہ بن صامت کو کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں ہے۔ وہو المطلوب۔

اب ایک نہایت حیرت انگیز لطیفہ سنئیے اور سمند ناز پر ایک اور تازیانہ دیکھیے اور امام صاحب کی دیانت اور زبردستی کی جادو بیانی کی قلعہ بندی اور میری طلسم کشائی کا تماشا دیکھیے۔

آپ اگلی چند سطر ما قبل والی آیت یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری الخ کی تفسیر کے تحت میں ص۴۲۵ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ روی ان عبادۃ بن صامت جاء الی رسول اللہ فتبرأ عندہ من موالاۃ الیہود فقال عبد اللہ ابن ابی لکنی لا اتبرأ منہم لانی اخاف الدوائر فنزلت ھذہ الآیۃ۔ ترجمہ:۔ روایت میں ہے کہ عبادہ بن صامت حضرت رسولؐ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہود کی موالاۃ سے علیحدگی ظاہر کی تب عبد اللہ ابن ابی بول اوٹھا کہ میں تو اون سے بیزاری نہیں کر سکتا کیونکہ میں زمانہ کی گردشوں سے ڈرتا ہوں - اوس وقت یہ آیۃ نازل ہوئی - دیکھا آپنے امام صاحب کے اضطراب پریشانی اور حرکت مذبوحی کو - ایک بیچارہ عبادہ بن صامت ہے کہ اوسی کو ہر جگہ اوچکائے پھرتے ہیں - کبھی فرماتے ہیں کہ انکی بیزاری پر یہ آیت نازل ہوئی کبھی فرماتے ہیں وہ آیت نازل ہوئی - اس صریحی تناقض کا کیا جواب ہو سکتا ہے ؟

اور کیا کوئی شخص اب بھی امام صاحب کو شتر مرغ کی تشبیہ سے بچا سکتا ہے وھم فی طغیانھم یعمھون -

اس تقریر سے جہاں امام صاحب کا تہافت اور تناقض ثابت ہوا میرے مطلب کی تائید بھی بہت خوبصورتی سے ہوگئی - کیونکہ امام صاحب نے یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود الخ کی تفسیر کے تحت میں مروی (روایت میں ہے) کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور اس آیت مجوزہ کا عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہونا محض امام صاحب وغیرہ کا خیالی پلاؤ اور اپنی ذاتی منگھڑت ہے اور ما قبل والی کی نزول کی موید روایت ہے اور یہ واضح ہے کہ روایت کے مقابلہ میں امام صاحب کے قول کی کہاں تک وقعت ہو سکتی ہے -

بلکہ اس سے آفتاب تاباں کی طرح سے روشن ہو گیا کہ خود امام صاحب کے نزدیک بھی آیہ مجوزہ کا عبادہ کے بارے میں نازل ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے بلکہ عطیہ بن سعد کی تفسیر بالرائے اور محض اونکا ذاتی خیال اور قول ہے - اور وہ بھی تسلسل و اتصال کی وجہ سے محض اشتباہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلا اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اس بیان سے بہت اچھی طرح ثابت ہوا کہ یہ قول سرے سے غلط اور علی حالہ ہرگز

قابل قبول نہیں یا آیہ من یتولی اللہ سے مرتبط ہے مگر وہ اس طرح سے نہیں کہ عبادہ کو الذین آمنوا کا مصداق یا منجملہ افراد قرار دیں بلکہ عبادہ من کے تحت میں شامل ہوں گے اور اگر بفرض محال آیہ انما ولیکم اللہ کا عبادہ کے بارے میں نازل ہونا مانا جائے تو بھی عبادہ نہ الذین آمنوا کے مصداق ہوسکتے ہیں نہ اوسمیں داخل بلکہ ضمیر کُمْ کے مخاطبین میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بہرحال کہ یہ انما ولیکم اللہ کے الذین آمنوا سے عبادہ بن صامت کو کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں ہے۔ وہو المطلوب۔

تیسرا قول۔ یعنی عبداللہ بن سلام کے بارے میں اس آیۃ کا نازل ہونا۔

اس قول پر چونکہ اسکی موید روایت بھی ہے سنیوں کو بڑا ناز ہے بلکہ بعض ناقابل متعصبین اسی کو اصح الاقوال کہتے ہیں۔ بلکہ شیعوں سے قطع نظر کرکے اون لوگوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا جو اس آیت کے عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونے سے انکار کرتا ہو بلکہ اہل سنت کے علمار متعصبین اور جناب امیرؑ کے فضائل کے منکرین اور اخفار مناقب کے مشاقین اور ناصبین عبداللہ بن سلام کو ایک آڑ قرار دیکر انھیں کے بارے میں آیہ مبحوثہ کے نازل ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور آسانی سے نزل فی عبداللہ بن سلام (عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے) کہکر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

مگر یہ نہیں سمجھتے (سمجھتے تو ضرور ہیں مگر زبان سے اقرار نہیں کرتے) کہ اس قول میں اور چوتھے قول (آیہ مبحوثہ کا جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی) میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ گویا تلازم ہے اور ایک اثبات دوسرے کے ثبوت کو مستلزم ہے۔

بہرحال میں اگر مان بھی لوں کہ یہ روایت بھی صحیح اور یہ قول بھی درست ہے تو بھی میرا مقصود فوت نہیں ہوتا بلکہ بدرجہ اولے ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر میں اس قول کے موید روایتوں کو علیحدہ ذکر نہ کروں گا بلکہ چوتھے قول کے اثبات میں جو روایتیں

یا اقوال شواہد کے طور پر پیش کروں گا اور نیز پہلے اونھیں روایات و اقوال کو درج کروں گا جو تیسرے قول کی بھی موید ہیں ۔ اب رہی یہ بات کہ تیسرے قول کے اثبات سے چوتھے قول کا ثبوت کیونکر لازم آئیگا ۔ اسکے چند وجوہ ہیں ۔

(۱) عبد اللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونے کی جو روایت بیان کی گئی ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے چند تازہ مسلمان ساتھیوں کے ساتھ حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ جب سے ہم لوگوں نے یہودیوں کے دین کو چھوڑا اور صدق دل سے مسلمان ہوئے ہیں اوس وقت سے ہماری قوم کے لوگ ہمارے دشمن ہوگئے ہیں اور باہم قسم کھا بیٹھے ہیں کہ ہمارے ساتھ ملنا جلنا ۔ کھانا پینا ترک کریں اور ہماری عداوت پر کمر کھلا کمر بستہ ہیں ۔ وطن تو کال کوسوں دور ہے یہاں بھی اس مسجد کے سوا ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ۔ کس سے ملیں کس کے پاس بیٹھیں ۔ اب ہمارا نہ کوئی دستگیر ہے نہ سرپرست ۔ آخر کیا کریں کیا نہ کریں ۔ سخت حیران ہیں ۔

وہ ابھی پریشانی کا افسانہ اور نارسائی کا شکوہ کر ہی رہے تھے کہ اونکی تشفی تسلی اور دلاسا کے واسطے خدا نے یہ آیت انما ولیکم اللہ نازل کی ۔ مطلب یہ تھا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں خدا اور رسولؐ اور وہ شخص تمہارا سرپرست موجود ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی ۔

اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی اور رسول اللہؐ اون لوگوں کو ساتھ لئے مسجد میں تشریف لائے ۔ عبد اللہ بن سلام خدا اور رسول کو تو پہچانتے ہی تھے ۔ اب اوس شخص کا پہچاننا باقی تھا ۔ رسولؐ کا فرض تھا کہ عبد اللہ بن سلام کو بھی اور دوسروں کو بھی اوس شخص کو پہچنوا دیں ۔ مسجد میں پہونچتے ہی ایک سائل پر نظر پڑی اوسسے عبد اللہ بن سلام کے سامنے پوچھا بھلا تجھے کسی نے

بجھ دیا بھی؟ وہ بولا ہاں۔ آپنے پوچھا کس نے اوس نے (حضرت علی علیہ السلام کیطرف اشارہ کرکے) عرض کی اوس آدمی نے (وہ بھی شاید حضرت علیؑ کو پہچانتا نہ تھا) جو کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے پھر پوچھا تجھے کس حالت میں دیا وہ کہنے لگا رکوع کی حالت میں۔ یہ سنتے ہی حضرتؐ نے جوش مسرت میں باواز بلند تکبیر کہی اور اوسکے بعد والی آیۃ ومن یتولی اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون کی تلاوۃ فرمائی۔ خلاصہ عبداللہ بن سلام کی شکایت پر خدا نے اونکی تشفی کردی اور بتادیا کہ فلاں فلاں تمہارے سرپرست و دستگیر ہیں تم گھبراؤ نہیں اور ہراساں نہ ہو۔ فقط یہی نہیں بلکہ یہ بھی خدا نے بتادیا کہ تمہاری قوم کا قہر وغلبہ باقی نہ رہے گا اگر تم نے سچے دل سے خدا اور رسولؐ و علیؑ کو اپنا سرپرست وحاکم سمجھ لیا تو تمہیں لوگ غالب اور رہو گے

اب مجھے زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اور سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی تو بھی جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونا خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔ میں اپنے دوسرے مقدمہ میں ثابت کرچکا ہوں کہ اس آیت میں ولی کے معنی حاکم وسرپرست کے ہیں

پس اگر اسکو تسلیم بھی کرلیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی تو یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا کہ آیہ مبحوثہ میں الذین اٰمنوا سے ہرگز عبداللہ بن سلام مراد نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو آیۃ کا یہ مطلب ہوجائیگا کہ مومنوں کے حاکم وسرپرست خدا و رسول و عبداللہ بن سلام ہیں۔

حالانکہ تمام اہل اسلام میں سے کوئی شخص انکی امامت وحکومت کا قائل نہیں ہے نہ خود عبداللہ بن سلام ہی کبھی بھولے سے اسکے مدعی ہوئے۔ فقط یہی نہیں

بلکہ اس صورت میں خدا کا کلام خبط اور بے ربط ہو جائیگا کیونکہ یہاں تو خود عبد اللہ بن سلام اس پر رو رہے ہیں کہ ہمارا کوئی دستگیر و سرپرست نہیں۔ پس ضرورت اسکی تھی کہ خدا اون کے سرپرست کو بتا کر اون کی تشفی کر دے نہ کہ خود ادنھیں کو خواہ مخواہ تمام مومنین کا حاکم و سرپرست کہلائے۔

آپ میاں مانگتے اور دروازے کھڑے درویش۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

پس بہت واضح طور پر ثابت ہوا کہ ولیکم کے کُمْ کا خطاب عبد اللہ بن سلام وغیرہ کی طرف ہے اور الذین اٰمنوا سے مراد کوئی دوسرا بزرگ ہے جسکو خدا نے تمام مومنین کا حاکم و سرپرست بنایا ہے۔

(۳) تمام علماء فقہا محدثین اور اصولیین کا ایک نہایت مضبوط و مستحکم اصول جمع بین الروایتین ہے اور جب تک یہ ممکن ہوتا ہے ہرگز اسکو ترک کر کے دوسرا طریقہ اختیار نہیں کرتے اور عقل سلیم و فہم مستقیم بھی اسی کی رہبری کرتی ہے اور اس پر کسی فرد بشر کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہم اسی اصول کو مد نظر رکھ کر کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت پوری عبد اللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی اور دوسرے شخص کو اس سے کوئی تعلق و سروکار نہیں ہے تو اولاً روایت مذکورہ کی وہی حالت ہوگی جیسے کوئی شخص صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کا قائل ہو اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دے کیونکہ اوسی روایت میں جہاں عبد اللہ بن سلام کے شکوے اور نزول آیت کا ذکر ہے اوسکے ساتھ حضرت رسولؐ کا اونکو ساتھ لئے مسجد میں آنا اور سائل سے کچھ باتیں پوچھکر جناب امیرؑ کو حاکم و سرپرست فرمانا بھی مذکور ہے۔

ثانیاً۔ بہت سی روایات کی (جن کو میں آیندہ ذکر کروں گا) تکذیب لازم آتی ہے۔

حالانکہ اگر اون روایات کے تواتر کو بھی نہ مانیں تو بھی اس قدر کثیر ہیں کہ ہرگز کوئی

عقل سلیم ایک یا دو روایت کے مقابلہ میں اس قدر کثیر التعداد روایات کی تکذیب کو پسند نہ کریگی اور اگر ایسا ہو تو ایسی عقل پر پتھر پڑے۔

اسکے علاوہ جب ہم دونوں قسم کی روایتوں کو صحیح فرض کرتے ہیں تو کوئی خرابی بھی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ایک نہایت معقول نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

پس ضروری اور لازمی ہے کہ آیہ مبحوثہ کا عبداللہ بن سلام اور جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونے کے قائل ہوں اور دونوں کو اس میں جمع کریں کہ کمنہ کا خطاب عبداللہ بن سلام کی طرف ہے اور الذین آمنوا سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں۔

(۴) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۰ اس آیۃ کی تفسیر کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ المسئلۃ الاولیٰ فی قولہ والذین آمنوا قولان الاول ان المراد عامۃ المومنین وذلک لان رشم قال بعد ذکر قصۃ عبادۃ بن صامت کما ذکرنا) وروی ایضاً ان عبد اللہ بن سلام قال یا رسول اللہ ان قومنا قد ھجرونا واقسموا ان لا یجالسونا ولا نستطیع مجالسۃ اصحابک لبعد المنازل فنزلت ھذہ الایۃ فقال رضینا باللہ ورسولہ وبالمومنین اولیاء۔

ترجمہ:۔ پہلا مسئلہ الذین آمنوا کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے عام مومنین مراد ہیں۔ کیونکہ بیشک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ ہماری قوم نے ہم لوگوں کو چھوڑ دیا اور قسم کھائی ہے کہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے بھی نہیں اور چونکہ ہمارے گھر دور دور بسے ہیں آپ کے اصحاب کے ساتھ بھی بیٹھ نہیں سکتے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تب عبداللہ بن سلام نے کہا ہم خدا اور رسول اور مومنین کے ولی ہونے سے راضی ہوئے۔

اس بیان میں امام صاحب نے روایت میں جو قطع و برید اور کتر بیونت کی ہے جسکی وجہ سے مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ مجھے اوس سے تعرض کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مجھے تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ اگرچہ اس آیت کا نزول عبد اللہ بن سلام کے حق میں فرض لیا جائے مگر اوس پر بھی خود امام صاحب الذین اٰمنوا سے عبد اللہ بن سلام کو مراد نہیں لیتے بلکہ دوسرے کو۔ اور عبد اللہ بن سلام کو صرف ضمیر کُم کا مخاطب قرار دیتے ہیں۔

باقی رہا الذین اٰمنوا سے عام مومنین کا مراد ہونا محض لغو ہے کیونکہ میں اپنے چوتھے مقدمہ میں بہت اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں کہ اس سے تمام مومنین کا مراد ہونا محال ہے۔ اور آئندہ ثابت کروں گا کہ اس سے یقینی حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت کا نزول عبد اللہ بن سلام کے حق میں فرض کرنے سے جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونا منافات نہیں رکھتا بلکہ ایک گونہ تلازم ہے وہو المطلوب۔

امام فخر الدین رازی کچھ آگے چلکر مسئلہ کی دوسری شق میں الذین اٰمنوا سے خاص شخص کا مراد ہونا جلد ۳ صفحہ ۴۳۱ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ روی عطاء عن ابن عباس انہا نزلت فی علی بن ابیطالبؑ وروی ان عبد اللہ بن سلام قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قلت یا رسول اللہ انا رایت علیا تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ

ترجمہ:۔ عطا نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علی ابن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوئی اور یہ بھی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو خود عبد اللہ بن سلام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ حضرت علی نے بحالت رکوع میں اپنی انگوٹھی راہ خدا میں دی تو ہم اونکو اپنا حاکم و سرپرست سمجھتے اور مانتے ہیں۔

کیوں ناظرین کیا اب بھی کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ اب تو بقول شخصے اقرار مقر العبید بدست خاص ہے ۔ اب تو عبد اللہ بن سلام خود جناب امیر علیہ السلام کی حکومت و سرپرستی کا اقرار کر رہے ہیں ۔

اور سُنیوں کے سرمایہ ناز مفسر حضرت عبداللہ بن عباس (جن کو فن تفسیر میں جناب امیرؑ سے بھی بالاتر کہتے ہیں حالانکہ حقیقۃً ابن عباس جناب امیرؑ کے ایک ادنیٰ شاگرد تھے) شہادت دے رہے ہیں اور اس پر طرہ مزید یہ ہے کہ امام المشککین فخر الدین رازی صاحب بڑی چیز کی تفسیر کبیر میں لکھ رہے ہیں

اللھم لک الحمد و لک الشکر　　　الفضل ما شھدت بہ الاعداء

سے کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　　جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

چوتھا قول یعنی اس آیت کا حضرت علی ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہونا یہ قول ایسا مضبوط و مبرہن اور اس قدر مستحکم بدلائل ہے کہ دشمنوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ۔ مفسرین میں سے بہت کم لوگ ہیں جو اس قول سے انکار و گریز کرتے ہیں ۔ بہت سے لوگوں نے ولی کے معنی میں خواہ مخواہ کی تاویلیں کیں مگر جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کے قائل ضرور ہیں ۔

سابقین میں خواہ علمائے اہل سنت ہوں یا اہل تشیع شاذ و نادر کے سوا ہر شخص متفق اللفظ گویا ہے اور اسکو بحیثیت روایت متواتر اور بحیثیت اقوال اجماعی کہنے میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا ۔ امام رازی اگرچہ امام المشککین کہلانے اور تعصب و تعنت میں درجہ اعلیٰ پر فائز ہیں اور اس بحث میں بہت سی موشگافیاں اور چہ می گوئیاں کی ہیں ۔ (کما سنبین منہا) مگر اس بات سے صاف انکار نہیں کیا کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ۔ شان نزول کے انکار کی ابتدا اگر تم پوچھیے تو علامہ ابن تیمیہ سے ہوئی جو آٹھویں یا نویں صدی میں پیدا ہوئے اور تعصب بدزبانی اور اہلبیت رسولؐ کی عداوۃ میں اپنا مثل

ونظیر نہیں رکھتے اور فرقہ نجدیہ وہابیہ (جسکے بانی نے سب سے پہلے حضرت رسولؐ کے روضہ کے ڈھانے میں اپنے ہاتھ کی صفائی دکھائی) کے سرمایہ ناز اور سرتاج بلکہ خدا جانے اور کیا کیا ہیں۔ ان کے بعد بہتیروں نے اس بہتے پانی میں ہاتھ پاؤں ڈالدیئے اور بغیر ادھر اُدھر دیکھے بھالے آنکھیں بند کئے عدم آباد کی راہ لی۔ پھر اس رنگ کو ہندوستان میں سب سے پہلے ایک کابلی پر شاہ ولی اللہ صاحب نے اُچھالا۔ اوسکے بعد اونکے پیارے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے مکائد کے جال پھیلائے۔ چونکہ میری اس نزاع وبحث اور مناظرہ کا نتیجہ اور تمام مطالب ومقاصدکا ہیر پھیر یہی قول ہے اسی بنا پر میں نے اسکی مخالف جتنی باتیں نظر پڑیں سب کی قلعی کھول دی ہے۔ بہت سی باتیں ناظرین کے ملاحظہ سے گزرچکی ہیں۔ امام صاحب کی بھی خبر لی گئی ہے اور علامہ صاحب کی بھی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ آیندہ جو امور باقی رہ گئے ہیں ملاحظہ سے گزرینگے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور اونکے پدر بزرگوار کی نیرنگیوں کا تماشا بھی قابل دید ہوگا۔

یہ بات بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ اس آیت کا جناب امیرؑ کی شان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ضمیر کُمْ کے مخاطب عبادہ بن صامت ہوں یا عبداللہ بن سلام اصحاب رسول ہوں یا عام مومنین مگر الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون سے صرف جناب امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں۔

اب میں پہلے اون روایات کو عرض کرتا ہوں جو الذین آمنوا سے جناب امیرؑ کے مراد ہونے کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سلام کی ضمیر کم سے مخاطب ہونے پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ اخرج ابن مردویہ من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس

قال اتی عبد اللہ بن سلام و رھط من اھل الکتاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عند الظھر فقال یا رسول اللہ ان بیوتنا قاصیۃ لا نجد من یجالسنا و یخالطنا دون ھذا المسجد و ان قومنا لما راونا قد صدقنا اللہ و رسولہ و ترکنا دینھم اظھروا العداوۃ و اقسموا ان لا یخالطونا ولا یواکلونا فشق ذلک علینا فبینا ھم یشکون ذلک الی رسول اللہ اذ نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ونودی بالصلوٰۃ صلوٰۃ الظھر وخرج رسول اللہ الی المسجد والناس یصلون بین راکع وساجد وقائم وقاعد۔ واذا مسکین یسأل فدخل رسول اللہ فقال ھل اعطاک احد شیئاً قال نعم قال من قال ذلک الرجل القائم قال علی ای حال اعطاکہ قال وھو راکع قال وذلک علی ابن ابیطالب فکبر رسول اللہ وھو یقول ومن یتول اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون

ترجمہ :۔ حافظ ابن مردویہ (اہلسنت کے بہت مستند عالم) نے محمد بن سائب کلبی کے طریقہ سے ابوصالح سے اور اونھوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام اور اون کے کچھ ساتھی اہل کتاب حضرت رسولؐ کی خدمت میں ظہر کے وقت حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہمارے گھر دور دیس ہیں اور یہاں بجز اس مسجد کے سوا ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں کہ ہم نشست برخاست اور میل جول کریں اور ہماری قوم نے جب دیکھا کہ ہم نے خدا اور رسولؐ کی تصدیق کی اور اون کے دین کو چھوڑ دیا تو ہم سے کھلم کھلا عداوۃ کرنے لگے اور قسم کھائی ہے کہ ہمارے نشست برخاست کھانا پینا ترک کر دیں یہ ہم پر بہت شاق اور گراں ہے۔ وہ لوگ آپکے

پاس یہ شکوے بیان کر ہی رہے تھے کہ یہ آیت انما ولیکم اللہ نازل ہوئی اتنے میں ظہر کی نماز ہوئی تو حضرت مسجد کی طرف چلے اور لوگ رکوع وسجود وقیام وقعود کی حالت میں تھے کہ آپکی نظر ایک سائل پر پڑی۔ غرض آپ مسجد میں تشریف لائے اور اوس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا بھی؟ عرض کی ہاں پوچھا کس نے۔ بولا۔ اس شخص نے جو کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔ پھر پوچھا کس حالت میں دیا کہا رکوع کی حالت میں۔ ابن عباس کہتے ہیں جسکی طرف اوسنے اشارہ کیا تھا وہ علی ابن ابیطالبؑ تھے۔ غرض یہ سنتے ہی حضرت رسولؐ نے تکبیر کہی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ من یتولی اللہ الخ جس نے خدا اور رسولؐ اور اوس مومن خاص کو اپنا حاکم وسرپرست سمجھا تو خدا کا گروہ ضرور غالب ہے۔

(۲) شمس الاسلام صدر الائمہ ابو المویٔد موفق بن احمد مکی خوارزمی المعروف بہ اخطب خوارزمی اپنی کتاب المناقب کے ۱۷ فصل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اخبرنا الامام الاجل سراج الدین شمس الائمہ اخی ابو الفرج محمد بن احمد الطاہر ادام اللہ سموہ قال اخبرنا الشیخ الامام الزاہد ابو محمد اسمٰعیل بن علی بن اسمٰعیل قال حدثنا السید الاجل الامام المرشد باللہ ابو الحسین یحییٰ بن الموفق باللہ۔ قال اخبرنا ابو احمد محمد بن علی المودب المعروف بالمکفوف بقراءتی مافیہ قال اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر قال حدثنا الحسن بن محمد بن ابی ہریرہ قال حدثنا عبد اللہ بن عبد الوہاب۔ قال حدثنا محمد بن الاسود عن محمد بن مروان عن محمد بن سائب عن ابی صالح عن ابن عباس قال اقبل عبد اللہ بن سلام ومعہ نفر من قومہ ممن قد آمنوا بالنبی صلے اللہ علیہ وآلہ فقالوا یارسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون

هذا المجلس وان قومنا لما رأونا آمنا بالله ورسوله وصدقناه رفضونا وآلوا على انفسهم ان لا يجالسونا ولا يناكحونا ولا يكلمونا فشق ذلك علينا فقال لهم النبیؐ انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون ـ ثم ان النبیؐ خرج الى المسجد والناس بين قائم وراكع فنظر الى سائل فقال له النبیؐ هل اعطاك احد شيئا قال نعم خاتم من فضة فقال له النبی على اى حال اعطاك قال اعطانی وهو راكع فكبر النبیؐ ثم قرء ومن يتولى الله ورسوله والذين آمنوا فان حزب الله هم الغالبون فانشأ حسان يقول فی ذلك شعر

ابا حسن تفديك نفسی ومهجتی ـ وكل بطیء فی الهدى ومسارع ايذهب مدحيك المحبر ضايعاً وما المدح فی جنب الاله بضائع فانت الذی اعطيت اذ كنت راكعاً ـ فدتك نفوس القوم يا خير راكع ـ فانزل فيك الله خير ولاية ـ فبينها فی محكمات الشرائع

ترجمہ باسناد متصل

مجھے خبر دی میرے بھائی شمس الائمہ ابو الفرج محمد بن احمد نے کہ مجھ سے بیان کیا امام زاہد ابو محمد اسمٰعیل نے امام مرشد باللہ ابو الحسین یحییٰ بن موفق باللہ سے ابو احمد محمد مکفوف سے ابو محمد عبد اللہ سے حسن بن محمد سے عبد اللہ بن عبد الوہاب سے ـ محمد بن اسود سے ـ محمد بن مروان سے ـ محمد بن سائب سے ابو صالح سے ـ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ جو رسول اللہ پر تازہ ایمان لائے تھے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہمارے گھر دور دور ہیں اور ہمارے لئے اس صحبت کے سوا کوئی نشست گاہ ہے نہ گفت و شنید کی جگہ ـ اور ہماری قوم نے جب دیکھا کہ ہم خدا اور رسولؐ پر ایمان

لے آئے ہیں اور اوسکی تصدیق کی ہے تو اون لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسم
کھائی ہے کہ نہ ہمارے ساتھ نشست و برخاست کریں نہ شادی بیاہ کریں
نہ بات چیت تو ہم پر یہ بہت شاق و گراں گزرتا ہے اوس وقت حضرتؐ نے فرمایا
تمہارا سرپرست بس خدا ہے اور اوس کا رسولؐ اور وہ مومن کامل جو پابندی
سے نماز ادا کرتا ہے اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتا ہے۔ پھر حضرت رسولؐ
مسجد کی طرف تشریف لے چلے اور لوگ کچھ تو حالت قیام میں تھے اور کچھ رکوع
میں۔ پھر حضرتؐ کی نظر ایک سائل پر پڑی تو آپ نے پوچھا کیا کسی نے کچھ دیا
ہے؟ اوس نے عرض کی ہاں ایک چاندی کی انگوٹھی۔ پھر حضرتؐ نے پوچھا تجھے
کس حالت میں دی وہ بولا رکوع کی حالت میں۔ یہ سنتے ہی حضرتؐ نے تکبیر کہی
پھر آپ نے آیہ ومن یتول اللہ کی تلاوت فرمائی۔ اوسکے بعد حسان بن ثابت
شاعر اسلام نے یہ اشعار نظم کئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ابوالحسنؑ آپ پر
میری اور ہر ہدایت یافتہ کی جان و روح خواہ وہ جلد ایمان لایا ہو یا دیر میں
فدا ہو۔ کیا میری بازیب زین مدح جو میں نے آپکی شان میں کہی ہے بیکار
جائے گی (ہرگز نہیں کیونکہ) مدح تو بارگاہ خداوندی میں ضائع نہیں ہوا کرتی
اے سب سے بہتر رکوع کرنے والے آپ پر ساری قوم کی جان قربان ہو آپ ہی
وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حالت رکوع میں زکوۃ دی۔ خدا نے آپکی شان
میں سب سے بہتر حکومت نازل فرمائی اور اسکو شریعتوں کی محکم کتاب میں
ثابت کر دیا۔

تنبیہ: ۔ ان دونوں روایتوں میں یہ تفرقہ قابل غور ہے کہ پہلے روایت
میں عبداللہ بن سلام کی شکایت پر آیہ انما ولیکم اللہ کا اوسی وقت نازل ہونا
بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں حضرت رسولؐ کا اسی آیت کو تلاوت فرمانا
مذکور ہے۔ اور دونوں روایتوں کے راوی اول حضرت عبداللہ بن عباس ہی ہیں۔

اور میں آئندہ بہت سی روایتوں سے ثابت کروں گا کہ یہ آیت اوس وقت نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ اوسکے کچھ دیر قبل مسجد ہی میں نازل ہوئی تھی - اور یہ واضح ہے کہ ابن عباس سے اختلاف بیان خلاف قیاس وعقل ہے - پس معلوم ہوا کہ اون کے بعد کے کسی راوی سے یہ مسامحہ ہوا کہ قال کی جگہ نزلت کہہ دیا یا کسی کاتب نے غلطی کی ہے - اور روانی قلم میں تلاوت فرمائی کی جگہ نازل ہوئی لکھ گیا -

اور یہی جمع بین الروایات کا عمدہ اور مضبوط طریقہ ہے - کما بینا فتدبر

(۳) تفسیر نیشاپوری میں یوں تحریر ہے :- القول الثانی ان المراد شخص معین (ثم قال بعد سطر) وروی عطا عن ابن عباس انه روی ان عبد الله بن سلام قال لما نزلت هذه الآیة قلت یا رسول الله انا رایت علیا تصدق بخاتمه علی محتاج وهو راکع فنحن نتولاه -

ترجمہ: دوسرا قول یہ ہے کہ الذین آمنوا سے شخص معین مراد ہے اور عطا نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت علیؓ ہیں اور یہ بھی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن سلام نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی انگوٹھی ایک محتاج کو رکوع کی حالت میں خیرات کی تو ہم اونکو اپنا حاکم وسرپرست سمجھیں -

(۴) علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر جلالین میں (جس میں انھوں نے اصح وارجح روایت پر اختصار کرنے کا التزام کیا ہے) اس آیت کا عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونے کا اقرار کیا ہے -

(۵) علامہ خطیب شربینی نے بھی جو متاخرین اہلسنت میں ایک بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں اپنی تفسیر سراج منیر (جس میں بقول علماء اہلسنت ارجح واصح روایت کے ذکر کرنے کا التزام کیا ہے) میں اس آیت کا عبداللہ بن سلام

کے بارے میں نازل ہونا تسلیم کیا ہے۔

(۶) علامہ واحدی نے اپنی تفسیر وجیزہ میں (جسمیں التزام کیا ہے کہ جو قول جلیل القدر ثقات محدثین کی تحقیق میں صحیح قرار پاچکا ہے اوسی پر اکتفا کریگے) اس آیت کا عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونا اختیار کیا ہے۔

(۷) محی السنۃ علامہ بغوی نے اپنی کتاب معالم التنزیل میں جو اعلےٰ درجہ کی معتبر تفسیر ہے بروایت جابر بن عبداللہ انصاری و عبداللہ بن عباس اسی آیت کا عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونا بیان کیا ہے۔

(۸) صاحب مکائد عظمیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ وجماعتے از مفسرین گویند کہ چوں عبداللہ بن سلام کہ از احبار یہود بود بہ شرف اسلام مشرف شد تمام قبیلہ اوراترک نمود وباوے قطع سلوک نمود او شکایت ایں حالت بحضور رسالت پناہ آورد و گفت یا رسول اللہ ان قومنا ھجرونا پس ایں آیہ نازل شد و باعتبار فن حدیث ایں قول اصح الاقوال است۔

(۹) شاہ صاحب موصوف تنہا نہیں ان کے پدر بزرگوار بھی یہی بولی بول رہے ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ گفتہ است نزلت فی عبد اللہ بن سلام۔ لما ھجرہ قومہ من الیہود۔

(۱۰) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وروی ایضاً ان عبد اللہ بن سلام قال یا رسول اللہ ان قومنا قد ھجرونا و اقسموا ان لا یجالسونا ولا نستطیع مجالسۃ اصحابک لبعد المنازل فنزلت ھذہ الآیۃ فقال رضینا باللہ ورسولہ وبالمومنین اولیاء

ترجمہ:۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام نے عرض کی یا رسول اللہ ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسم کھالی ہے کہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے بھی

نہیں۔ اور چونکہ ہمارا گھر دور ہے اس وجہ سے ہم آپ کے اصحاب کے ساتھ بھی بیٹھ نہیں سکتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تب عبداللہ بن سلام نے کہا ہم خدا اور رسول اور مومنین کی سرپرستی سے راضی ہوئے۔

اسی روایت میں امام رازی صاحب نے جو قطع و برید کر کے مطلب کچھ کا کچھ کر دیا ہے اسکی طرف سابقاً اشارہ ہو چکا ہے۔ اسکے علاوہ اسی کے چند سطروں کے بعد ص۲۶ میں خود یوں رقمطراز ہیں۔ ذرا تماشا دیکھئے گا

وروی ان عبد اللہ بن سلام قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قلت یا رسول اللہ انا رأیت علیا تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ۔

ترجمہ:۔ روایت میں ہے کہ عبداللہ بن سلام نے خود بیان کیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے خود دیکھا کہ حضرت علیؑ نے ایک محتاج کو حالت رکوع میں خیرات دی تو ہم اونکو اپنا سرپرست سمجھیں۔

(۱۱) تفسیر روح المعانی۔ اخرج الحاکم وابن مردویہ وغیرھما عن ابن عباس رضی اللہ عنہما باسناد متصل قال اقبل ابن سلام ونفر من قومہ ممن آمنوا بالنبی فقالوا یا رسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون ھذا المسجد وان قومنا لما راوا انا امنا باللہ ورسولہ وصدقناہ رفضونا وآلوا علی انفسہم ان لا یجالسونا ولا ینا کحونا ولا یکلمونا فشق ذلک علینا فقال لہم النبی انما ولیکم اللہ۔

ترجمہ:۔ حاکم و ابن مردویہ وغیرہ نے ابن عباسؓ سے باسناد متصل روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام اور اونکے ہم قوم چند نو مسلمان حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہمارے گھر دور ہیں اور ہمارے لئے اس مسجد کے سوا نہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے اور نہ بات کرنے کی اور ہماری

قوم نے جب دیکھا کہ ہم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور اوسکی تصدیق کی ہے تو اون لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور باہم قسم کھالی ہے کہ نہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے نہ ہم سے شادی بیاہ کرینگے اور نہ ہم سے بات کرینگے یہ ہم پر بہت شاق اور گراں ہے تو حضرتؐ نے اون کے سامنے اس آیت کو پڑھا۔

(۳) تفسیر خازن میں (جو اہلسنت کی بڑی معتبر تفسیر ہے) یہ عبارت مذکور ہے۔

قال جابر بن عبد الله نزلت فی عبد الله بن سلام و ذلک انه جاء الی محمد فقال یا رسول الله ان قومنا قریظه و النضیر قد ھجرونا و فارقونا واقسموا ان لا یجالسونا فنزلت ھذہ الآیة۔

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ اس طرح کہ عبداللہ بن سلام حضرتؐ کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہماری قوم اور قبیلہ قریظہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم سے قطع تعلق کر لیا اور قسم کھالی ہے کہ ہمارے ساتھ اٹھینگے بیٹھیں گے بھی نہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تنبیہ:۔ ان روایات اور اقوال میں سے اگرچہ بعض بظاہر اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ آیت صرف عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ مگر میں تیسرے قول کے ضمن میں متعدد دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت کر چکا کہ جتنے روایات و اقوال عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ کل کے کل جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونے پر بدرجہ اولیٰ دلالت کرتے ہیں لہذا ان اقوال اور روایات کو جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کے شواہد میں شمار کرنا کسی طرح بیجا نہ ہوگا۔ اب میں ان روایات اور اقوال کو پیش کرتا ہوں جو صرف جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل

ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ناظرین پہلے ان روایات و اقوال کو ملاحظہ کریں جو علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر درمنثور جلد ۲ صـ۲۹۳ و ۲۹۴ میں ذکر کیے ہیں۔

(۱۳) اخرج الخطیب فی المتفق عن ابن عباس قال تصدق علی بخاتم وھو راکع فقال النبیؐ للسائل من اعطاک ھذا الخاتم قال ذاک الراکع فانزل اللہ انما ولیکم اللہ۔

ترجمہ: خطیب بغدادی نے اپنی کتاب متفق و مفترق میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں خیرات دی تو حضرت رسولؐ نے سائل سے پوچھا تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی تو سائل نے عرض کی اس شخص نے جو رکوع میں تھا تو خدا نے انما ولیکم اللہ نازل کی۔

(۱۴) اخرج عبد الرزاق عن ابن عباس فی قولہ انما ولیکم اللہ ورسولہ قال نزلت فی علی ابن ابیطالبؑ۔

ترجمہ:۔ امام عبد الرزاق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیہ انما ولیکم اللہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۱۵) علامہ عبد بن حمید نے بھی ابن عباس سے یہی روایت ذکر کی ہے کہ نزلت فی علی ابن ابیطالب۔

(۱۶) علامہ محمد ابن جریر طبری نے بھی ابن عباس سے اسی روایت کو ذکر کیا ہے

(۱۷) امام ابو الشیخ نے بھی ابن عباس سے یہی روایت بعینہٖ ذکر کی ہے۔

(۱۸) علامہ حافظ ابن مردویہ نے بھی یہ روایت انھیں الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے

(۱۹) اخرج الطبرانی فی الاوسط عن عمار بن یاسر قال وقف لعلی سائل وھو راکع فی صلوۃ التطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ فاعلمہ ذلک فنزلت علی النبیؐ ھذہ الآیۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا

الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون فقرءھا رسول اللہ علی اصحابہ ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۲۱۔ امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب امیر ستنی نماز کے رکوع میں تھے ایک سائل آپ کے پاس آیا آپ نے اپنی انگوٹھی اُتار کر سائل کو دیدی۔ اُسکے بعد حضرت رسولؐ کے پاس آکر اس واقعہ کی آپکو خبر دی۔ پس حضرت پر آیہ انما ولیکم اللہ نازل ہوا تو حضرتؐ نے اس آیۃ کو اپنے اصحاب کے سامنے پڑھا پھر فرمایا جسکا میں مولیٰ ہوں اوسکے علی مولا ہیں۔ خداوندا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور اون کے دشمن کو دشمن رکھ۔

(۲۰) علامہ حافظ ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو انھیں الفاظ کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

(۲۱) اخرج ابو الشیخ عن علی بن ابیطالب قال نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ فی بیتہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الی اٰخر الآیۃ فخرج رسول اللہ ودخل المسجد وجاء الناس یصلون بین راکع وساجد وقائم یصلی فاذا سائل فقال یا سائل ھل اعطاک احد شیئاً قال لا الا ذاک الراکع لعلی ابن ابیطالب اعطانی خاتمہ۔

امام ابو الشیخ نے خود حضرت علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ آیہ انما ولیکم اللہ رسول اللہ پر حضرت کے گھر میں نازل ہوا تو آپ برآمد ہوئے اور مسجد میں تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھنے لگے۔ کوئی رکوع میں تھا کوئی سجدے میں۔ کوئی قیام میں۔ یکایک ایک سائل نظر پڑا تو حضرتؐ نے پوچھا کہ تجھے کسی نے کچھ دیا بھی۔ وہ بولا اس رکوع کرنے والے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سوا کہ انھوں نے اپنی

انگوٹھی مجھے دی ہے اور کسی نے کچھ نہیں دیا۔

(۲۲) علامہ ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو خود حضرت امیر علیہ السلام سے انھیں الفاظ میں بیان کیا ہے۔

(۲۳) اخرج ابن ابی حاتم عن سلمہ ابن کہیل قال تصدق علی بخاتمہ وھو راکع فنزلت انما ولیکم اللہ الآیۃ

ترجمہ: امام ابن ابی حاتم نے سلمہ ابن کہیل سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے حالت رکوع میں خیرات دی تو انما ولیکم اللہ نازل ہوا۔

(۲۴) امام ابو الشیخ نے بھی اس روایت کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے

(۲۵) حافظ ابن عساکر نے بھی اس روایت کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے

(۲۶) اخرج ابن جریر عن مجاھد فی قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ نزلت فی علی ابن ابیطالب تصدق وھو راکع۔ امام محمد ابن جریر طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے حالت رکوع میں خیرات دی تو یہ آیۃ آپکی شان میں نازل ہوئی۔

(۲۷) امام محمد ابن جریر طبری نے اس روایت کو سدی سے بھی روایت کیا ہے

(۲۸) امام محمد ابن جریر طبری نے اسی روایت کو عطیہ بن حکم سے بھی روایت کیا ہے

(۲۹) اخرج الطبرانی عن ابی رافع قال دخلت علی رسول اللہ وھو نائم او یوحیٰ الیہ واذ حیۃ فی جانب البیت فکرھت ان اثب علیھا فاوقظ النبی وخفت ان یکون یوحی الیہ فاضطجعت بین الحیۃ و بین النبی لئن کان منھا سوء کان بی دونہ فمکثت ساعۃ فاستیقظ النبی وھو یقول انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیۃ الحمد للہ الذی اتم لعلی نعمۃ وھنا لعلی بفضل اللہ ایاہ۔

امام طبرانی نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں گیا۔

اور حضرت یا آرام فرما رہے تھے یا آپ پر وحی ہو رہی تھی۔ یکایک مکان کے گوشہ میں میری نظر ایک سانپ پر جا پڑی تو مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اوس پر حملہ کر کے حضرتؐ کو چونکا دوں اور مجھے ڈر معلوم ہوا کہ شاید آپ پر وحی آ رہی ہو۔ غرض میں حضرت رسولؐ اور سانپ کے درمیان لیٹ گیا تاکہ اگر اوس سے کچھ گزند پہونچے تو مجھی کو نہ حضرتؐ کو۔ آخر میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا تو حضرت رسولؐ یہ کہتے ہوئے بیدار ہوئے۔ انما ولیکم اللہ۔ خدا کا شکر جس نے علیؑ کے واسطے اپنی نعمتیں پوری کیں اور علیؑ کو وہ فضل مبارک ہو جو خدا نے خاص اوس پر کیا ہے۔

۳ - اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس قال کان علی ابن ابیطالب قائما یصلی فمر سائل وھو راکع فاعطاہ خاتمہ فنزلت ھذہ الاٰیۃ انما ولیکم اللہ الاٰیہ۔ ترجمہ:- ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل آپ کے رکوع کی حالت میں ادھر سے گزرا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اوسے عطا فرمائی تو یہ آیت انما ولیکم اللہ نازل ہوئی۔

یہ وہ روایات ہیں جو درمنثور سے منقول ہیں ان پر بعض ناقابل متعصبین نے کچھ اعتراضات کیے ہیں اونکا ذکر اور جواب بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ لہذا میں اوسکو مع جواب کے عرض کرتا ہوں۔

پہلا اعتراض | تفسیر درمنثور ذخیرہ محض اور ہر رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ لہذا جو روایت اس سے لی گئی ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور نہ اس کو شاہد قرار دینا صحیح ہے۔

پہلا جواب | خود علامہ جلال الدین سیوطی مصنف کتاب خطبہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں الحمد للہ الذی احیا بمن شاء ماثر الکتاب

بعد الدثور ووفق لتفسیر کتابہ العزیز بما وصل الینا بالاسناد العالی من الخبر الماثور۔

ترجمہ (خدا کی حمد جس نے ماثر آثار کو فنا کے بعد جسکے ذریعہ سے چاہا زندہ کیا اور اپنی کتاب عزیز کی تفسیر کی اون احادیث منقولہ سے جو مجھ تک باسناد عالی پہونچی ہیں توفیق عطا کی) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں صرف وہی احادیث ذکر کیئے جو باسناد عالی اُن تک پہونچی ہیں۔

دوسرا جواب جس نے درمنثور کو اچھی طرح دیکھا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ علامہ سیوطی کی اسی کتاب میں یہ عادت قرار پاگئی ہے کہ جابجا جن روایات یا رواۃ کو قابل قبول نہیں جانتے اور موضوع سمجھتے ہیں اوسکی فوراً جرح وقدح کردیتے ہیں۔ جس سے صاف واضح ہے کہ اگر یہ کتاب ذخیرہ محض ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کرتے بلکہ صحیح وسقیم کو بلا تمیز وفرق چھوڑ دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ جن روایات پر قدح نہیں کی ہے وہ سب علامہ کے نزدیک صحیح اور قابل وثوق واعتبار ہیں۔

تیسرا جواب مولوی ابوالحسنات عبدالحیُ صاحب فرنگی محلی لکھنوی جو اہلسنت کے نزدیک مایۂ فخر وناز ہیں۔ علامہ سیوطی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ انکے اخبار قطعیات سے ہیں۔ وہ بزرگ ہیں جو اپنی تصنیفات میں جھوٹی روایتیں نہیں لکھتے جو کچھ لکھتے ہیں اوسپر مناقشہ نہیں کیا جاتا۔ ان کے القاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ امام الاسلام عمدۃ الانام۔ امام الحاملین وغیرہ۔ پھر معلوم نہیں کوئی شخص انکی تصنیف کو ذخیرہ محض کیونکر کہہ سکتا ہے

چوتھا جواب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی علامہ سیوطی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ زیرا کہ جماعۃ محدثین اہلسنت کہ در طبقہ متاخر

پیدا شدند مثل دیلمی وخطیب وابن عساکر چوں دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین منضبط کردہ رفتہ اند وجا سعی در انہا نماندہ مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ وموضوعہ ومقلوبۃ الاسانید والمتون تا بطریق بیاض یکجا فراہم آوردہ نفد تامل نمایند وموضوعات را از حسان بغیر امتیاز نسازند وبسبب قلت فرصت وکوتاہی عمر خود آنہا را ایں ہم سر انجام نہ شد۔ اما متاخرین کہ از ایشاں بعد تر پیدا شدند احیاناً ذکر دند ابن الجوزی موضوعات را جدا ساخت وسخاوی حسان بغیر ہا را در مقاصد حسنہ نوشت وسیوطی در در منثور پرداخت۔

اس سے صاف واضح ہے کہ علامہ سیوطی نے احادیث میں تمیز وتحقیق کرکے تفسیر در منثور لکھی ہے پھر اس کو ہر رطب ویابس کا مجموعہ یا ذخیرہ محض کہنا افترا وبین اور بہتان واضح نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا اعتراض ان تمام روایتوں میں سے کسی روایت کے اسناد مذکور نہیں ہیں لہٰذا قابل وثوق نہیں ہیں۔

پہلا جواب یہ اعتراض بھی پہلے کی طرح محض لغو اور مہمل ہے۔ کیونکہ خود علامہ سیوطی در منثور کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ وبعد فلما الفت کتاب ترجمان القرآن وھو التفسیر المسند عن رسول اللہ واصحابہ وتم بحمد اللہ فی مجلدات فکان ما اوردتہ فیہ من الآثار باسانید الکتب المخرج منہا واردات ورأیت قصور اکثر الھمم عن تحصیلہ ورغبتھم فی الاقتصار علی متون الحدیث دون الاسناد وتطویلہ فلخصت منہ ھذا المختصر مقتصراً فیہ علی متن الاثر مصدراً بالعزو والتخریج الی کل کتاب معتبر وسمیتہ بالدر المنثور فی التفسیر بالماثور واللہ اسأل ان یضاعف لمولفہ الاجور ویعصمہ من الخطاء والزور بمنہ وکرمہ انہ البر الغفور۔ ترجمہ۔ حمد ونعت کے بعد جب میں نے کتاب ترجمان القرآن جسکی

سند رسول اللہؐ اور اونکے اصحاب تک لگئی ہے) لکھی اور مجمد اللہ کئی جلدوں میں تمام بھی ہوئی اور اونمیں جو احادیث لکھی ہیں اور اون کے ساتھ وہ تمام اسناد بھی نقل کئے جو منقول عنہا کتابوں میں مذکور تھے تو میں نے دیکھا کہ اکثر ہمتیں اوسکی تحصیل سے قاصر ہیں اور اونکی رغبت اسی جانب ہے کہ صرف متون احادیث پر اقتصار کیا جائے۔ پس میں نے ترجمان القرآن سے اس مختصر کو ملخص کیا۔ اور اونمیں متن روایت پر اختصار کیا اور انتساب و تخریج کی ابتدا معتبر کتاب کی طرف کی اور اس کا نام درمنثور فی التفسیر الماثور رکھا۔ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ اسکے مصنف کو اجر زیادہ عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل و کرم سے خطا و زور سے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ نیکی کرنے والا اور غفور ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ یہ تمام روایتیں غیر مذکور السند نہیں ہیں بلکہ سب مذکور السند ہیں۔ یہاں صرف اختصار کے خیال سے اُن اسناد کو ذکر نہیں کیا ورنہ جن کتابوں سے ان روایات کو لیا ہے اُن میں بتفصیل تمام یہ اسناد مذکور ہیں۔

دوسرا جواب مولوی عبدالحی صاحب اپنے رسالہ اقامۃ الحجۃ میں جس مقام پر صحابہ اور تابعین کی عبادات کے متعلق کچھ روایتیں غیر مذکور السند نقل کی ہیں۔ اسی ایراد کا ذکر کرکے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایات ایسے لوگوں کے کتب میں منقول ہیں۔ جو قابل اعتماد اور نقل میں حجۃ مانے جاتے ہیں۔ اسلئے انکی روایتیں اگرچہ مذکور السند نہ ہوں مگر انھیں ضرور معتبر و مستند سمجھنا چاہیے اور اگر اس قسم کے اعتراض و شک کا خیال کیا جائیگا تو کتب تاریخ و اسماء رجال بھی قابل اطمینان و اعتماد نہ رہیں گے کیونکہ ان میں سے اکثر معتبر اور مرسل ہیں اور کوئی شخص اس بارے میں شک کرے تو قطعی طور سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ شخص متعصب ہے اور قابل خطاب نہیں اور زجر و عتاب کے

سوا کسی بات کے لائق نہیں۔

تیسرا جواب شیخ عبدالحق صاحب دہلوی شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں وانی اذا نسبت الحدیث الیہم کانی اسندت الی النبی ہم نے جب احادیث کی نسبت ان ائمہ فن اور علماء کی طرف کر دی تو گویا اس حدیث کی حضرت رسول کیطرف نسبت دی۔

تیسرا اعتراض ان تمام روایات میں سے کسی روایت پر علامہ سیوطی نے صحت کا حکم نہیں کیا ہے پس ان سے استدلال کرنا بھی صحیح نہ ہوگا

پہلا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ علامہ سیوطی کی یہ عادت ہے کہ جو راوی یا روایت اونکی نظر میں مجروح و مقدوح ہے اوسکی وہ جرح وقدح کر دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جس روایت کی انھوں نے قدح نہیں کی وہ اون کے نزدیک صحیح ہے اور چونکہ ان روایات میں سے کسی روایت پر سیوطی نے جرح نہیں کی ہے۔ لہٰذا یہ کل روایتیں اونکے نزدیک محکوم بصحت ہیں۔

دوسرا جواب یہ تو ظاہر ہے کہ علامہ سیوطی اور وہ لوگ جنکی کتابوں سے سیوطی نے یہ روایات نقل کئے ہیں۔ معمولی اور جاہل نہیں ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اہلسنت صرف علماء ہی نہیں بلکہ اس سے بالاتر امام اور رکن دین سمجھتے اور کہتے ہیں اور مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محل لکھنوی نے اپنی کتاب تذکرۃ الراشد میں یہ بحث بہت تفصیل کے ساتھ لکھی ہے اور ایک قاعدہ کلیہ بنایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو عالم ہے وہ صحت کا ضرور التزام رکھتا ہے مقصود یہ ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ عالم ہو کر غلط روایات کو اپنی کتاب میں مندرج کرے۔ چنانچہ ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔ وثبوت ان صاحب الاتحاف ملتزم لصحۃ ماینقلہ ومہتم بقوۃ ماینحلہ مبنی علی مقدمین مصحبتین الاولی انہ من العلماء العظام والثانیۃ ان شان العلماء

العقلاء فھو الالتزام المذکور والاھتمام المسطور۔
ترجمہ:۔ اس بات کا ثبوت کہ صاحب اتحاف نے نقل اور انتساب میں صحۃ کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور اوس کا اہتمام خاص کرتے ہیں۔ دو مقدمہ پر موقوف ہے اول تو یہ کہ وہ منجملہ علماء اور عقلاء کے ہے اور جو شخص عالم وعاقل ہوگا وہ التزام صحۃ اور نقل میں اہتمام خاص ضرور کریگا۔

اسکے علاوہ مولوی عبدالحی صاحب نے بہت سے فقرات لکھے ہیں جو تطویل سے خالی نہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ کہ عالم وعاقل ہو اور غلط روایت درج یا نقل کرے پھر جب عموماً علماء کے واسطے یہ قاعدہ مسلم ہوگیا تو علامہ سیوطی تو افضل علماء اور امام الاسلام اور مقتدائے انام ہیں یہ کیونکر کوئی روایت غلط نقل کرسکتے ہیں بلکہ جتنی روایتیں اونھوں نے بدون جرح نقل کی ہیں وہ کلاً اون کے نزدیک صحیح اور قابل اعتبار وسند ہیں۔

چوتھا اعتراض :- یہ روایتیں سالم عن المعارض نہیں ہیں بلکہ ان کے مخالف اور مقابل دوسری روایتیں موجود ہیں پھر ان روایات کا کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے۔

پہلا جواب :- وہ روایتیں جنھیں معترض معارض خیال کرتا ہے اول تو ان روایات کے مقابلہ میں بہت قلیل اور شاذ کے حکم میں ہیں ثانیاً۔ وہ روایتیں اگر میرے ہاں کی ہوتیں تو باوجود قلت ہم اونھیں تسلیم بھی کرلیتے۔ لیکن جب یہ روایتیں جو صرف آپ ہی کی کتابوں میں ہیں تو کالائے بد بریش مالک آپ جانئے اور آپ کا کام جانے۔ مجھے اون سے کیا مطلب اور مجھے کیونکر اون روایات سے الزام دیا جاسکتا ہے۔ میں تو بقول شخصے خذ ما صفا ودع ما کدر۔ سچی باتوں کو آپکی کتابوں سے چن کرلے لیتا ہوں

اور کوڑا آپ کے سر کے لئے مبارک - اگر خرافات مہملات کو آپ اپنی کتابوں میں بھر لیں تو میں اوسے کیوں ماننے لگا -

دوسرا جواب | وہ روایتیں ہرگز معارض و مخالف میرے بیان کردہ روایتوں کی نہیں کیونکہ میں بحث کے تیسرے قول کے ضمن میں ثابت کر چکا ہوں - جو روایتیں ظاہرا عبد اللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ کل کی کل حقیقتاً جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کی اول دلیل ہیں - پھر انکو معارض و مخالف سمجھنا معترض کی خوش فہمی کی دلیل ہے اب میں اُن روایات کو سلسلہ وار بیان کرتا ہوں جو در منثور کے علاوہ اور کتابوں میں مذکور رہیں -

۳۱ - ملا علی متقی نے کنز العمال میں سلسلہ وار حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے قال تصدق علی بخاتمه وهو راکع فقال النبی للسائل من اعطاک هذا الخاتم قال ذاک الراکع فانزل فیه انما ولیکم الله و رسوله وکان فی خاتمه مکتوباً سبحان من فخری بانی له عبد ثم کتب فی خاتمه بعد لله الملک فقط -

ترجمہ :- ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں خیرات دی تو حضرت رسول اللہ نے سائل سے پوچھا تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی - اُس نے عرض کی اُس رکوع کرنے والے نے تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپکی انگوٹھی کا نقش پہلے یہ تھا سبحان من فخرنی بانی له عبد پر اوسکے بعد آپ نے اپنی انگوٹھی میں لله الملک (ملک خدا ہی کا ہے) کندہ کرایا - اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی متفق میں ذکر کیا ہے -

۳۲ - شیخ حافظ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب کے اکتالیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں -

اخبرنا الفقیہ ابوزکریا یحییٰ بن علی بن احمد بن محمد الخضرمی النحوی بجامع دمشق اخبرنا اسمعیل بن عثمان بن اسمعیل القاری بشلجا نیشاپور اخبرنا هبیۃ الرحمن بن عبد الواحد بن الاستاذ عبد الکریم بن هوازن القشیری اخبرنی جدی عبد الکریم املاً اخبرنا ابو محمد بن یوسف الاصبهانی حدثنا ابوالحسن علی بن محمد بن عقبہ حدثنا الحضرمی بن ابان الهاشمی ان سائلاً اتی المسجد وهو یقول من یقرض الولی الوفی وعلی علیہ السلام راکع یقول بیدہ للسائل ای اخلع الخاتم من یدی قال رسول اللہ یا عمر وجبت قال بابی انت یا رسول اللہ ما وجبت قال وجبت لہ الجنۃ واللہ ما خلعہ من یدہ حتی خلعہ اللہ من کل ذنب ومن کل خطیئۃ قال فما خرج احد من المسجد حتی نزل جبرئیل علیہ السلام قال بقول عزوجل انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ وهم راکعون وانشاء حسان بن ثابت ابا حسن تفدیک نفسی ومهجتی وکل بطئی فی الهدی ومسارع + ایذهب مدحیک المحبر ضائعاً + وما المدح فی ذات الالٰه بضائع + وانت الذی اتیت اذ کنت راکع + فدتک نفوس القوم یا خیر راکع + فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ + فاثبتها فی محکمات الشرائع + کہ مجھ سے بیان کیا فقیہ ابوزکریا یحییٰ بن علی بن احمد بن محمد خضرمی نحوی جامع دمشق نے کہ مجھ سے کہا اسمعیل بن عثمان بن اسمعیل قاری نیشاپوری نے کہ مجھے خبر دی ہبیۃ الرحمن بن عبدالواحد بن الاستاد عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے کہ خبر دی مجھے میرے دادا عبدالکریم ملا نے کہ بیان کیا مجھ سے ابومحمد بن یوسف اصبہانی نے کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی ابن محمد بن عقبہ نے کہ بیان

کیا مجھ سے خضرمی ابن ابان ہاشمی نے کہ ایک سائل مسجد میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون ہی
ایسا جو خدائے غنی ووفی کو قرض دے اور جناب امیر علیہ السلام رکوع میں تھے
اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے سائل کو کہہ رہے تھے کہ انگوٹھی میرے ہاتھ
سے نکال لے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا اے عمر واجب ہوگئی۔ عمر نے کہا یا
رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں کیا چیز واجب ہوگئی۔ آپ نے
فرمایا اُن کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ خدا کی قسم اُنھوں نے اپنے ہاتھ
سے انگوٹھی نہیں چھوڑی یہاں تک کہ خدا نے اُن کو ہر گناہ اور خطا سے
الگ کردیا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی کوئی شخص مسجد سے نہیں نکلا تھا کہ حضرت
جبرئیلؑ یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔ انما ولیکم اللہ الخ اور حسان بن ثابت نے
کچھ اشعار نظم کئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یا علیؑ آپ پر میری جان اور میرا دل
اور ہر مومن کی جان فدا ہو خواہ وہ جلدی ایمان لایا ہو یا دیر کرکے۔ کیا میری
مدح آپ کے بارے میں بیکار ہوسکتی ہے (ہرگز نہیں) کیونکہ جو مدح خدا کی
خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے وہ ضائع نہیں۔ آپ وہ بزرگوار ہیں جس نے
رکوع کی حالت میں عطا کی۔ اے سب سے بہتر رکوع کرنے والے آپ پر ساری
قوم کی جان فدا ہو۔ تو خدا نے آپکے بارے میں سب سے بہتر حکومت نازل کی۔
اور اوسکو محکمات شرائع میں ثابت کردیا۔

نمبر ۳۳: شیخ حافظ امام ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی
نے اپنی کتاب المناقب میں یوں تحریر کیا ہے قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ
ورسولہ اخبرنا محمد بن احمد بن عثمان ابنا نا ابوبکر احمد بن
ابراھیم بن الحسن بن شاذان البزاز ابنا الحسین بن علی
العدوی حدثنا سلمہ بن شبیہ حدثنا عبد الرزاق اخبرنا
مجاھد عن ابیہ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ

وَالَّذِینَ اٰمَنُوا قالوا نزلت فی علی بن ابیطالب کہ مجھ تک بسند مذکور ابن عباس سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آیہ انما ولیکم اللہ جناب علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی۔

نمبر ۴۳ :- شیخ حافظ ابن المغازلی موصوف نے اسی حدیث کو اپنی کتاب المناقب میں دوسری سند سے یوں ذکر کیا ہے اخبرنا ابونصر احمد بن موسی بن الطحان اجازۃ۔ عن القاضی ابی الفرج الحنوطی حدثنا عبدالحمید بن موسی القتاد حدثنا محمد بن اسحاق الخزان۔ حدثنا عبداللہ بن بکار۔ حدثنا عبید بن العتیکؒ عن محمد بن الحسن عن ابیہ عن جدہ عن علی بن الحسین علیہم السّلام فی قولہ تعالٰی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا۔ قال اللہ ورسولہ والذین اٰمنو علی ابن ابی طالب کہ بسند مذکور حضرت علی بن الحسین علیہم السلام سے آیہ انما ولیکم اللہ کے بارے میں مجھ تک یہ روایت پہونچی ہے کہ اللہ ورسولہ سے مراد خدا اور اُسکے رسولؐ ہیں اور الذین اٰمنوا سے علی بن ابیطالبؑ مراد ہیں۔

نمبر ۴۵ :- شیخ حافظ ابن المغازلی موصوف نے اسی حدیث کو اپنی کتاب المناقب میں تیسری سند سے یوں ذکر کیا ہے اخبرنا احمد بن محمد بن طاوان ان ابا احمد عمر بن عبداللہ بن شوذب حدثھم حدثنا ابی حدثنا ابراہیم بن عبدالسلام حدثنا محمد بن عمر بن یسیر العسقلانی حدثنا ابی حدثنا مطلب بن زیاد عن اسلائ عن ابی عیسی عن ابن عباس قال مر سائل بالنبی وفی یدہ خاتم فقال من اعطاکؐ ھذا الخاتم قال ذاکؑ الراکع وعلے علیہ السلام یصلے فقال النبیؐ الحمد للہ الذی جعلھا فی وفی اھلبیتی انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیۃ وکان علی خاتمہ الذی تصدق بہ سبحان من فخرنی بانی لہ عبد کہ بسند

مذکور مجھ تک حضرت ابن عباس سے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک سائل حضرت رسولؐ کے قریب سے گزرا اور اوسکے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی۔ حضرتؐ نے پوچھا تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی۔ عرض کی اوس رکوع کرنے والے نے۔ اور حضرت علیؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ پس حضرت رسولؐ نے فرمایا خدا کا شکر جس نے ہم میں اور ہمارے اہلبیتؑ میں انما ولیکم اللہ قرار دیا۔ اور جو انگوٹھی خیرات کی تھی اُس پر (پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے مجھے اپنا بندہ ہونے کا فخر دیا) لکھا ہوا تھا۔

نمبر ۳۶: شیخ حافظ ابن المغازلی موصوف نے اپنی کتاب المناقب میں اسی حدیث کو چوتھی سند سے یوں ذکر کیا ہے۔ اخبرنا احمد بن محمد بن طاوان ابنانا ابو احمد عمر بن عبد اللہ بن شوذب قال حدثنا محمد بن احمد العسکری اللہ قال حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ حدثنا عباد حدثنا عمر بن ثابت عن محمد بن السائب عن ابیہ عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان علیؑ راکعا فجاءہ مسکین فاعطاہ خاتمہ فقال رسول اللہ من اعطاک ھذا قال اعطانی ھذا الراکع فانزلت ھذہ الآیۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیۃ کہ بسند مذکور یہ روایت مجھ تک ابن عباس سے یوں پہونچی ہے کہ حضرت علیؑ رکوع میں تھے کہ ایک مسکین آپ کے پاس آیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اوسے عطا کی تو حضرت رسولؐ نے اسسے پوچھا کہ تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی وہ بولا اس رکوع کرنے والے نے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ انما ولیکم اللہ الآیۃ

نمبر ۳۷: شیخ حافظ ابن المغازلی نے اسی حدیث کو اپنی کتاب المناقب میں پانچویں سند سے یوں ذکر کیا ہے۔ اخبرنا محمد بن احمد بن طاوان ان ابا احمد عمر بن عبد اللہ بن شوذب اخبرہم قال حدثنا محمد بن جعفر

بن محمد العسکری حدثنا محمد عثمان حدثنا ابراہیم بن محمد بن میمون حدثنا علی بن عباس بن عابس قال انا و ابومریم علی عبد اللہ بن عطا قال ابومریم حدثنی علیا بالحدیث الذی حدثنی عن ابی جعفر قال کنت عند ابی جعفر جالسا اذمر علیہ ابن عبد اللہ بن سلام قلت جعلنی اللہ فداک ھذا ابن الذی عندہ علم الکتاب قال لا ولکنہ صاحبکم علی بن ابی طالب الذی نزلت فیہ آیات من کتاب اللہ ومن عندہ علم الکتاب ۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ انما ولیکم اللہ و رسولہ الآیۃ کہ بسند مذکور عبد اللہ بن عطا سے مجھ تک یہ روایت پہونچی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرتؑ کے پاس سے عبد اللہ ابن سلام کے بیٹے گزرے میں نے عرض کی خدا مجھے آپ پر فدا کرے کیا یہ اوس شخص کا بیٹا ہے جسکے پاس علم الکتاب ہے آپ نے فرمایا نہیں وہ تو تمہارے آقا علی ابن ابی طالبؑ ہیں جن کے بارے میں قرآن کی بہت سی آیتیں نازل ہوئیں ۔ من عندہ علم الکتاب ۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ ۔ وانما ولیکم اللہ الآیۃ ۔

نمبر ۳۳ :۔ حافظ سبط ابن الجوزی الحنفی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامہ میں اس روایۃ کو یوں ذکر کیا ہے وفی المائدۃ قولہ تعالی انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الی قولہ وھم راکعون ذکر الثعلبی فی تفسیرہ عن السدی وعتبہ بن حکیم وغالب بن عبد اللہ قالوا نزلت ھذہ الآیۃ فی علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مر بہ سائل وھو فی المسجد راکع فاعطاہ خاتمہ کہ ان آیات سے جو جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئیں آیہ انما ولیکم اللہ ہے ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی اور عتبہ بن حکیم اور غالب

بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ اسکے قائل ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جب کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور جناب امیرؑ حالت رکوع میں تھے تو آپ نے اپنی انگوٹھی اسکو عطا فرمائی۔

اس عبارت کے بعد سبط ابن جوزی نے وہ قصہ پورا نقل کیا ہے جو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے جسکو میں آئندہ لکھوں گا" بلفظہ۔ علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامہ میں دوسرے طریق سے یوں ذکر کیا ہے۔ وَفی روایۃ خرج رسول اللہ وعلی قائم یصلی وفی المسجد سائل ومعہ خاتم فقال لہ رسول اللہ ھل اعطاک احد شیئا فقال نعم ذلک المصلی ھذا الخاتم وھو راکع فکبر رسول اللہ ونزل جبرئیل یتلو ھذہ الآیۃ فقال حسان بن ثابت

ابا حسن تفدیک روحی ومہجتی ۔۔۔ وکل بطی فی الھدی ومسارع

فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا ۔۔۔ فدتک نفوس الخلق یا خیر راکع

بخاتمک المیمون یا خیر سید ۔۔۔ ویا خیر شار ثم یا خیر بائع

فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ ۔۔۔ وبینھا فی محکمات الشرائع

وقال ایضاً

من ذا بخاتمہ تصدق راکعا ۔۔۔ واسرھا فی نفسہ اسرارا

من کان بات علی فراش محمد ۔۔۔ ومحمد اسری یؤم الغارا

من کان فی القرآن سمی مومنا ۔۔۔ فی تسع آیات تبین غزارا

اشار الی قول ابن عباس ما انزل آیۃ فی الایمان الا وعلی امیرھا ورأسھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسولؐ دولت سرا سے برآمد ہوئے۔ اور حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے اور مسجد میں ایک سائل تھا اور اسکے

پاس ایک انگوٹھی تھی۔ حضرت رسولؐ نے اُس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا بھی۔ اُس نے عرض کی ہاں اُس نماز پڑھنے والے نے حالت رکوع میں یہ انگوٹھی دی ہے۔ پس حضرت رسولؐ نے تکبیر کہی اور جبرئیل آیتہ پڑھتے ہوئے نازل ہوئے۔ اور حسان بن ثابت نے یہ اشعار نظم کئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے (اے علیؑ آپ پر میری روح اور جان اور ہر مومن کی فدا ہو خواہ وہ دیر کر کے ایمان لایا ہو یا جلدی۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جس نے حالت رکوع میں عطیہ کیا اے سب سے بہتر رکوع کرنے والے آپ پر تمام خلق کی جانیں فدا ہوں۔ آپ نے اے بہتر سردار اور بہتر خریدار اور بہتر بیچنے والے اپنی مبارک انگوٹھی خیرات کی۔ تو خدا نے آپ کے بارے میں سب سے اچھی حکومت نازل فرمائی اور اوسکو محکمات شرائع میں واضح کر کے بیان کر دیا۔

اور پھر یوں بھی نظم کیا

بھلا وہ کون ہے جس نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی خیرات دی اور اپنے نفس میں اچھی طرح چھپایا۔ وہ کون ہے جو فرش رسولؐ پر سویا اور خود حضرت رسولؐ شب کو غار کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ کون ہے جس کا نام قرآن میں نو آیتوں میں مومن رکھا گیا جو نہایت روشن معلوم ہوتی ہیں۔ اس سے حسان نے اشارہ کیا ہے قول ابن عباس کی طرف جو وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی آیت قرآن میں ایمان کے بارے میں نازل نہیں ہوئی مگر حضرت علیؑ اوسکے سردار اور امیر ہیں۔

نمبر ۹:۔ شمس الاسلام صدر الائمہ ابو المؤید موفق بن احمد مکی خوارزمی معروف بہ با خطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب کی فصل ہفتدہم میں اس روایت کو یوں ذکر کیا ہے اخبرنی الشیخ الزاہد ابو الحسن علی بن احمد العاصمی قال اخبرنا القاضی الامام شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد الواعظ

قال اخبرنا والدی ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی قال اخبرنا
ابوعبد اللہ الحافظ قال اخبرنا ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الصفار
قال حدثنا ابویحیی عبد الرحمن بن مسلم الرازی الاصبہانی قال
حدثنا یحیی بن جریش قال حدثنا عیسی بن عبد اللہ بن عبد اللہ
بن عمر بن علی بن ابیطالب قال حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ
عن علی بن ابیطالب قال نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ
انما ولیکم اللہ فخرج رسول اللہ ودخل المسجد والناس یصلون
بین راکع وقائم فاذا سائل۔ سائل قال یا سائل ہل اعطاک
احد شیئاً قال لا الا ہذا الراکع لعلی اعطانی خاتماً ترجمہ یہ
کہ اسناد مذکور حضرت علی مرتضیٰ سے مجھ تک یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ یہ آیت رسول اللہ پر نازل ہوئی تو آپ دولتسرا سے مسجد میں تشریف لائے
اور یہ لوگ مشغول نماز تھے کوئی رکوع میں تھا کوئی قیام میں ناگاہ ایک سائل
نے سوال کیا آپ نے پوچھا کسی نے تجھے کچھ دیا یا نہیں وہ بولا نہیں مگر اس راکع
علی علیہ السلام نے ایک انگوٹھی عطا کی ہے۔
تفسیر الطبری :۔ سید اجل جمال الدین محدث نے اپنی کتاب الاربعین میں اس روایت
کو یوں ذکر کیا ہے۔ الحدیث السابع عن ابی ذر الغفاری قال
سمعت رسول اللہ بہاتین والا فصمتا ورأیتہ بہاتین والا فعمیتا
یقول علی قائد البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ ومخذول
من خذلہ اما انی صلیت مع رسول اللہ یوما من الایام صلوۃ
الظہر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد شیئاً فرفع السائل
یدہ الی السماء وقال اللہم اشہد انی سالت فی مسجد رسول اللہ
فلم یعطنی احد شیئاً وعلی کان راکعاً فاومی بیدہ الیمنی وکان

يتختم فيها فاقبل السائل حتى اخذ الخاتم من خنصره وذلك بعين
النبي فرفع النبی راسه عند ذلك الى السماء وقال اللهم ان
اخي موسی سال فقال رب اشرح لی صدری ويسر لی امری
واحلل عقده من لسانی يفقهوا قولی واجعل لی وزيرا من
اهلی هارون اخی اشدد به ازری واشرکه فی امری فانزلت
عليه قرانا ناطقا سنشد عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانا
فلا يصلون اليكما باياتنا اللهم وانا محمد نبيك وصفيك
اللهم اشرح لی صدری ويسر لی امری واجعل لی وزيرا من
اهلی عليا اشدد به ظهری فقال ابو ذر فوالله ما استتم رسول
الله الكلمة حتى نزل جبرئيل من عند الله فقال يا محمد اقرء قال
ما اقرء قال اقرء انما وليكم الله ۔ ساتویں حدیث حضرت ابو ذر غفاری
سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسالت مآبؐ سے اپنے ان
کانوں سے سُنا ورنہ (اگر جھوٹ کہوں تو) بہرے ہو جائیں اور اپنی ان دونوں
آنکھوں سے دیکھا ورنہ اندھی ہو جائیں ۔ حضرت رسولؐ فرماتے تھے کہ علی
مرتضیٰ نیکوکاروں کے پیشوا ہیں اور کافروں کے قاتل ہیں جو انکی نصرت کرے
منصور ہے اور جو اُنکو ذلیل کرے ذلیل ہے ۔ اور ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ کے ساتھ ایک دن نماز ظہر پڑھی اور ایک سائل نے مسجد میں
سوال کیا اور کسی نے اُسکو کچھ نہ دیا تو اُس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند
کئے اور کہنے لگا خداوندا گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا
اور کسی نے کچھ نہیں دیا اور علی مرتضیٰؑ رکوع میں تھے کہ اپنے داہنے ہاتھ
سے اوسکی طرف اشارہ کیا اور وہ داہنے ہی ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے
یہ دیکھکر سائل آگے بڑھا ۔ اور انگوٹھی اونکی چھوٹی انگلی سے اُتار لی ۔ اور

اس واقعہ کو رسالتمآب ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اُسی وقت آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور عرض کی خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا اور عرض کی خداوندا میرے لئے میرا سینہ کشادہ کردے اور میرا کام آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اسکی وجہ سے میری پشت قوی کر اور اُسکو میرے کام میں شریک کر تو تو نے موسیٰ پر قرآن ناطق نازل فرمایا کہ عنقریب ہم تمہارا بازو تمہارے بھائی کی بدولت قوی کردینگے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔ تو لوگ تم دونوں تک ہمارے معجزات کی بدولت نہ پہونچ سکیں گے۔ خداوندا میں محمدؐ تیرا نبی ہوں اور تیرا برگزیدہ ہوں۔ خداوندا میرا سینہ کشادہ فرما۔ اور میرے کام کو آسان فرما۔ اور میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اسکے ذریعہ سے میری پشت قوی کر۔ ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی حضرتؐ کا کلام ختم نہ ہونے پایا تھا کہ خدا کی طرف سے جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے رسولؐ پڑھئے۔ آپؐ نے فرمایا کیا پڑھوں جبرئیلؑ نے کہا پڑھئے انما ولیکم اللّٰہ الآیہ تنبیہ :۔ علامہ جمال الدین محدث نے اس حدیث کو دوسرے طریق سے بھی ذکر کیاہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ وھذا الحدیث مروی من طریق ابن عباس ایضا وفیہ من الزیادۃ فانشا حسان

اباحسن تفدیک نفسی ومہجتی	وکل بطئ فی الھدی ومسارع
ایذھب مدحیک المحبر ضائعا	وما المدح فی جنب الالہ بضائع
فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا	فدتک نفوس القوم یاخیر راکع
وانزل فیک اللہ خیر ولایۃ	فاثبتھا فی محکمات الشرائع

یہ حدیث ابن عباس کے طریقہ سے بھی مروی ہے اور اسمیں کچھ زیادہ

بھی ہے اور حسان بن ثابت نے کچھ اشعار بھی اس موقع پر نظم کئے تھے۔
(جن کا ترجمہ کئی جگہ گزر چکا)

نمبر ۳۳ :۔ علامہ محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن الزرندی المدنی الانصاری نے اسی حدیث کو اپنی کتاب نظم درر السمطین فی فضائل المصطفٰے والمرتضٰی والبتول والسبطین میں یوں ذکر کیا ہے۔ عن عمار بن یاسر قال وقف بعلی سائل وھو راکع فی صلوته فنزع خاتمه فاعطاه السائل فاتی رسول اللہ فاعلمه ذلک فنزلت فی علی ھذه الایة انما ولیکم اللہ الایة فقرءھا رسول اللہ صلی اللہ علیه واٰله حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ علی مرتضٰیؑ کے سامنے ایک سائل کھڑا ہوا اور آپ رکوع میں تھے تو آپ نے اپنی انگوٹھی اُتار کر سائل کو دی پھر جب حضرت رسولؐ آئے تو حضرت کو اسکی خبر دی اُس وقت یہ آیت علی مرتضٰیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت رسولؐ نے اس کو پڑھا۔

نمبر ۳۴ :۔ علامہ زرندی موصوف نے اسی حدیث کو دوسرے طریق سے اپنی کتاب نظم درر السمطین میں یوں ذکر کیا ہے۔ عن الاعمش عن عبایه قال بینا ابن عباس علی شفیر زمزم یحدث عن رسول اللہ فجعل لا یقول قال رسول اللہ الا قال رجل متعم بعمامة قال رسول اللہ فقال ابن عباس سالتک باللہ من انت فکشف العمامة عن وجھه وقال یا ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا جندب بن جنادہ البدری ابو ذر الغفاری سمعت النبی بھاتین والا فصمتا ورایته بھاتین والا فعمیتا یقول علی قائد البررة قاتل الکفرة منصور من نصرہ مخذول من خذله اما انی صلیت مع رسول اللہ یوما من الایام صلوة الظھر فسال سائل

فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد
انی سالت فی مسجد رسول اللہ فلم یعطنی احد شیئا وعلی کان
راکعا فاومی بخنصرہ الیمنی وکان یتختم فیہا فاقبل السائل حتی
اخذ الخاتم من خنصرہ وذلک بعین النبی فرفع النبی
راسہ عند ذلک الی السماء وقال اللھم ان اخی موسی
سال فقال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل
عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ہارون
اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرآنا
ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون
الیکما بایاتنا اللھم وانا محمد نبیک وصفیک اللھم اشرح
لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا
اشدد بہ ازری قال ابوذر فواللہ ما استتم رسول اللہ الکلمۃ
حتی نزل جبریل من عند اللہ وقال یا محمد اقرء قال ما اقرء
قال اقرء انما ولیکم اللہ ورسولہ الایۃ۔ اعمش بن عبایہ سے روایت
ہے کہ ہم لوگ ابن عباس کے ساتھ کنارہ زمزم پر بیٹھے رسول اللہ کا تذکرہ
کر رہے تھے اور ابن عباس قال رسول اللہ کہنے نہ پائے تھے کہ اسی اثنا
میں ایک آدمی عمامہ باندھے ڈھاٹا لگائے اون کے قریب سے کہنے لگا قال
رسول اللہ۔ ابن عباس نے کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ تم کون ہو
تب اُس نے عمامہ اپنے چہرے سے ہٹایا اور کہنے لگا جو مجھے پہچانتا ہی
وہ تو خیر پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ہوں جندب
بن جنادۃ البدری ابوذر غفاری۔ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے سُنا
ہے اور اگر جھوٹ ہو تو بہرے ہو جائیں اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

ہے اگر جھوٹ ہو تو اندھی ہوجائیں کہ رسول اللہؐ فرماتے تھے علی مرتضیٰ نیکوکاروں کا پیشوا ہے اور کفار کا قاتل ہے جس نے اوسکی مدد کی وہ منصور ہے۔ جس نے اوسکی ذلت کی وہ رسوا ہے آگاہ ہو کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک دن نماز ظہر پڑھی تو ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا اور اسکو کسی نے کچھ نہ دیا تو اُس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہنے لگا خداوندا گواہ رہنا میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا اور علی مرتضیٰؑ رکوع میں تھے تو اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے جسمیں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے اشارہ کیا اور سائل بڑھا اور اُس نے آپکی چھوٹی اونگلی سے انگوٹھی اُتارلی اور یہ واقعہ رسولؐ کے سامنے ہوا حضرت رسولؐ نے اُسی وقت اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی خداوندا میرے بھائی موسیٰؑ نے سوال کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ بار الہا میرا سینہ کشادہ کردے اور میرا کام آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اور اس سے میری پشت قوی کر اور اسکو میرے کام میں میرا شریک بنا تو تو نے اُن پر قرآن ناطق نازل کیا کہ ہم عنقریب تمہارے بازو تمہارے بھائی کے ذریعہ سے قوی کرینگے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کرینگے تو لوگ تم دونوں تک تمہارے معجزات کی وجہ سے پہونچ بھی نہ سکیں گے۔ خداوندا اور میں ہوں محمدؐ تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ۔ بار الہا میرا سینہ کشادہ کردے اور میرے کام کو آسان کردے اور میرے اہل سے علی مرتضیٰؑ کو میرا وزیر بنا اور اسکے ذریعہ سے میری پشت قوی کر ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی رسول اللہؐ کا کلام ختم نہ ہونے پایا تھا کہ جبرئیل خدا کی طرف سے نازل ہوئے اور کہنے لگے اے رسولؐ پڑھئے آپ نے پوچھا کیا پڑھوں کہا پڑھئے انما ولیکم اللہ الآیہ۔

نمبر ۵۲:۔ علامہ زرندی موصوف نے اپنی کتاب نظم درر السمطین میں اسی حدیث کو تیسرے طریق سے یوں ذکر کیا ہے۔ عن ابن عباس قال اتی عبد اللہ بن سلام ومعہ نفر من قومہ ممن اٰمن بالنبیؐ فقال یا رسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون ھذا المسجد وان قومنا لما راونا اٰمنا باللہ ورسولہ رفضونا والوا علی انفسھم ان لا یجالسونا ولا ینا کحونا ولا یکلمونا فشق ذلک علینا فقال لھم النبیؐ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون ثم ان النبیؐ خرج الی المسجد والناس بین قائم وراکع وجالسین فبصر سائل فقال لہ النبیؐ ھل اعطاک احد شیئا قال نعم خاتم من فضۃ قال من اعطاک قال ذلک القائم واومی بیدہ الی علی فقال النبیؐ علی ای حال اعطاکہ قال اعطانی وھو راکع فکبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ثم قرء من یتولی اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون فانشا حسان بن ثابت۔

ابا حسن تفدیک نفسی ومھجتی	وکل بطی فی الھدی ومسارع
ایذھب مدحیک المحبر ضائعا	وما المدح فی جنب الالہ بضائع
فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا	فدتک نفوس القوم یا خیر راکع
وانزل فیک اللہ خیر ولایۃ	وبینھا فی محکمات الشرائع

ابن عباس سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جو رسول اللہؐ پر ایمان لا چکے تھے حضرتؐ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ ہمارے گھر دور ہیں ہم لوگوں کی نہ اس مسجد کے سوا کوئی نشست گاہ ہے اور نہ کوئی بات کرنے کی جگہ ہے اور ہماری قوم نے جب

ہم کو دیکھا کہ ہم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں تو ہم کو چھوڑ دیا اور باہم قسم کھالی ہے کہ نہ تمہارے ساتھ بیٹھیں گے اور نہ شادی بیاہ کریں گے اور نہ بات چیت کریں گے یہ ہم پر بہت شاق و گراں ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کچھ پرواہ نہ کرو۔ تمہارا سرپرست و حاکم تو خدا ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ مومن کامل جو نماز کو پابندی سے برپا رکھتا ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے۔ پھر حضرت رسولؐ مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں میں سے کچھ تو حالت قیام میں تھے اور کچھ حالت رکوع میں اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حضرتؐ کی نظر ایک سائل پر پڑی آپؐ نے اُس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا بھی اُس نے عرض کی ہاں چاندی کی ایک انگوٹھی۔ آپ نے پوچھا تجھے یہ کس نے دیا اُس نے علی مرتضیٰؑ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اُس قائم نے۔ تب آپ نے پوچھا اُنھوں نے کس حالت میں دیا۔ وہ بولا بحالت رکوع۔ اُس وقت حضرتؐ نے تکبیر کہی اور پھر اس آیۃ کی تلاوت فرمائی۔ من یتولی اللہ الایہ اور حسان بن ثابت نے یہ اشعار نظم کئے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

اے ابو الحسن آپ پر میرا نفس اور دل ہر ہدایت یافتہ کا فدا ہو خواہ وہ جلدی ایمان لایا ہو یا دیر کر کے۔ کیا میری بازیب زین مدح جو آپکی شان میں ہو اکارت ہو جائیگی۔ حالانکہ جو مدح خدا کی خوشنودی کے لئے کیجاتی ہے وہ ہرگز برباد نہیں ہوا کرتی۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی۔ اے سب سے بہتر رکوع کرنے والے آپ پر ساری قوم کی جان فدا ہو جائے اور خدا نے آپ کے بارے میں سب سے بہتر حکومت نازل فرمائی اور اسکو بہت مضبوط شریعت میں واضح طور پر بیان کر دیا۔

نمبر ۹: ثعلبی نے اپنی تفسیر میں جو ایک مشہور و معروف کتاب ہے اس روایت کو اپنے اسناد کے ساتھ سدی اور عقبہ بن حکیم اور غالب بن عبداللہ

سے یوں ذکر کیا ہے۔ قال ابوذر الغفاری صلیت یوما من الایام صلوٰۃ الظہر فی المسجد ورسول اللّٰہ حاضر فقام سائل فلم یعطہ احد شیئا قال وکان علی قد رکع فاومی الی السائل بخنصرہ فاخذ الخاتم من خنصرہ والنبی یعاین ذلک فرفع راسہ الی السماء وقال اللھم ان اخی موسی سالک فقال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری الی قولہ واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرآنا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما اللھم فانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا واشدد بہ ازری اوقال ظہری قال ابوذر فواللہ ما استتم رسول اللہ الکلمۃ حتی نزل جبریل من عند اللہ لہ فقال یا محمد اقرأ انما ولیکم اللہ الایہ۔ حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن مسجد میں نماز ظہر پڑھی اور حضرت رسولؐ بھی موجود تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا تو اُسے کسی نے کچھ نہ دیا اور علی مرتضیٰ رکوع میں تھے تو اپنی چھوٹی انگلی سے سائل کی طرف اشارہ کیا پس اُس نے اُنکی انگلی سے انگوٹھی اُتار لی اور حضرت رسولؐ اُسکو دیکھ رہے تھے پس اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا اور عرض کیا کہ بارالہا میرا سینہ کشادہ فرما اور میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اُنکے ذریعہ سے میری پشت قوی کر اور میرے کام میں اُنکو شریک کر تو اُن پر تو نے قرآن ناطق نازل فرمایا کہ ہم عنقریب تمہارے بھائی سے تمہارا بازو قوی کرینگے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کرینگے تو لوگ

تم دونوں تک پہونچ سکیں گے۔ خداوندا میں محمدؐ ہوں اور تیرا نبی و برگزیدہ ہوں۔ تو میرا سینہ بھی کشادہ فرما اور میرے کام میں مجھے آسانی عطا فرما اور میرے اہل سے علی علیہ السلام کو میرا وزیر بنا اور اسکے ذریعہ میری پشت قوی کر۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ابھی رسول اللہؐ نے اپنا کلام ختم نہیں کیا تھا کہ خدا کی طرف سے جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے رسولؐ پڑھئے انما ولیکم اللہ الآیہ۔

نمبر ۱۷:۔ تفسیر نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو اسی سند سے حضرت ابوذرؓ سے بعینہ انھیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ضرورت اعادہ نہیں۔

نمبر ۱۸:۔ تفسیر بیضاوی میں جو بہت مشہور و معروف اور داخل درس اور بہت مستند شمار کی جاتی ہے۔ اسی آیۃ کی بحث میں لکھا ہے۔ وانھا نزلت فی علی رضی اللہ عنہ حین سال سائل وھو راکع فی صلوتہ فطرح الیہ خاتمہ یہ آیت نازل ہوئی حضرت علی علیہ السلام کی شان میں چونکہ ایک سائل نے آپکی نماز کے رکوع کی حالت میں سوال کیا اور آپنے اپنی انگوٹھی اسکی طرف ڈال دی۔

نمبر ۱۹:۔ تفسیر معالم التنزیل میں محی السنۃ امام بغوی نے اس حدیث کو یوں ذکر کیا ہے۔ قال السدی قولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون اراد بہ علی بن ابی طالبؑ رضی اللہ عنہ مر بہ سائل وھو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ۔ سدی نے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ الذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون سے خداوند عالم نے علی بن ابی طالبؑ کو مراد لیا ہے کیونکہ مسجد میں آپ کے رکوع کی حالت میں ایک سائل آپ کے سامنے سے گزرا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اُسے عطا فرمائی۔

نمبر ۳: امام بغوی نے اسی تفسیر معالم التنزیل میں اسی حدیث کو ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے۔

نمبر ۱۳: ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حدیث ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن (بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کا حاکم ہے) کی شرح میں یوں تحریر فرمایا ہے قال الطیبی ھو اشارۃ الی قولہ تعم انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون طیبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے اشارہ ہے قول خداوند عالم انما ولیکم اللہ کی طرف (اسکے بعد کشاف وبیضاوی وغیرہ کے اقوال نقل کرکے لکھتے ہیں) والحدیث رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ بروایات مختلفہ اس حدیث کو ابن جریر طبری اور ابن مردویہ نے بھی مختلف روایات سے روایت کیا ہے۔

نمبر ۱۴: تفسیر کشاف میں بہ شان نزول یوں مذکور ہے و انھا نزلت فی علی کرم اللہ وجہہ حین سالہ سائل وھو راکع فی صلوتہ فطرح لہ خاتمہ کان کان مرخا فی خنصرہ فلم یتکلف لخلعہ کثیر عمل تفسد بمثلہ صلوتہ فان قلت کیف صح لعلی واللفظ لفظ جماعۃ قلت جئ بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ لینالوا مثل ثوابہ ولینبہ علی ان سجیۃ المومنین ان تکون علی ھذہ الغایۃ من الحرص علی البر والاحسان و تفقد الفقراء حتی ان لزمھم امر لا یقبل التاخیر وھم فی الصلوۃ لم یوخروہ الی الفراغ منھا۔

اور اس میں شک نہیں کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی جب آپ سے ایک سائل نے سوال کیا اور آپ اپنی نماز کے رکوع

میں تھے تو آپ نے اپنی انگوٹھی اُسکے سامنے ڈال دی۔ گویا وہ انگوٹھی آپ کی انگلی میں ڈھیلی تھی جسکی وجہ سے اوسکے اُتارنے میں عمل کثیر جو مفسد نماز ہوتا ہے بجالانے کی نوبت نہ آئی۔ پس اگر تو کہے کہ صیغہ تو جمع کا ہے پھر تنہا حضرت علیؑ کے واسطے اوس کا لانا کیونکر صحیح ہوگا تو میں کہوں گا کہ اگرچہ سبب نزول کا ایک ہی شخص ہو مگر باوجود اسکے صیغہ جمع اس واسطے لایا گیا کہ لوگ آپ کے ایسے فعل کی طرف رغبت کریں اور آپ کے ایسے ثواب پر فائز ہوں اور اس بات کی تنبیہ کے واسطے کہ مومنین کی عادت ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ وہ حریص ہوں نیکی اور احسان اور فقرا کی خبر گیری میں یہاں تک کہ اگر اون کو کوئی ایسا امر پیش آجائے جسمیں تاخیر نہ ہوسکتی ہو اور وہ نماز میں مشتغل ہوں تو نماز سے فارغ ہونے تک کی تاخیر بھی گوارا نہ کریں اور فوراً بجالائیں۔

نمبر ۵۳ ب۔ کاشف شرح مشکوۃ حدیث وھو ولی کل مومن کی شرح میں لکھا ہے ھو ولی کل مومن اشارۃ الی قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون ترجمہ: وہ (علیؑ) حاکم ہے ہر مومن کا اشارہ ہے قول خدا انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا کی طرف اسکے بعد تفسیر کشاف کی گزشتہ عبارت نقل کی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں)

نمبر ۵۴ ج۔ علامہ محب الدین طبری نے ذخائر العقبےٰ مودۃ اہل القربےٰ کے باب ذکر صدقہ علیؑ میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ عن عبد اللہ بن سلام قال اذن بلال لصلوۃ الظھر فقام الناس یصلون فمن بین راکع وساجد سائل یسأل فاعطی علی خاتمہ وھو راکع فاخبر السائل رسول اللہ فقرأ رسول اللہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیہ اخرجہ الواحدی وابو الفرج

ابن الجوزی

عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے کہ ایک دن بلال نے نماز ظہر کی اذان کہی اور لوگ نماز پڑھنے لگے۔ اسی اثنا میں کہ کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں تھا ایک سائل نے سوال کیا تو حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی اُسے عطا فرمائی پھر جب سائل نے اسکی خبر رسول اللہ کو دی تو حضرتؐ نے آیہ انما ولیکم اللہ کی تلاوت فرمائی۔ اس روایت کو واحدی اور ابو الفرج بن جوزی نے بھی بیان کیا ہے۔

نمبر ۵۵:۔ علامہ محمد بن صباغ مالکی نے اپنی کتاب فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ کی فصل مناقب میں یوں تحریر فرمایا ہے۔ و نقل ابو اسحق احمد بن محمد الثعلبی الخ اور ثعلبی کے ذریعہ سے حضرت ابن عباس سے وہ روایت بیان کی ہے جو میں گزشتہ نمبروں میں نقل کر چکا ہوں۔

نمبر ۵۶:۔ علامہ عاصمی اپنی کتاب زین الفتی میں اس آیہ کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں۔ والمشهور انها نزلت فی المرتضی رضوان الله علیه حین اعطی السائل خاتمه وهو راکع۔ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت علی مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی جب آپ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں سائل کو عطا فرمائی تھی۔

نمبر ۵۷:۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لکھنوی فرنگی محلی جن کی وفات کی تاریخ مولوی عبد الحی صاحب نے اس دھوم دھام اور شان و شوکت سے فرمائی ہے۔ امام زمن استاد جہانی + بہ پرواز روحش ملائک بشر + بذکر صفاتش بہ سالش شنیدم + فقیہ واصولی محدث مفسر۔ اپنی کتاب مراۃ المومنین حدیث منزلت کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں۔ آنحضرتؐ چونکہ نفاق منافقان دریافت فرمود بریں دقیقہ آگاہی داد و مرتبہ ہارونیہ کہ خلعت خاص از جناب الٰہی بہ علی مرتضیٰ

عنایت شدہ بود بیان فرمود۔ چنانچہ مرویست کہ چون آیہ انما ولیکم اللہ الایۃ
نازل شد آنحضرتؐ در شان علی مرتضیٰؑ دعاے وزارت فرمود مثل دعاے
موسیٰ در حق ہارون علیہما السلام قال الامام الرازی فی تفسیر الکبیر
روی عطا عن ابن عباس انہا نزلت فی علی بن ابیطالب روی ان
عبد اللہ بن سلام قال لما نزلت ھذہ الایۃ قلت یا رسول اللہ
انا رایت علیا تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ
وروی عن ابی ذر انہ قال صلیت مع رسول اللہ یوما صلوۃ
الظہر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی
السماء فقال اللھم اشہد انی سالت فی مسجد الرسول فما اعطانی
احد شیئا وعلی کان راکعا فاومی الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیہا خاتم
فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم فرای النبیؐ فقال اللھم ان اخی
موسی سالک فقال رب اشرح لی صدری الی قولہ واشرکہ فی امری
فانزلت علیہ قرآنا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما
سلطانا اللھم فانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری
ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اہلی علیا اشدد بہ ظہری
قال ابوذر فواللہ ما اتم رسول اللہ ھذہ الکلمۃ حتی نزل جبرئیل
فقال یا محمدؐ اقرا انما ولیکم اللہ الایۃ۔ ترجمہ۔ حضرت رسولؐ چونکہ منافقین
کے نفاق سے واقف تھے اس نکتہ پر لوگوں کو مطلع فرمایا اور مرتبہ ہارونی جو بارگاہ
خداوندی سے علی مرتضیٰؑ کے لئے خلعت خاص عنایت ہوا تھا بیان فرمایا۔
چنانچہ مروی ہے کہ جب آیہ انما ولیکم اللہ نازل ہوا تو حضرت رسولؐ نے علی مرتضیٰؑ
کی شان میں دعائے وزارت فرمائی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون
کے بارے میں کی تھی۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عطا نے ابن

عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علی مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی اور
یہ بھی روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل
ہوئی تو میں نے رسول سے عرض کی یا رسول اللہ میں نے خود دیکھا ہے کہ
علی مرتضیٰؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی ایک محتاج کو دی تو ہم لوگ انکو
اپنا حاکم و امام سمجھتے ہیں۔ اور ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت رسولؐ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی تو ایک سائل نے
مسجد میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا تو اُس نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور
کہنے لگا۔ خداوندا تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا
اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا اور حضرت علیؑ نے رکوع میں تھے تو انہوں نے اپنے ہاتھ
کی چھوٹی انگلی جسمیں انگوٹھی تھی اشارہ کیا پس سائل آگے بڑھا یہاں تک
کہ اس نے انگوٹھی لے لی اور حضرت رسولؐ نے اس واقعہ کو خود ملاحظہ کیا اور
عرض کی خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا اور عرض کی پروردگارا
میرے سینہ کو کشادہ کر میرے کام کو آسان کر اور میرے اہل سے میرے بھائی
ہارون کو میرا وزیر بنا اور میری پشت اُس سے قوی کر اور میرے کام میں
اُسکو شریک کر تو تو نے ان پر قرآن ناطق نازل فرمایا کہ ہم عنقریب تمہارا
بازو تمہارے بھائی سے قوی کریں گے اور تم دونوں کو حکومت عطا کریں گے
خداوندا میں محمدؐ بھی تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ ہوں تو تو میرے سینہ کو کشادہ کر
اور میرے کام میری آسانی عطا کر اور میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور
اُس سے میری پشت قوی کر۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی رسول اللہ
نے اپنی دعا تمام بھی نہ فرمائی تھی کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ
پڑھئے انما ولیکم اللہ الآیہ۔

نمبر ۵ :۔ ملا ابوالبرکات اپنی تفسیر مدارک التنزیل صفحہ ۱۹۵ سطر ۸ مطبوعہ بمبئی

احمدی میں جو بہت معتبر اور مشہور تفسیر ہے اس آیت کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

قیل انها نزلت فی علی رضی الله عنه حین ساله سائل وهو راکع فی صلوته فطرح له خاتمه کانه کان مرحا فی خنصره فلم یتکلف لخلعه کثیر عمل یفسد صلوته وورد بلفظ الجمع وان کان السبب فیه واحدا ترغیبا للناس فی مثل فعله لینالوا مثل ثوابه (وانی لهم ذلک) والآیة تدل علی جواز الصدقة فی الصلوة وعلی ان العمل القلیل لا یفسد الصلوة۔

روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ جب ان سے ایک سائل نے نماز کے رکوع میں سوال کیا تو آپ نے انگوٹھی اسکے سامنے گرادی گویا وہ آپکی انگلی میں ڈھیلی تھی کہ آپ کو اسکے اتارنے میں عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑی جو آپکی نماز کو خراب فاسد کرتا۔ اور سبب نزول اگرچہ ایک شخص ہی ہے پھر بھی صیغہ جمع اس واسطے خدا لایا تاکہ لوگوں کو ایسے کام کرنے کی رغبت ہو اور ایسا کام کرکے ایسے ثواب کو حاصل کریں (مگر ایسی قسمت کہاں) اور آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں خیرات کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل قلیل سے نماز فاسد اور خراب نہیں ہوتی

نمبر ۵:۔ تفسیر حسینی میں اس آیت کے تحت میں یوں مذکور ہے در اکثر تفاسیر مذکور است کہ این آیت در شان علی مرتضیٰؑ نازل شدہ و در اسباب نزول آوردہ کہ حضرت رسالت پناہ از حجرہ طاہرہ بمسجد آمد و مردمان بعضے در رکوع و بعضے در قیام بودند۔ دیدہ مبارک آنحضرت ؐ بر سائلے افتاد پرسید ہیچ کس ترا چیزے داد۔ ے خاتمے از زر یافتہ بحضرت نمود گفت کہ این خاتم بمن دادہ اند حضرتؐ پرسید کہ این عطا کردہ است۔ درویش اشارہ

بہ مرتضیٰ علیؑ کرد۔ حضرت فرمود کہ درچہ حالت تو داد سائل گفت اعطانی وہو راکع (درحالت رکوع بمن داد) حضرت رسالتؐ پناہ تکبیر گفت وایں گفت وایں آیۃ برخواند۔

نمبر ۲: ۔ ملا اسعد بن ابراہیم نے اپنی کتاب اربعین میں یوں تحریر کیا ہے:۔ الحدیث السادس عشر عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال کنا حول النبیؐ اذ ورد اعرابی شعث الحال رث الثیاب کانما خرج من تحت التراب فحیٰ تحیۃ سب مد قع وانشد مشیرا الی النبیؐ شعراً

اتیتکؐ والعذراء تبکی برقۃ	وقد ذہلت ام الصبی عن الطفل
واخت وبنتان وام کبیرۃ	وقد کدت من فقری اخالطنی عقلی
وقد مسنی عری وفقر وناقۃ	ولیس لنا مال یمر ولا یحلی
وما المنتھی الا الیکؐ مقرنا	ولیس فراء الناس الا الی الرسل

فلما سمع النبیؐ شعرہ بکیٰ وقال معاشر الناس ان اللہ ساق الیکم ثوابا وقادالیکم اجرا والجزاء من اللہ وکان علیؑ فی ناحیۃ المسجد یصلی فاومی الی الاعرابی ان یدنو الیہ فدنی منہ فدفع الیہ خاتمہ وھو فی الصلوۃ فنزل الوحی فی الحال انما ولیکم اللہ الآیۃ وتصدق الناس فی ذلکؐ الیوم بعد علیؑ علی الاعرابی باربع مائہ خاتم وقال الاعرابی وھذا ایضاً من برکات علی۔ ترجمہ:۔ سولھویں حدیث جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک اعرابی پریشان حال پھٹے کپڑے پہنے ہوئے یوں آیا گویا وہ ابھی مٹی سے نکلا ہے۔ اُس نے بڑی انکساری اور فروتنی سے سلام اور

حضرت رسولؐ کیطرف اشارہ کرکے یہ اشعار پڑھے۔ میں آپ کے پاس اس حالت میں آیا ہوں کہ دوشیزہ (کنواری لڑکی) تو بلند آواز سے رو رہی تھی اور لڑکی کی ماں شدت پریشانی سے اپنی لڑکی سے بے خبر تھی اور ایک بہن دو لڑکیاں اور ایک بڑھیا ماں ہے (ان سب کا بار مجھ پر ہے) اور فقر کی وجہ سے ایسا بدحواس ہوں کہ قریب ہے کہ پاگل ہو جاؤں مجھ پر عریانی کی مصیبت ایک طرف۔ اور فقر و فاقہ کی ایک طرف۔ اور میرے پاس کوئی مال نہیں ہے جو تلخ مالوں میں ہو یا شیریں۔ بے یاری و بے مددگاری کی حالت میں بس آپ تک میری منتہی ہے اور لوگوں کی گریز تو بس رسیوں ہی تک ہو سکتی ہے۔ جب حضرت رسولؐ نے اس کے شعر کو سُنا تو رونے لگے اور فرمایا اے گروہ ناس خداوند عالم ثواب کو تم لوگوں تک کھینچ لایا ہے اور اجر کو تم لوگوں کے پاس لے آیا ہے۔ جزا تو خدا کی بارگاہ سے ضرور ملے ہی گی اور حضرت علیؑ مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو اعرابی کو اشارہ سے اپنے پاس بُلایا جب وہ قریب گیا تو اپنی انگوٹھی اُسے دی۔ جب آپ نماز کے رکوع میں تھے۔ اُسی وقت یہ وحی نازل ہوئی انما ولیکم اللہ الآیہ۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کے بعد لوگوں نے اُس اعرابی کو اپنی اپنی انگوٹھیاں دینی شروع کیں یہاں تک کہ اُس اعرابی کے پاس چار سو انگوٹھیاں جمع ہو گئیں۔ یہ تماشا دیکھ کر وہ اعرابی بے ساختہ بول اُٹھا کہ یہ بھی حضرت علیؑ ہی کی برکت ہے۔ یعنی اُن ہی کی بدولت یہ مال ملا۔

نمبر ۶۱ :- مولوی رشید الدین احمد خاں صاحب کتاب ایضاح میں تحریر فرماتے ہیں در نزول آیہ کریمہ مذکورہ بالا در شان امیر المومنین علی مرتضیٰؑ نیز وقوعے است کہ اکثر ثقات بطرف آں رفتہ۔

نمبر ۶۲ :- ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ کی اُس بحث میں جہاں اُن آیات کا

شمار کیا ہے جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں یوں مذکور ہے۔
ومنها قوله تعالٰی انما ولیکم الله الآیه نزلت فیه اخرجه الواحدی
وسیاتی القصة مشروحة۔ ترجمہ۔ اُن آیات میں سے ایک آیت انما ولیکم الله جو
حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اس روایت کو واحدی نے ذکر کیا ہے اور اس کا قصہ
آئندہ آپکی خیرات کے ضمن میں تفصیلاً مذکور ہوگا۔
نمبر ۶۳:۔ علامہ ابن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول کی ساتویں فصل میں اس واقعہ کو
یوں ذکر کیا ہے۔ اما عبادته فاعلم سلک الله بنا وبک سبیل العبادة ان حقیقة
العبادة هی الطاعة فکل من اطاع الله تعالٰی وقام بامتثال الاوامر واجتناب
المناهی فهو عابد ولما کانت متعلقات الاوامر الصادرة من الله تعالٰی علی
لسان نبیه متنوعة کانت العبادة بحسب ذلک متنوعة فمنها الصلوٰة
ومنها الصدقة ومنها الصیام الی غیرها من الانواع وکل ذلک کان علی
علیه السلام قائما فیه مقبلا علیه مسارعا الیه متخلیا به حتی ادرک
بمسارعته الی طاعة الله ورسوله مافات غیره فانه جمع بین الصلوٰة
والصدقة فتصدق وهو راکع فی صلوته وجمع بینهما فی وقت واحد حتی
انزل الله فیه قرآنا یتلی الی یوم القیامة وشرح ذلک وبیانه مارواه
ابو اسحاق احمد بن محمد الثعلبی مسندا الی ابن عباس الخ ترجمہ: جناب
امیرؑ کی عبادت (خدا تم کو اور ہم کو نیک بختی کی راہ چلائے) پہلے یہ سمجھو کہ
عبادت کیا چیز ہے۔ عبادت طاعت کا نام ہے۔ پس جو شخص خدا کی اطاعت کرے
اور اُسکے احکام کو بجا لائے اور اُسکے ممنوعات سے پرہیز کرے وہی عابد
ہے۔ اور چونکہ احکام حضرت رسولؐ پر خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھے
چار قسم کے تھے۔ عبادت بھی اُسی کے موافق چند قسموں کی ہے۔ مثلاً ایک
قسم نماز ہے۔ ایک قسم صدقہ ہے ایک قسم روزہ ہے اسی طرح اور بھی بہت سی

قسمیں ہیں اور ان تمام اقسام کے حضرت علیؑ بڑی سختی سے پابند اور خاص طور پر متوجہ اور بہت جلدی کے ساتھ کرنے والے تھے اور اس زیور سے خوب آراستہ تھے اور ان ہی وجوہ سے خدا و رسول کی اطاعت میں ایسے مدارج پر فائز ہوئے جو اور کسی صحابی کو نصیب نہیں ہوئے۔ آپ نے نماز اور خیرات میں یوں جمع کیا کہ آپ نے نماز میں حالت رکوع میں خیرات دی اور ان دونوں کاموں میں ایک وقت میں جمع کیا یہاں تک کہ خدا نے انکی شان میں وہ قرآن نازل کیا جو قیامت تک پڑھا جائیگا اور اسکی تفصیل اور توضیح اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جو ثعلبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اسکے بعد وہی روایت لکھی ہے جو پہلے میں بیان کرچکا ہوں اور بلحاظ اختصار میں ترک کرتا ہوں۔

نمبر۶۴:۔ علامہ ابن طلحہ شافعی نے پھر اسی کتاب مطالب السئول کی ساتویں فصل میں یوں تحریر کیا ہے وقال الامام الثعلبی عقیب ما اورده هذه القصة بصورتها سمعت ابا منصور الجمازی یقول سمعت محمد بن عبد اللہ الحافظ یقول سمعت ابا الحسن علی بن الحسن یقول سمعت ابا محمد هارون الخضرمی یقول سمعت محمد بن منصور الطوسی یقول سمعت احمد بن حنبل یقول ماجاء لاحد من اصحاب رسول اللہ من الفضائل ماجاء لعلی بن ابیطالبؑ فی ایراده قول الامام احمد عقیب هذه القصة اشارة الی ان هذه المنقبة العلیه وهی الجمع بین هاتین العبادتین العظیمتین البدنية والمالية فی وقت واحد حتی نزل القرآن الکریم بمدح القائم بهما المسارع الیهما قد اختص بها علیؓ ولم تحصل لغیره

ترجمہ:۔ امام ثعلبی نے اس قصہ کے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مجھ سے ابو منصور جمازی نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن عبد اللہ حافظ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو الحسن علی ابن الحسن سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو محمد ہارون خضرمی

سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن منصور طوسی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جو فضائل علی بن ابیطالبؑ کو حاصل ہوئے وہ اصحابِ رسولؐ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئے۔ علامہ ابن طلحہ کہتے ہیں کہ ثعلبی کا اس قصہ کے بیان کے بعد امام احمد بن حنبل کے قول نقل کرنے میں اشارہ اس بات کا ہے کہ یہ منقبت علیہ یعنی دو عظیم عبادتوں بدنی اور مالی کا ایک وقت میں اس طرح جمع کرنا کہ جمع کرنے والے اور گوئے سبقت لیجانے والے پر قرآن کریم بھی نازل ہو جائے علی بن ابیطالبؑ کے مخصوصات سے ہے اور ان کے سوا کسی کو یہ مرتبہ نہیں حاصل ہوا۔

نمبر ۶۵:۔ صاحب نظم درر السمطین اسی کتاب کے دیباچہ میں مدح جناب رسالت مآبؐ میں اس واقعہ کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں وانتخب له من اهله علیاً اخا وعونا وفهما وخلیلا ورفیقا ووزیراً وصیره علی ابلاغ الدین والرسالة موازرا وساعدا وبعضدا وظهیرا وجعله ابا بنیه وجمع کل الفضائل فیه وانزل علیه فی شانه انما ولیکم الله ورسوله الایة تعظیما وتوقیرا وتعریفا بحق ولایته وتنبیها علی کمال رعایته لیحافظوا علیها وینالوا بها سعادة ونفضا وتفضیرا۔ ترجمہ:۔ خدا نے آنکے واسطے اُن کے اہل سے حضرت علیؑ کو اُنکا بھائی مددگار یکتا دوست رفیق اور وزیر قرار دیا اور ان کو دین اور رسالت کے پہونچانے میں رسولؐ کا بوجھ بٹانے والا معین و اعوان اور پشت پناہ بنایا اور اُنکو رسولؐ کے صاحبزادوں کا باپ بنایا اور تمام فضائل کو انہیں جمع کیا اور اُنکی شان میں اور اُنکی تعظیم و توقیر اور اُنکی حقیقت حکومت کے پہچنوانے کے واسطے انما ولیکم الله کو نازل کیا اور نیز اُنکے کمال رعایت پر آگاہ کرنے کے واسطے تا کہ لوگ اس کا خیال رکھیں اور اسکی وجہ سے نیک بختی اور تازگی پر فائز ہوں۔

نمبر ۶۶:۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں تحریر فرماتے ہیں۔ وانگشتری در دست راست پوشیدن سنت بود مصطفےٰ

وصحابہ بدست راست پوشیدہ و شاہ علیؓ کہ در رکوع انگشتری صدقہ دادہ بود۔ یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون نازل شد۔ انگشتری در دست راست بود۔ اما چون شعار مذہب شیعہ بریں شد متاخران اہلسنت مکروہ گفتند۔

نمبر ۶۲:۔ علامہ ابو الحجاج یوسف بن محمد البادی اپنی کتاب الف باذکر امیر المومنینؑ میں یوں تحریر فرماتے ہیں والخصلۃ الاخریٰ التی لعلی وحدہٗ رضی اللہ عنہ انہ اعطی مسکینا خاتما من فضۃ وھو رضی اللہ عنہ راکع فانزل اللہ تعالیٰ فی ذالک الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون قال مجاھد والسدی رضی اللہ عنہما من جمیعھم قیل خرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ومسکین یسأل فی المسجد فسالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ھل اعطاک احد شیئا قال نعم قال ماذا قال خاتم من فضۃ قال من اعطاکہ قال ذالک الرجل القائم فاذا ھو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فکبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عند ذالک و نزلت الآیۃ۔ ترجمہ:۔ دوسری خصلت جو تنہا حضرت علیؑ میں تھی وہ یہ ہے کہ آپنے رکوع میں ایک محتاج کو اپنی ایک چاندی کی انگوٹھی خیرات دی تو خدانے انکی شان میں الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون نازل کیا مجاہد اور سدی رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول دولت سرا سے باہر نکلے اور مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک محتاج سوال کر رہا ہے آپنے اُس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا بھی وہ بولا ہاں۔ پوچھا کیا کہا ایک چاندی کی انگوٹھی۔ پوچھا کس نے دی اُس نے کہا وہ شخص جو کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اور وہ حضرت علیؑ تھے یہ سنتے ہی حضرت رسولؐ نے تکبیر کہی اور آیت نازل ہوئی۔

نمبر ۶۳:۔ مولوی رشید الدین احمد خاں صاحب کتاب ایضاح میں بہت واضح طور پر اس واقعہ کو مسلمات اور یقینیات سے شمار کرتے ہیں اور یوں تحریر فرماتے ہیں۔ سوم آنکہ بر تقدیر اعلمیت شیخین رضی اللہ عنہما باعتبار نقل اخبار سید الابرار بلکہ فرض تجمیعت شان نیز بہ بعضے وجوہ از جمہور کرار نزد شخص مشار الیہ کہ جناب

نصفت تا بعد ازیں نقل نمودہ اند ثبت تعصب آں شخص و عدم تعظیم و محبت او نسبت
بر امیرؑ ولایت پناہ مورد کریمہ انما ولیکم اللہ نمی شود۔

نمبر۶۹:- امام فخر الدین رازی اپنی کتاب نہایۃ العقول میں اس واقعہ کا
اقرار کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت امیرؑ کی شان میں ضرور نازل ہوئی۔ چنانچہ
عبارت انکی یہ ہے والاستدلال بہ علی طریقین الاول مبنی علی امور ثلثۃ
احدھا ان لفظۃ الولی محتملۃ للاولی بالتصرف وثانیھا ان ھذہ اللفظۃ
فی ھذہ الآیۃ متعینۃ لھذا المعنی وثالثھا ان المراد بقولہ والذین آمنوا
الی قولہ وھم راکعون علیؑ وحدہ والاعتراض علی الطریق الاول انا
لانناز عکم فی الطریق الاول والثالث وانما ننازعکم فی المقام الثانی
ترجمہ: اس آیۃ سے جناب امیرؑ کی خلافت پر دو طرح استدلال ہوسکتا ہے پہلے طریقہ
کا تین باتوں پر مدار ہے ایک یہ کہ لفظ ولی کے معنی اولی بالتصرف کے بھی ہیں۔
دوسرے یہ کہ اس آیۃ میں لفظ ولی سے یہی معنی مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ الذین آمنوا
تا وھم راکعون سے مراد صرف حضرت علیؑ ہیں اور اعتراض پہلے طریقہ پر یہ
ہے کہ ہم تم سے نہ پہلی بات میں نزاع کرتے ہیں اور نہ تیسری بات میں بلکہ ہم
تم سے صرف دوسری بات میں نزاع کرتے اور اسی کو نہیں مانتے ہیں۔ اس سے
صاف واضح ہے کہ اس آیۃ کے جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہونے سے انکار نہیں
ہے بلکہ انکار ہے تو صرف اس بات سے کہ ولی کے معنی حاکم کے ہیں اور یہی یہاں مراد
بھی ہے۔

نمبر۷۰:- امام رازی اسی کتاب نہایۃ العقول میں دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے
ہیں الرابع ان المفسرین اتفقوا علی نزول ھذہ الآیۃ فی حق علی بن ابیطالب
رضی اللہ عنہ فوجب ان یکون ھو المراد لا غیر۔ چوتھے یہ ہے کہ مفسرین نے
اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ پس ضروری

ہے کہ وہی مراد ہوں نہ کوئی دوسرا۔ اگرچہ یہ استدلال شیعوں کا امام صاحب نے نقل کیا ہے مگر چونکہ اسکی نہ رد کی ہے نہ اس سے انکار کیا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اسکو تسلیم کرتے ہیں۔

نمبر ۱: علامہ قوشجی شرح تجرید میں یوں ارشاد فرماتے ہیں بیان ذلک انھا نزلت باتفاق المفسرین فی علی علیہ السلام حین اعطی السائل خاتمہ وھو راکع فی صلوتہ۔ ترجمہ۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ یہ آیۃ باتفاق مفسرین حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جب آپ نے سائل کو اپنی انگوٹھی رکوع نماز میں عطا کی تھی۔

نمبر ۲: صاحب ذخیرۃ المآل نے اپنی کتاب میں اسکا یوں اقرار کیا ہے وقد حکم اللہ سبحانہ علی کل مومن ومومنۃ ان یتولی علیاً رضی اللہ عنہ علی کل حال انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون وذلک علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ خداوند عالم نے ہر مومن و مومنہ کو حکم دیا ہے کہ حضرت علیؑ کو ہر حال میں اپنا حاکم سمجھے کیونکہ انما ولیکم اللہ میں الذین آمنوا الآیۃ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

نمبر ۳: یہی صاحب ذخیرۃ المآل اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں فللہ قد انزل احسن القصص

فللہ قد انزل احسن القصص — بانہ ولینا والنص خص
ذلک المقیم للصلوۃ خاشعاً — وھو المودی للزکوۃ راکعاً
فاحذر ولا تنقلب مما ارب — وکن مع حزب الالہ الغالب
واقرء ھدیت انما ولیکم — واسمع حدیثا جاء فی غدیر خم

ترجمہ: خدا نے کیا اچھا قصہ بیان کیا کہ وہ (حضرت علیؑ) ہمارے حاکم ہیں اور نص آپکے لئے خاص ہے وہ شخص جس نے نہایت خشوع سے نماز پڑھی جس نے حالت رکوع میں زکوۃ ادا کی بس تو ڈرتا رہ اور مطالب دیوار میں منہ انداز نہ ہو اور خدا غالب کے گروہ کے ساتھ رہ اور انما ولیکم آیۃ کو پڑھکر ہدایت یافتہ ہو اور اس بات کو سن جو غدیر خم میں کہی گئی۔ نمبر ۴: علامہ ابو الشکور محمد بن عبد السعید حنفی اپنی کتاب التمہید میں یوں

اقرار کرتے ہیں وکذا الجواب عن قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیہ فنقول ان علیاً رضی اللہ عنہ کان ولیاً وامیراً بھذا الدلیل فی ایامہ ووقتہ وھو بعد عثمان واما قبل ذلک فلا۔ اسی طرح جواب (شیعوں کا) انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا آیہ کا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک حضرت علیؓ حاکم اور امیر اسی دلیل سے تھے مگر اپنے زمانہ اور وقت میں یعنی بعد عثمان کے اور اوسکے قبل نہیں اس سے اگرچہ بعد ہی بھی مگر اتنا تو ثابت ہوا کہ یہ آیہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔

فیصلہ میں نے اپنے پہلے مقدمہ میں یہ ثابت کردیا کہ آیہ مبارکہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون میں "انما" حصر کے واسطے ہے اور ہمارے فراری مخاطب صاحب نے بے چون و چرا مان بھی لیا تھا اور دوسرے مقدمہ میں یہ بھی اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ آیۂ مذکورہ میں ولی کے معنی حاکم کارساز کے ہیں اور ہمارے مخاطب نے بھی مان لیا ہے۔ تیسرے مقدمہ میں یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ ضمیر کم سے خطاب عبداللہ بن سلام وغیرہ مومنین کیطرف ہے۔ چوتھے مقدمہ میں یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ الذین آمنوا سے عام مومنین مراد نہیں ہیں بلکہ بعض مومنین پانچویں یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ وھم کا واو حالیہ ہے۔ یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ راکعون کے معنی خاشعون کے نہیں ہیں بلکہ رکوع سے رکوع نماز مراد ہے۔ اب جو کثیر شواہد سے جو کل کے کل اہل سنت کے مستند علماء کے ہیں یہ بھی بخوبی ثابت ہوگیا کہ یہ آیہ مبارکہ حضرت علی ابن ابیطالبؑ ہی کی شان میں نازل ہوا اور الذین آمنوا سے حضرت جناب امیرؑ ہی مراد ہیں۔ اب تمام مقدمات کو یکجا کرکے اس آیہ کا صحیح اور مکمل ترجمہ یہ ہوا کہ اے ایماندارو تمہارا حاکم و سرپرست صرف خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور علی بن ابیطالبؑ۔ اس سے نہ صرف اسی کی تصریح نکلی کہ حضرت امیرؑ حاکم و سرپرست ہیں بلکہ آپکی بلافصل خلافت کی یہ آیہ قطعی نص ہے۔ کیونکہ آپکے علاوہ کسی اور شخص کے واسطے منصوص الخلافۃ ہونیکا کوئی دعویدار نہیں ہے۔ فقط یہی نہیں بلکہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے

اسکے خلاف کی تصریح کردی ہے۔ چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں خلفاء ثلثہ نزد اہلسنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ۔ پھر منصوص علیہ خلیفہ کے مقابلہ دوسرا شخص اگرچہ کیسے باشد ہرگز قابل اعتبار و وثوق نہیں ہو سکتا اور اسکو کوئی عاقل بشرطیکہ عقل سے کام لے اور تعصب سے خالی ہو خلیفہ کہہ سکتا ہے۔ اسکے علاوہ خود خداوند عالم نے انما کے ساتھ مقید کرکے یہ صاف صاف فرما دیا کہ میرے اور رسول اور علیؑ کے سوا کوئی مومنین کا حاکم و سرپرست نہیں پھر خدا اور رسولؐ کے بعد علی بن ابیطالبؑ کے سوا ایمانداروں کا حاکم کون ہو سکتا ہے۔ خلاصہ اس آیۃ سے تصریحی اور قطعی طور پر علی بن ابیطالب صلواۃ اللہ علیہ و آلہ کی خلافت بلا فصل ثابت ہوئی وہو المطلوب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والائمۃ الطاہرین۔

تمنا و دعا میں یہ اپنا مختصر ہدیہ انشاء اللہ بروز قیامت اپنے جد امجد بابائے نامدار آدم و بنی آدم فخر مخلوقات عالم بشر بن آل غالب حضرت علی بن ابیطالبؑ کے حضور میں پیش کروں گا اور بارگاہ خداوندی میں عرض ہے کہ بروز قیامت اسکو میری بخشایش کا ذریعہ قرار دے۔

التماس ناظرین خدا خدا کرکے یہ مضمون ختم ہوا۔ اگرچہ ہمارے مخاطب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث کے فرار اور اقرار فرار کے بعد اسکے پورا کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا اور سچ یوں ہے کہ جی بھی نہ لگتا تھا مگر چند حضرات کے اصرار اور شدید اصرار نے مجھ سے لکھوایا اور کسی طرح ختم ہوا۔ اب وہ اعتراضات جو امام رازی۔ ابن تیمیہ۔ نصر اللہ کابلی۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز نے اس بحث کے متعلق کئے ہیں باقی رہ گئے اگرچہ انمیں سے بہت اعتراضات ان حضرات کے موقع موقع سے اثنائے بحث میں مذکور ہو چکے ہیں اور اُن کے جوابات بھی ناظرین ملاحظہ فرما چکے۔ مگر پھر بھی بہت سے باقی ہیں۔ اگر ناظرین اور خصوصاً جناب اڈیٹر صاحب اصلاح کو اس سے دلچسپی ہو تو میں اس سلسلہ کو باقی رکھوں اور تھوڑی بہت محنت کرکے اُن تمام اعتراضات کے شافی تشفی بخش اور دندان شکن جواب تحریر کردوں ورنہ یہیں تک لکھکر ختم کروں اور آپ سے رخصت ہوں۔

حمزة السلام پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔ ناچیز ابوالثنا فرمان علی از مظفر پور

چودہ سو سالہ یادگارِ شہادتِ امیر المومنینؑ کے یادگار موقع پر
ادارے کی دوسری فخریہ پیشکش

مولانا مرتضیٰ حسین الہ آبادی اعلی اللہ مقامہ

کی واقعہ غدیرِ خم اور فضائل امیر المومنینؑ پر مشتمل
تین معرکہ آراء کتابیں

التکمیل، الاکمال، حدیثِ نور

مقدمہ و پیشکش

سید ارتضیٰ عباس نقوی

چودہ سو سالہ یادگارِ شہادتِ امیر المومنینؑ کے یادگار موقع پر
ادارے کی تیسری فخریہ پیشکش

تاریخِ کوفہ

تالیف
سید ارتضیٰ عباس نقوی



درمیان میں حکیم مولانا سید فرمان علی اور شمس العلماء ملک الناطقین سید سبط حسن جائسی　　حکیم سے آغا صاحب فاضل

سفیر ایران مرزا شجاعت علی بیگ کے ساتھ یادگار تصویر